ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی خیانتیں

مُصنّف:

حکیم محمد عمران ثاقب

منہاج القرآن والسنۃ

کھیالی، گوجرانوالہ

ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی خیانتیں

مُصنّف:
حکیم محمد عمران ثاقب

منہاج القرآن والسنۃ
کھیالی، گوجرانوالہ

اشاعت ______ 2008ء
تعداد ______ 1100

منہاج القرآن والسنة
کھیالی، گوجرانوالہ

فرمانِ نبوی ﷺ

" اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ . "

[صحیح بخاری کتاب النکاح ۵۲۱۹، صحیح مسلم کتاب اللباس و الزینة ۲۱۳۰]

''اس چیز کے پا لینے کا دعوی کرنے والا جو اس کو نہیں دی گئی جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی مانند ہے۔''

اس جھوٹ کی ایک موجودہ شکل:

دین کے دعوے دار بعض علماء اپنی حیثیت سے بڑے القاب کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کی لوگ انہیں شیخ القرآن، شیخ التفسیر، مفکر اسلام، نابغہ عصر، علامۃ الدھر، عظیم سکالر، پروفیسر، ڈاکٹر اور شیخ الاسلام ایسے القابات سے مخاطب ہوں، اور ان القابات کے استعمال نہ کرنے پر وہ خفا ہوتے ہیں حالانکہ ان کی علمی حیثیت اس قابل نہیں ہوتی کہ انہیں وہ خطاب دیا جائے۔

(ا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

آفتاب اسلام پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔اس کی نورانی شعائیں اپنی ضوفشانیوں سے پورے عالم کو منور کر رہی تھیں جس سے مذاہب باطلہ کے تاریک سائے سمٹے جارہے تھے۔شرک کی جگہ توحید کے نقارے بج رہے تھے۔ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ اب کفر دنیا سے مٹ جائے گا۔اسلام بغیر کسی رکاوٹ کے تیزی کے ساتھ پھیل رہا تھا۔کفر کے بڑے بڑے مراکز اسلام کے قبضے میں چلے آرہے تھے جس پر کفر کے سرغنوں کو بڑی تشویش لاحق تھی کہ وہ کس طرح اپنے مذاہب اور ممالک کو اسلام کی یلغار سے بچا سکیں۔وہ جتنی تدابیر کرتے موحدین ان کی تدابیر کو ناکام بنا دیتے تا آنکہ انھوں نے محسوس کیا کہ اگر اسلام کے پھیلاؤ کو روکنا ہے تو اس کے لئے ایک ہی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے صحیح عقیدہ سے پھیر کر کسی باطل عقیدہ کا خوگر بنا دیا جائے جب تک ان کے دلوں میں عقیدہ توحید راسخ ہے ہم ان کے قدم نہیں روک سکتے چنانچہ دشمنان اسلام نے ایک گہری سازش کے تحت عبداللہ بن سباء یہودی کو اس کے لئے استعمال کیا۔اس نے ظاہراً اسلام کا اعلان کر کے مسلمانوں میں شرک کا بیج بونا شروع کر دیا۔

اس نے ایران و عجم کے مفتوحہ علاقوں کو اپنے مقاصد کے لئے بہتر خیال کیا کیونکہ ان علاقوں کے لوگ بت پرستی کے ساتھ شخصیت پرستی کے بھی بڑے دلدادہ تھے چنانچہ اس نے اہل بیت کی شخصیت پرستی کا ڈھنڈورہ پیٹنا شروع کیا جس پر بہت سے لوگ اس کے دام میں پھنس گئے تو اس نے جناب علی ابن طالب کی الوہیت اور مشکل کشائیت کا اعلان کر دیا۔اس کی پارٹی کے بہت سے لوگ اس شرکیہ عقیدے کے قائل ہو گئے اور یوں اس کی یہ پہلی بڑی کامیابی تھی۔گو صحابہ کرامؓ نے بھرپور کوشش کی کہ یہ باطل عقیدہ جڑوں سے کٹ جائے بلکہ جناب علیؓ نے خود اس عقیدہ کے حاملین میں سے بعض کو زندہ جلا دیا تھا مگر اس کے باوجود یہ عقیدہ جڑوں سے ختم نہ ہو سکا۔

چونکہ یہ عقیدہ صریحاً اسلام کے عقیدہ توحید کے متصادم تھا جس وجہ سے اس تحریک کے حاملین نے

اپنی تحریک کو خفیہ انداز میں چلانے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے جھوٹ پر مبنی تقیہ کی اصطلاح متعارف کرائی کہ جو بھی اس عقیدے کا حامل ہے وہ اپنے عقیدے پر قائم رہے مگر اس کا اظہار نہ کرے۔ تابعین کے بعد گو اسلامی خلافت ایسے معیار پر قائم نہ رہ سکی جیسا کہ خلفاء راشدین کا معیار تھا تاہم پھر بھی اسلام کے بنیادی اصولوں پر ضرور قائم تھی جس میں اس قسم کے عقیدہ کے برملا حامل کو سزائیں دی جاتی تھیں جیسا کہ حلاج اور سعید کو سولی پر چڑھایا گیا لہذا سبائی تحریک کے ممبروں نے اس عقیدہ کو کئی نئے ناموں سے موسوم کر کے بچانے کی کوشش کی مصر میں جب عبیدیوں کی حکومت قائم ہوئی تو انھوں نے اس عقیدہ کو اپنا اصول قرار دیا اور اسے **باطنیت** کا نام دے کر لوگوں کو زبردستی اس کا قائل کرنے کی کوشش کی جسے اس وقت کے علماء نے کفر سے تعبیر کیا اور ان کے خلاف جہاد کو ایسے فرض قرار دیا جیسا کہ عام کفار کے خلاف فرض ہے۔ یہ سبائی تحریک خالص باطنیت کا رنگ اختیار کر گئی۔ اسے عالم اسلام میں ایک ناسور کی طرح پھیلا دیا گیا اور یہی سبائی تحریک بعد ازاں طریقت کے نام سے موسوم ہوئی جس نے اپنی لپیٹ میں بہت سے عجمی بادشاہوں اور درویشوں کو لے لیا۔

باطنیت کیا ہے؟ باطنیت دراصل نام ہے اسلام میں کفر کو خفیہ انداز میں ضم کرنے کا۔ ان کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی ہر آیت کا ایک ظاہری حکم ہے اور ایک باطنی (پوشیدہ)۔ ظاہری حکم تو شریعت ہے اور باطنی حکم طریقت ہے جسے صرف صوفی جانتا ہے کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ پھر اس طریقت کے نام سے ہر شرکیہ فعل بلکہ دیگر کبائر بھی جائز قرار پاتے ہیں جس میں ہر مرشد الوہیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے وحدت الوجود اور حلول بھی اس باطنیت کی دو مختلف شاخیں ہیں جس میں ہر بڑا صوفی خود ہی عابد اور خود ہی معبود، خود ہی ساجد اور خود ہی مسجود ہوتا ہے گویا کہ اسے الوہیت کے تمام اختیار حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ خود ہی الہ بن جاتا ہے۔

(فصوص الحکم از مختلف مقامات ابن عربی)

قادری صاحب باطنی ہیں:۔ قادری صاحب خود کو اہل سنت کہتے ہیں مگر ان کے عقائد باطنیہ کے ہیں بلکہ باطنیت کے داعی ہیں۔ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ باطنیت اصل میں سبائی تحریک کا نام ہے اور جو عقائد اس تحریک کے تھے وہی عقائد طاہر القادری کے ہیں۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ الفاظ کا ہیر پھیر ہے

مگر مفہوم اور مدعی بلکہ دعوت وہی ہے اس میں کوئی بڑا فرق نظر نہیں آتا۔

سبائیت میں اول مبحث جناب میر المومنین علیؓ کی ذات اقدس تھی اور انہوں نے ان کے اسم گرامی کے نام پر ہی اپنی تحریک چلائی تھی۔ اسی تحریک کو قادری صاحب آگے بڑھانے کی تگ و دو میں ہیں جس کے دلائل یہ ہیں

قرآن کی تفسیر موصوف لکھتے ہیں "جس طرح خدا کی ذات کی کوئی حد اور جہت نہیں اس لئے قرآن کی ہر ہر آیت کی تفسیر کی بھی کوئی حد نہیں۔ اس لئے اگر آپ یہ سمجھیں کہ میں آج جو کچھ بیان کروں گا وہ اس آیت کی تفسیر ہے وہ غلط ہے۔ یہ اس آیت کی کروڑوں تفسیروں میں سے ایک چھوٹی سی تفسیر ہے (حب علی ص:۸) یہ وہی باطنیت کا اصل ہے مگر موصوف ہوشیار اور زمانہ چال ہیں اس لئے انھوں نے باطنیت کا لفظ بولے بغیر جو اس بات کا تقاضا ہے اسے پورا کر دیا ہے۔

ذبح عظیم کی تفسیر: اسی باطنیت کا نتیجہ ہے کہ موصوف نے آیت کریمہ (و فدینہ بذبح عظیم، الصافات آیت:۱۰۷) کی تفسیر شہادت حسینؓ سے کی ہے اور اس شہادت کو جناب اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے عظیم قرار دیا ہے۔ (ذبح عظیم ص:۳۱-۳۰)

باطنیوں کے نزدیک باطنیت کا منبع علیؓ ہیں: تمام باطنی اپنے علم کی نسبت جناب علیؓ کی طرف کرتے ہیں اس میں ان کو کسی سند کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر شخص جناب علیؓ سے براہ راست فیض اٹھا سکتا ہے خواہ وہ ان کی شہادت کے سینکڑوں سال بعد پیدا ہوا اور یہی عقیدہ قادری صاحب کا ہے کہ جناب علیؓ منبع باطنیت ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں:

"ابن مسعود فرماتے ہیں اے صحابہ رسولؐ! بتا دوں حضورؐ کے صحابہ میں ایک ہستی ایسی بھی ہے اور وہ علیؓ شیر خدا ہے کہ جس کے دامن میں قدرت نے ظاہر قرآن کو بھی جمع کر دیا اور باطن قرآن بھی جمع کر دیا اور جو قرآن کے ظاہر اور باطن دونوں کو سمیٹے ہوئے ہو اس کی نسبت کیوں نہ کہا جائے قرآن والے سے پوچھو جو قرآن کے ظاہر سے باخبر ہے اور جو قرآن کے باطن سے بھی باخبر ہے۔ یہ صرف صحابہ کا کہنا نہ تھا حضرت علیؓ شیر خدا کو خود بھی اس مقام و منصب کا شعور تھا۔

(حب علی ص:۲۷)

موصوف نے اپنے ایک باطل اور توحید شکن نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے صرف تمام صحابہ کرامؓ پر ہی جھوٹ نہیں باندھا بلکہ جناب علیؓ کو بھی معاف نہیں کیا کہ تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی طرف علم باطن کا دعویٰ کیا تھا اور خود بھی ان کو اس باطن علمی کا شعور وادراک تھا جناب علیؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ اس الزام سے بری ہیں۔ کوئی ایک بھی باطنیت کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی جناب علیؓ نے کبھی دعوی کیا ہے کہ میں باطنیت کا منبع ہوں۔ یہ علم صرف میرے ذریعے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اس بارہ میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سارا جھوٹ ہے۔

اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اولیاء اور صوفیاء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ قیامت تک کسی مرد مومن کو یہ ولائیت نہیں مل سکتی جب تک شہنشاہ ولایت سیدنا علیؓ شیر خدا کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو کسی کو کوئی ولایت نصیب نہیں ہوتی حضرت علیؓ کے صدقے کے بغیر''

(حب علی ص:۲۳)

جو نکتہ موصوف نے بیان کیا ہے اس کا قرآن وحدیث میں کہیں اشارہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کریم کی صریح نص کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(الا اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا یحزنون○الذین امنو و کانو ایتقون)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہر ایمان دار متقی کو اپنا ولی قرار دیا ہے اور قطعاً علیؓ کی مہر کی قید نہیں لگائی۔ اس نکتہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ موصوف تمام صحابہ کرامؓ کی ولایت کے منکر ہیں اس لئے کہ کوئی صحابی بھی اس عقیدہ کا حامل نہیں تھا جو انھوں نے بیان کیا ہے اور نہ ہی کبھی کسی نے دعویٰ کیا تھا کہ میں نے ولایت علیؓ سے حاصل کی ہے۔

علیؓ سب صحابہ سے بہتر ہیں: موصوف یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ حضرات خلفاء ثلاثہؓ علیؓ سے افضل ہیں وہ اسے ایک اختلافی مسئلہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں

''اہل سنت بالعموم فضیلت کی ترتیب خلافت راشدہ سے کرتے ہیں تو اس پر اختلاف ہے اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کرکے اپنا مدعی ظاہر کرتے ہیں کہ اس نسبت کی انفرادیت پر کوئی اختلاف نہیں کہ

وہ نسبت کسی اور کو حاصل نہیں ہے جو مدعی کو وجود مصطفوی سے ہے وہ نسبت کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

(حب علی ص:۱۵)

حالانکہ موصوف نے جو نسبت کی بات کی ہے وہ سراسر حقائق کے منافی ہے اور یہی بات بعض نامعلوم افراد نے جناب علیؓ کی زندگی میں مشہور کر دی تھی چونکہ یہ بات حقائق کے منافی تھی جب علیؓ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اس کے لئے ایک خطبہ دیا جس میں انھوں نے ارشاد فرمایا:

واللّٰہ ما عندنامن کتاب یقرأ الا کتاب اللّٰہ و ما فی ھذہ الصحیفة

(بخاری کتاب الاعتصام ومواضع کثیرہ) ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

ما خصنارسول اللّٰہ بشی لم یعم بہ الناس کانة

(مسلم کتاب الاضحاحی ج:۶۔۵۱۲ مسند احمد ص:۱۱۹ ج:۱)

"رسول اللہؐ نے ہمیں کسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا کہ اس میں تمام لوگوں کو عام کیا ہو"

اس کے برعکس صحابہ کرامؓ کا یہ موقف تھا کہ نسبت علمی کے لحاظ سے سیدنا ابوبکرؓ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو جانتے تھے چنانچہ جابرؓ فرماتے ہیں **کان ابوبکر اعلمنا بہ**

(بخاری ۳۶۵۴ و مسلم ص ۲۳۸۲)

رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں ہم سب سے بڑے عالم ابوبکر صدیقؓ تھے" جبکہ قادری صاحب کے نظریے کا کوئی صحابی قائل نہ تھا اور قادری صاحب سیدنا ابوبکر صدیقؓ اس نسبت تعلق مصطفوی کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں اس لئے کہ یہ نظریہ باطنیت کے منافی ہے۔

مرکز ولایت: باطنیوں کی اختراعی ولایت چونکہ قرآن وحدیث کے نصوص کے صریحاً منافی ہے اس لئے ان کی ولایت حرمین نہیں بلکہ ارض عراق ہے۔ قادری صاحب رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھتے ہوئے لکھتے ہیں

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اجازت دی کہ علیؓ تو مرکز ولایت جا کے عراق میں نجف اشرف میں قائم کریں پھر اس مرکز کے منتقلی کا سبب بیان کرتے ہیں: استاد کے پہلو میں بیٹھا ہوا شاگرد اپنے فیض کو چھپاتا ہے اپنا فیض جاری نہیں کرتا"۔ (حب علی ص:۲۳)

موصوف نے کتنے جلی الفاظ میں حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی توہین کی ہے کہ رسول اللہؐ نے ان کو اپنے

پہلو میں اس لئے دفن ہونے دیا کہ ان کا فیض جاری نہ ہو اور جناب علیؓ کو عراق منتقل ہونے کی اس لئے اجازت دی کہ ان کی ولایت کا چاند خوب چمکے۔

یہ ہے قادری صاحب کے عقیدہ کی حقیقت وہی رافضیوں والا نظریہ اور ان کی یہی ترجمانی صرف لیبل اہل سنت کا ہے باقی سب کچھ اہل سنت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ موصوف اہل سنت میں نہیں بلکہ رافضی اور باطنی ہے جس کی وجہ سے انکی ہر کتاب سے کتاب وسنت کی مخالفت بالکل واضح اور عیاں ہے۔

قادری صاحب کی مستدل روایات: راقم الحروف نے قادری صاحب کی بعض کتب کا سرسری مطالعہ کیا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ موصوف توحید قرآنی کو مشکوک بنانے کے لئے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ان کی مستدل وہی ضعیف اور من گھڑت روایات ہیں جو ان کے متقدین اہل بدعت کی تھیں۔ امام شاطبی ان کی مستدل روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعتمادهم على الاحاديث الواهية الضعيفة و الكذب فيها على رسول الله ﷺ و التى لا يقبلها اهل صناعه فى البناء عليها (الاعتصام ص:۱۵۲ ج:۱)

اہل بدعت کا اعتماد ضعیف، سخت کمزور اور ان روایات پر ہے جنھیں اصول میں ماہر محدثین قبول نہیں کرتے۔

امام شاطبی کا یہ تجزیہ حرف بہ حرف درست اور صحیح ہے جب ہم قادری صاحب کی کتابوں پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے نظر آتی ہے کہ ان کتابوں میں کثرت کے ساتھ ضعیف، منکر، واہی روایات موجود ہیں اور بسا اوقات تو موضوع اور من گھڑت بھی درج کرنے سے نہیں گھبراتے جیسا کہ المنہاج السوی کی روایت نمبر ۱۰ ہے جو من گھڑت ہے اس کا راوی ابو صلت عبدالسلام بن صالح رافضی خبیث وضع حدیث میں متہم ہے اور اس کا دوسرا راوی علی بن موسیٰ ارضا اپنے باپ سے عجائبات روایت کرتا تھا۔

(ضعیف اور موضوع روایات ج:۳)

جملہ محدثین کے نزدیک موضوع روایت کی وضع کی تصریح کے بغیر روایت حرام ہے اور رسول اللہ ﷺ پر کذب بیانی کے زمرہ میں ہے مگر موصوف نے اسے اپنے موقف میں درج کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب

مرج البحرین میرے سامنے ہے اس میں انھوں نے کل ۱۳۵ روایات درج کی ہیں جن میں اکثر ضعیف اور چند من گھڑت بھی ہیں مگر موصوف نے ان روایات کے ضعیف ہونے پر محدثین نے جو حکم لگایا ہے اسے ذکر نہیں کیا۔ہم چند مثالیں قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ ہمارے دعویٰ کے درست ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہے۔

موصوف نے روایت نمبر ۸۷ کی تخریج میں بعض دیگر کتب کے ساتھ مجمع الزوائد کا بھی حوالہ دیا ہے اور مجمع میں ہی اس حدیث پر ضعیف کا حکم موجود ہے کہ اس کی سند میں یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی ہے جو ضعیف ہے اسی طرح روایت ۸۴ میں بھی مجمع الزوائد کا حوالہ دیا ہے اور مجمع میں اس روایت پر یوں حکم موجود ہے کہ اس میں احمد بن راشد الهلالی ہے جو ضعیف ہے۔اسی طرح آپ نے روایت ۸۷ ملاحظہ فرمائی وہ بھی مجمع الزوائد کے حوالہ سے ہے اور مجمع میں ہی ہے کہ اس کی سند منقطع ہے روایت نمبر ۱۲ کی تخریج دیگر کتب کے ساتھ العلل المتناہیہ سے بھی کی ہے اور العلل میں موجود ہے کہ یہ حدیث رسول ﷺ سے صحیح نہیں ہے۔

(العلل المتناہیہ بتحقیق شیخنا الاثری ص ۲۸۲ ج ۱:)

اسی طرح روایت ۱۹۷ اس کی بھی تخریج میں مجمع الزوائد ہے حالانکہ وہی موجود ہے کہ اس میں احمد بن محمد الیمانی ہے جو متروک ہے اسی طرح رویات ۱۰۲ ہے جس میں دیگر کتب کے ساتھ مجمع کا حوالہ بھی دیا ہے اور مجمع میں وہیں موجود ہے کہ اس میں مسروح ابوشہاب ضعیف ہے۔مزید امام ابن حبان نے اس کے بارے میں فرمایا ہے اس سے حجت پکڑنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں یہ توبہ کے لائق ہے اس نے (مذکورہ روایت) باطل روایت کی ہے۔

(کمافی تعلیق العلل المتناہیہ ص:۲۵۵ ج ۱:)

یہ چند مثالیں ہم نے نمونہ ازخروارے کے طور پر پیش کی ہیں ورنہ ان کی جمع کردہ اکثر روایات ایسی ہی ہیں کہ محدثین نے ان پر ضعیف کا الزام لگایا ہے لیکن قادری صاحب نے اپنی کتابوں میں وہ روایات تو درج کر دیں مگر حکم چھپا گئے تا کہ قارئین کو ان روایات کی اصلیت معلوم نہ ہو جائے اور موصوف کی دیانت اور امانت کا بھانڈا کہیں چوراہے میں نہ ٹوٹ جائے۔

امام مسلم کا موقف: ایسے لوگ جو ضعیف راویوں کو واضح نہیں کرتے بلکہ ان کے معاملہ کو لوگوں سے

چھپاتے ہیں کہ اس بارہ میں امام مسلم فرماتے ہیں:

''محدثین نے خود پر راویوں کے عیوب ظاہر کرنے کو لازم کر رکھا ہے اس لئے کہ اس میں بہت بڑا خطرہ ہے اس لئے دین کے بارہ میں جو احادیث مروی ہیں وہ حلال، حرام، امر نہی اور ترغیب و ترہیب کو بیان کرتی ہیں ایسا راوی جو صدق و امانت کا خوگر نہیں لوگوں پر اس کا عیب ظاہر نہ کرنے والا شخص مسلمان عوام کو دھوکہ دیتا ہے۔ (مسلم ص: ۲۰ ج: ۱، وضعیف اور موضوع روایات ص: ۶۴ طبع ثانی)

جو قادری صاحب کی علمی حیثیت اوران کی تالیفی ہیرا پھیریوں اور خیانتوں سے بخوبی واقف ہیں، ان کی اس جلیل القدر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ قادری صاحب اسلام کے نام سے اسلام کے خلاف زہر گھول رہے ہیں اور مسلمانوں کے عقائد صحیحہ کو اپنی تاویلات باطلہ کے ساتھ مسموم کر رہے ہیں تو موصوف گرامی حکیم صاحب کو قادری صاحب کی یہ روش انتہائی ناپسند لگی، چنانچہ انہوں نے ایسی تاویلات اور خیانتوں سے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے قادری صاحب کی تحریرات سے ہی ان کے چہرے کا نقاب اُلٹا ہے۔ تاکہ ان کی اصل حیثیت لوگوں کے سامنے آشکار ہو۔

کتاب کا انداز اور اسلوب سہل انگیز ہے، زیادہ گہرائی میں جانے کی بجائے محترم حکیم صاحب نے عام لوگوں کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھا ہے تاکہ ایک عام قاری بھی قادری صاحب کی شخصیت کو سمجھنے میں کسی دقت اور اُلجھن کا شکار نہ ہو۔

''علمی خیانتیں'' توحید و سنت کے دفاع میں ایک پر اثر کاوش ہے، جس کے مؤلف گرامی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے لوگوں کا ایک بہت بڑے فتنے سے متنبہ کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے نوازے اور یہ جس مقصد کے لیے لکھی گئی ہے اس میں کارگر ثابت ہو۔ آمین الٰہ العالمین

کتبہ

ابوانس محمد یحیٰی گوندلویؒ

شارح ترمذی ، ابن ماجہ و شمائل ترمذی

فہرست

طاہرالقادری کا تعارف:۔

طاہرالقادری کا اصل نام محمد اسحاق ہے۔ یہ نام اس کے والدین نے رکھا۔محمد اسحاق نے بعد میں اپنا نام بدل کر (طاہرالقادری) محمد طاہر رکھا اور مختلف ارتقائی مراحل سے گزرتے گزرتے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری بن گئے۔

اسحاق سے طاہرالقادری بننے تک:۔

تعلیم عیسائی مشنری سکول میں:۔

طاہرالقادری اپنے ہی ایک انٹرویو میں انکشاف کرتے ہیں کہ کیونکہ انگلش سکولز کا سٹائل مِز (NUNS) سے پڑھانے کا تھا لہذا مجھے بھی پرائمری تک عیسائی خواتین یعنی راہباؤں سے تعلیم حاصل کرنا پڑی۔

(سنڈے میگزین روزنامہ جنگ لاہور 1989 صفحہ 9-8)

یہ سکول گوجرہ روڈ جھنگ پر اٹلی کے مشنری عیسائیوں کا ہے۔طاہرالقادری کی پیدائش سے قبل فریدالدین کے گھر دو بیٹیوں نے جنم لیا۔دو بیٹیوں کی پیدائش کے بعد ایک اور بیٹے کی پیدائش فریدالدین کے لئے انتہائی مسرت کا باعث بنی لہذا اس کا باپ اسے واعظ کی مجالس،قوالیوں اور مزاروں پر اسے ساتھ ساتھ لئے پھرتا رہا۔غالباً اپنی مجالس میں طاہرالقادری کے دل میں اس خواب نے جنم لیا کہ وہ ان لوگوں کی طرح کرامات دکھانے اور دوسروں کو حیران کردینے والا شخص بن جائے۔ جہاں تک اس کے والد کا تعلق تھا۔اپنی معمولی تعلیم اور شدید مذہبی احساس کے ساتھ وہ اسے ایک شریف آدمی بنانا چاہتے تھے۔ ڈسپنسر کی آرزو تھی کہ اس کا بیٹا ڈاکٹر بنے اور نوکری کی بجائے ایک آزاد آدمی کی آسودہ زندگی گزارے۔

طاہرالقادری ڈاکٹر نہ بن سکے:۔

پہلی ناکامی:۔

طاہرالقادری ایف ایس سی کے امتحان میں مطلوبہ نمبر حاصل نہ کرسکے والد صاحب کی خواہش پر اس نے دوسری بار بھی امتحان دیا اور اب کی بار اگرچہ نمبر پہلے سے بہتر تھے لیکن پھر بھی وہ میرٹ تک نہ پہنچ پایا لہذا

ڈاکٹری کا خیال طاہر القادری کے ذہن سے ہٹ گیا اور اس نے اپنی تعلیم کو جاری رکھا اور بھٹو کے عہد میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے میں داخلہ لیا۔ اس وقت ملتان کا جاوید ہاشمی حکومت دشمن طلبہ کی سیاست پر چھایا ہوا تھا اور پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جماعت کا طوطی بولتا تھا۔ طاہر القادری نے جاوید ہاشمی کی انتخابی مہم میں خاصی سرگرمی سے حصہ لیا۔ وہ اسلامی جمعیت طلبہ کے جوش وخروش سے لبریز جلوسوں کو مبہوت ہو کر دیکھتا رہا جن میں سیدی مرشدی مودودی، مودودی کے فلک شگاف نعرے گونجتے تھے۔ وہ ایک کارکن کی بجائے ایک لیڈر کا کردار ادا کرنا چاہتا تھا لیکن مواقع موجود نہ تھے تاہم اس کے اندر کچھ کر دکھانے کی آرزو شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ انہی دنوں اس نے اپنی ایک ہم جماعت خاتون کے نام ایک محبت نامے میں لکھا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ وہ ایک دن مولانا مودودی سے بھی بڑا لیڈر بنے گا۔ یہ خط آج بھی اس خاتون کے پاس ہے لیکن وہ اس کی اشاعت پر آمادہ نہیں۔

ملازمت:۔

دوسری ناکامی:۔ ناکام پروفیسر

وکالت اور ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد طاہر القادری واپس جھنگ چلا گیا، جہاں وہ گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل سے وابستہ ہو گیا لیکن یہاں اس کا جی نہ لگا اور اس نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔

تیسری ناکامی:۔ ناکام وکیل

پھر جھنگ شہر میں وکالت شروع کر دی اور وہ دو سال تک اس محاذ پر لڑتا رہا لیکن وہ ایک ناکام وکیل ثابت ہوا۔ وہ قانون کی کتابوں میں جی نہیں لگا سکا اور عدالت کے کٹہرے میں محض خطابت کا جادو جگانے کی کوشش کرتا رہا۔

چوتھی ناکامی:۔ ناکام سیاستدان

1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ نے اسے لیڈری کرنے کا ایک پل فراہم کیا۔ اس نے کسی سیاسی جماعت سے وابستہ ہونے کی بجائے ایک علیحدہ تنظیم بنائی اور نوجوانوں کو بھٹو کے خلاف متحرک کرنے کی

کوشش کی۔5 جولائی 1977ء کی فوجی کاروائی نے قادری کے لئے سیاسی مواقع کی بساط لپیٹ دی۔1978ء میں وہ لاہور چلا آیا اور یونیورسٹی لاء کالج میں پڑھانے لگا۔

پانچویں ناکامی:۔ناکام منتظم

اس نے 1979ء یا 1980ء میں پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ کی انجمن میں صدارت کے عہدے کا انتخاب لڑا۔حیرت انگیز بات یہ تھی وہ بائیں بازو کے اساتذہ کے پینل کی طرف سے میدان میں تھا۔ لیڈری اور شہرت حاصل کرنے کی جنونانہ خواہش نے اس پر غلبہ پا لیا تھا۔وہ بری طرح ناکام رہا اور ہمیشہ کے لئے جماعت اسلامی کا دشمن بن گیا جس کے حامیوں نے اسے شکست سے دوچار کیا تھا۔

چھٹی ناکامی:۔

ناکام ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ:۔

اب وہ ایک ہوسٹل کا سپرنٹنڈنٹ تھا اور گاہے بگاہے ایک مختصر سے حلقے میں درس دیتا۔درس فہم القرآن کا تھا اور اس کے ساتھ وہ ہوسٹل کا انچارج بھی تھا لیکن اسے ہوسٹل میں نظم وضبط قائم کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔آئے روز ہوسٹل میں افسوسناک واقعات پیش آتے اور جب یونیورسٹی انتظامیہ کی طرف سے توجہ دلائی جاتی تو وہ خطابت کا جادو جگاتا اور کہتا کہ یہ اسلامی جمعیت طلبہ کی یونین والے ہیں جو واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ایسے ہی ایک افسوسناک واقعہ کے بعد اس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اسے اندیشہ تھا کہ اب اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا۔☆

☆ واقعہ کچھ اس طرح تھا کہ ایک طالب علم ایک لڑکی کو اپنے کمرے میں لے آیا اور انتظامیہ کو اس بات کی خبر ہوگئی۔انھوں نے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ طاہر القادری کو کھینچا تو قادری نے ایسے کسی بھی واقعہ کی تردید کرتے ہوئے انھیں یقین دلانے کے لئے خود اس کمرے تک لے کر گیا۔کمرے کے باہر تالا لگا ہوا تھا۔قادری صاحب نے الٹا چڑھائی کرنا چاہی تو انتظامیہ نے ان کی موجودگی میں دروازہ توڑ دیا تو اندر متذکرہ بالا جوڑا موجود تھا۔قادری کو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی بنا پر اسے ملازمت سے برطرف کرنے کا سوچا جا رہا ہے اور ممکن ہے کہ اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے لہذا قادری نے ان کے کوئی

قدم اٹھانے سے پہلے ہی استعفیٰ دے کر دم دبا کر بھاگ جانے میں ہی اپنی عافیت جانی۔ قادری صاحب نے استعفیٰ کیوں دیا؟ ان کو نکالنے کا کیوں سوچا گیا؟ ہم نے تو سنا تھا کہ سانچ کو آنچ کیسی۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے یا دوسرے الفاظ میں دال میں کچھ کالا ہے۔

کرائے کے مکان میں:۔

طاہر القادری نے قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں ایک مکان کرائے پر لیا اور ایک دوست سے مالی امداد کی درخواست کی۔ اس سادہ دل آدمی نے اپنے دوست کی مدد کی اور اس کے لئے درس قرآن کی محفلوں کا انعقاد کرواتا۔

میاں شریف کا سہارا:۔

اس شخص کے توسط سے طاہر القادری کی ملاقات پنجاب کے وزیر خزانہ میاں نواز شریف کے والد میاں محمد شریف سے ہوئی۔ اب اس کی مالی حالت سدھرنے لگی تھی اور وہ جلد ہی قلعہ گوجر سنگھ سے سمن آباد منتقل ہو گیا۔

رحمانیہ مسجد میں درس قرآن:۔

محمد طاہر جو ایک عرصے سے طاہر القادری بن چکا تھا۔ 1981ء سے شادمان کالونی کی رحمانیہ مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ یہاں یونیورسٹی لاء کالج کے بعض طلبا اور اساتذہ، اعظم کلاتھ مارکیٹ، برانڈرتھ روڈ اور اکبری منڈی کے خوشحال اور خوش عقیدہ تاجروں کے علاوہ اس آسودہ حال آبادی کے بعض لوگ بھی درس میں شامل ہوتے۔ ان میں بعض جواں سال مفسر سے بری طرح متاثر ہوئے۔ ''میں نے اپنی زندگی کے دو سال اس طرح گزارے کہ میں اس کے ہر حکم کی تعمیل پر آمادہ رہتا تھا''۔۔۔۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے بتایا جو اب اس کا نام سن کر بری طرح بھڑک اٹھتا ہے اور اسے ایک جعلساز قرار دیتا ہے۔ اسی شخص کے توسط سے جو اپنا ایک چھوٹا سا کاروبار کرتا ہے، اس (طاہر القادری) کی ملاقات میاں شریف سے ہوئی۔

اتفاق مسجد:۔

میاں شریف کو اپنی نو تعمیر اتفاق مسجد کے لئے ایک خطیب کی تلاش تھی۔ انھوں نے طاہر القادری سے اس سلسلے میں رابطہ کیا تو اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا لیکن اس نے بزرگ صنعتکار کے سامنے چند شرائط رکھیں۔ اس نے کہا کہ وہ کوئی معاوضہ قبول نہیں کرے گا لیکن انھیں اس کے خطبات جمعہ کو پمفلٹ کی صورت میں طبع کرانا ہوگا اور اس کے کیسٹ بنائے جائیں گے۔ نوجوان آدمی کو اپنی خطابت کے جادو کا اندازہ ہو چکا تھا۔ میاں شریف نے ان شرائط کو تسلیم کرلیا۔ مسجد کی تعمیر پر لاکھوں روپے صرف کرنے والے آدمی کے لئے چند ہزار روپے ماہوار کے خرچ کی کیا اہمیت تھی؟ انھی دنوں اسلام آباد میں طاہر القادری کی ملاقات اپنے ایک سابق استاد اور اپنے والد کے ایک دوست سے ہوئی۔ انھوں نے بے تکلفی سے اُس سے سوال کیا کہ اس نے یونیورسٹی کی نوکری کیوں چھوڑ دی؟ برا سا منہ بنا کر طاہر القادری نے جواب دیا اس تنخواہ میں اس کی گذر بسر ڈھنگ سے نہیں ہوتی تھی۔ تمکنت اور طنطنے سے اس نے کہا کہ اسے یونیورسٹی سے جو تنخواہ ملتی تھی اس سے کہیں زیادہ روپے اس کے باورچی خانے میں خرچ ہو جاتے تھے۔۔۔ بزرگ استاد نے حیرت سے کہا ابھی چند سال پہلے وہ ان سے مالی مدد کی درخواست کر رہا تھا اور اس نے التجاء کی تھی کہ اسے کہیں سے وظیفہ دلوا دیا جائے۔۔۔۔۔ اب اچانک اس کے مالی حالات کیسے اچھے ہوگئے۔۔۔۔ اس سوال پر وہ گھبرا گیا اور اس نے بتایا کہ اس نے جھنگ کا مکان بیچ کر کاروبار شروع کررکھا ہے۔۔۔۔۔ واقعی اس نے مکان بیچ ڈالا تھا لیکن اس کی آسودگی کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دراصل میاں شریف نے اس کے لئے ایک سیمنٹ کی ایجنسی حاصل کی تھی اور وہ اس کے علاوہ مختلف طریقوں سے اس کی مالی مدد کرتے رہتے تھے۔ بتدریج یہ مدد سوا لاکھ روپے ماہوار تک جا پہنچی جس کا بڑا حصہ اتفاق مسجد میں قائم ہونے والے مدرسے کے لئے تھا جسے ایک پرشکوہ نام دیا گیا تھا لیکن اس کا کچھ حصہ طاہر القادری کی ذات پر صرف ہوتا تھا۔

طاہر القادری ٹی وی پر:۔

1982ء میں شہرت کے مطلع پر طاہر القادری کا ستارہ اس وقت چمکا جب ''الہدیٰ'' کے عنوان سے ٹی وی

پر ڈاکٹر اسرار احمد کا درس قرآن بند کر دیا گیا۔۔۔۔سیکریٹری اطلاعات شیخ مجیب الرحمٰن ڈاکٹر اسرار احمد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ٹی وی کو اب ایک نئے مفسر کی شدت سے تلاش تھی۔طاہر القادری سے بہتر متبادل کون ہوسکتا تھا جو ایک صوبائی وزیر کے والد کی مسجد میں نماز پڑھاتا تھا اور جس کی خطابت کا چرچا دور تک سنائی دیتا تھا۔اپنے درد اور علم کی وجہ سے ڈاکٹر اسرار احمد ایک بہت مقبول مفسر تھے اور ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بھارتی پنجاب کے بعض غیر مسلم تک ان کا پروگرام بڑی باقاعدگی سے سنتے تھے لہذا شروع میں تو طاہر القادری کو اپنا رنگ جمانے کے لئے بڑی دقت پیش آئی لیکن رفتہ رفتہ وہ چل نکلے اور جیسا کہ محاورے میں کہا جاتا ہے "آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل" رفتہ رفتہ لوگ ڈاکٹر اسرار احمد کو بھول گئے اور چیختے چلاتے طاہر القادری بتدریج منظر پر چھا گئے وہ آخر قرآن ہی تو سنا رہے تھے۔

میاں نواز شریف کی عنائتیں:۔

1985ء کے غیر جماعتی انتخابات کے بعد میاں نواز شریف وزیر اعلیٰ بنے تو طاہر القادری کی قوت و شوکت میں اور اضافہ ہو گیا۔سعادت مند بیٹے نے اپنے والد کی خواہش پر طاہر القادری کو فیصل ٹاؤن میں 16 کنال کا پلاٹ دلوایا۔نواز شریف جمعہ پڑھنے اتفاق مسجد میں جاتے تو واپسی پر طاہر القادری ان کی گاڑی میں بیٹھ جاتے اور مختلف لوگوں کے کاموں کی سفارش کرتے۔انھی دنوں اس نے اپنے بعض حامیوں کو پولیس میں بھرتی کروایا۔شروع شروع میں میاں نواز شریف ان کی ہر سفارش کو مان جاتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فرمائشوں اور سفارشوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا اور ان کے لئے سب فرمائشوں کو پورا کرنا ممکن نہ رہا۔نواز شریف مزاجاً کم گو اور سخی واقع ہوئے ہیں۔عام طور پر وہ فرمائشیں پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب ان کا کوئی جاننے والا یا دوست کسی ایسے کام پر اصرار کرے جو کسی وجہ سے کیا نہ جا سکتا ہو تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں یا اشارے سے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ طاہر القادری کو ایک نیک اور ذہین انسان سمجھتے تھے لیکن انھیں اس وقت بہت تعجب ہوا جب طاہر القادری مجبوری سے رد کے گئے کاموں پر اصرار کرتے چلے گئے۔لاہور کے ہزاروں خوش عقیدہ لوگوں کے درمیان جنھیں وہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کی کہانیاں سنا کر رلاتے تھے۔اب وہ ایک پیر کی حیثیت اختیار کر چکے تھے اور انھیں اس امر پر توہین کا احساس ہوا کہ ان کے سرپرست

لیکن مرید کا صاجزادہ ان کے احکامات کی تعمیل کرنے سے گریز کررہا ہے۔۔۔۔۔۔اس صورت حال میں انہیں شریف خاندان سے الگ ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ فوری طور پر ایسا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہیں اس خاندان سے ہر ماہ سوا لاکھ روپے کی امداد ملتی تھی۔ پھر یہ کہ وہ مستقبل کی منصوبہ بندی کر رہے تھے اور فیصلے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ انھی دنوں میاں شریف نے انہیں ایک کار تحفہ میں دی۔ اس سے پہلے وہ فیصل ٹاؤن میں 16 کنال کے پلاٹ کے لئے انھیں بینک سے پانچ لاکھ روپے نکلوا کر دے چکے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب ٹاؤن شپ سکیم میں الاٹمنٹوں کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہہ کر اسے 8 ہزار روپے فی کنال کے حساب سے 160 کنال زمین دلوائی۔ اس پر کچھ شور اٹھا لیکن زیادہ واویلا اس لئے نہ مچا کہ زمین ایک مدرسے کے نام پر حاصل کی گئی تھی۔۔۔۔۔شریف خاندان سمیت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ طاہر القادری کے آئندہ ارادے کیا ہیں۔۔۔۔۔اب تک اپنے سادہ لوح مریدوں اور شریف خاندان کی سرپرستی کے طفیل طاہر القادری وہ سب کچھ حاصل کر چکے تھے جس کی انھیں آرزو تھی لہذا اب انھوں نے اگلے مرحلے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔

احسان فراموشی:۔

اب وہ شریف خاندان سے علیحدہ ہو کر زندہ رہ سکتے تھے۔ اب ان سے کہیں زیادہ طاقتور لوگ (روایت کے مطابق بعض غیر ممالک) ان کی سرپرستی پر آمادہ تھے۔۔۔۔اب وہ دن گزر چکے تھے جب میاں شریف خاندان نے دل کی بیماری میں مبتلا آدمی کو امریکہ میں اور ان کی اہلیہ کو علاج کے لئے بھارت بھجوادیا تھا۔۔۔۔۔اب وہ دن بھی گزر چکے تھے جب میاں نواز شریف انھیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر غار حرا تک لے گئے تھے اور واپسی پر طاہر القادری نے اعلان کیا تھا کہ غار حرا میں اس کی ملاقات ایک کشمیری فرشتے سے ہوئی ہے۔۔۔۔۔اب فرشتے کشمیری نہیں رہے تھے بلکہ اب وہ فارسی اور عربی بولتے تھے اور ان کا تعلق پاکستان سے نہیں تھا۔ 1989ء کے آغاز میں طاہر القادری نے اپنے بعض ساتھیوں کو اعتماد میں لے کر یہ بتایا کہ ان کے راستے اب شریف خاندان سے الگ ہو سکتے ہیں اور پھر 1989ء کے موسم بہار میں اس نے اتفاق مسجد کو غیر آباد کہنے اور شریف خاندان سے الگ ہونے کا

اعلان کر دیا۔

(کتابچہ شیطان یا فرشتہ از فرید انور مطبع تنویر پبلشرز شاہراہ قائداعظم، لاہور)

ڈاکٹر طاہر القادری کے والد صاحب:۔

طاہر القادری کے والد کا نام فرید الدین ہے۔ وہ ایک غریب اور متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ فرید الدین گڑھ مہاراجہ میں ضلع کونسل کے مختصر سے شفاخانہ میں بطور ڈسپنسر کام کرتے تھے اور طب سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ ایک مذہبی آدمی تھے۔ ان کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے تھا البتہ جھنگ میں شیعوں کی کثرت اور ان سے میل ملاپ کے سبب ''آدھے تیتر آدھے بٹیر'' والا معاملہ تھا۔ وہ قوالیاں سنتے، مزاروں پر جاتے اور اپنی بچت زیارتوں کے لئے بچا کر رکھتے۔ وہ حج کے علاوہ ایک سے زائد مرتبہ عہد اول کے جلیل القدر مسلمانوں کے مزاروں پر فاتحہ پڑھنے اور برکت حاصل کرنے کے لئے ایران اور عراق گئے۔ مولانا روم کے مزار پر حاضری دینے کے لئے ایک بار خاص طور پر ترکی کا سفر کیا۔

فرید الدین کی جھوٹی کہانی، طاہر القادری کی زبانی:۔

ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور اپریل 1989ء میں طاہر القادری نے اپنے والد صاحب کے متعلق ''میرے والد صاحب قبلہ'' کے نام سے ایک طویل مضمون لکھا۔ قادری صاحب نے اس مضمون میں اپنے والد صاحب کے متعلق انتہائی جھوٹ اور غلو سے کام لیا۔ اختصار کے پیش نظر چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جھوٹ نمبر 1

چار سال میں طب یونانی، ایم بی بی ایس اور درس نظامی:۔

''والد صاحب قبلہ نے چار سال کنگ جارج میڈیکل کالج میں پڑھ کر میڈیکل کی ڈگری لی۔ اس کے ساتھ ہی انھیں طبیہ کالج سے بھی سند مل گئی، اس میں انھوں نے کالج میں ٹاپ کیا تھا۔ اسی زمانے میں انھوں نے دورہ حدیث کی بھی تکمیل کی۔ درس نظامی کی بھی تکمیل کر لی۔ موقوف علیہ تک کتابیں پڑھ کر کچھ اور بھی علوم و فنون پڑھے دار العلوم فرنگی محل سے۔ اس طرح انھوں نے چار پانچ سال کے عرصے میں بیک وقت تین بڑی کامیابیاں حاصل کیں''۔ کنگ جارج میڈیکل کالج سے ڈگری لی

اور درس نظامی مکمل کیا یعنی دینی ،طبی ، ایلو پیتھک اور بہت سے علوم مکمل کیے صرف چار سال کے عرصے میں ۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ چار سال کے عرصے میں ایم بی بی ایس کی ڈگری ملتی ہے نہ درس نظامی کی اور اس زمانے میں طب یونانی کی سند حاصل کرنا بھی کوئی مذاق نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قادری صاحب کے والد نے بعض حکماء کے ہاں دوا سازی کا کام کیا اور بعد میں بغیر کسی سند اور تعلیم کے حکیم بن بیٹھے ۔ والد صاحب نیم حکیم تھے اور بیٹا نیم ملاں ۔ دونوں سے کس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے سب واقف ہیں ۔

جھوٹ نمبر 2

ابدال سے ملاقات بے مثال جھوٹ :۔

دمشق میں جامعہ اموی میں سیدنا یحیٰی علیہ السلام کا مزار ہے۔ والد صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ میں 1962ء میں دمشق میں تھا۔ میں ہر نماز کے بعد سیدنا یحیٰی علیہ السلام کے مزار مبارک پر حاضری دیتا تھا۔ ایک روز خیال آیا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ ملک شام میں ہر وقت چالیس ابدال رہتے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد یہ خیال آیا تو میں نے وہی دعا کی "باری تعالیٰ! میں آج تیرے اس ملک شام میں ہوں جہاں ہر وقت چالیس ابدال رہتے ہیں۔ آج کسی ایک ابدال سے ہی ملاقات کروا دے"۔ فرماتے تھے کہ نماز ظہر کے بعد دعا مانگی اور پھر میں دوبارہ نماز عصر پڑھنے کے لئے آیا اور بعد نماز سیدنا یحیٰی علیہ السلام کے مزار مبارک پر حاضری دے کر سلام عرض کر رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے کہا السلام علیکم ورحمت اللہ و برکاتہ یا دکتور (ڈاکٹر صاحب السلام علیکم) میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو میرے سامنے ایک جوان آدمی کھڑا تھا۔ کالی سیاہ داڑھی، نورانی چہرہ، تیس بتیس سال کی عمر، میرے پیچھے مڑتے ہی انھوں نے فرمایا ا سمک فریدالدین ؟ آپ کا نام فریدالدین ہے؟*(۱) انت من الباکستان ؟ (آپ پاکستان سے ہیں؟) والد صاحب قبلہ فرماتے ہیں ۔ میں جواب دیتا گیا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا حضرت ! آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔اس پر سامنے کھڑے جوان رعنا نے فرمایا *(۲) یا دکتور ما تعارفی (جو آپ نے ارادہ کیا تھا میں آپ کی دعا ہوں) والد صاحب قبلہ فرماتے ہیں پھر میں سنبھل گیا اور چند رازدارانہ باتیں ہوئیں اور ان سے ایک خاص معاملے میں ایک درس لیا۔ بعد ازاں میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت!

کیا آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی۔ فرمانے لگے ہاں ملاقات ضرور ہوگی مگر مدینہ طیبہ میں، رمضان شریف میں تراویح کے دوران۔ اندازہ لگایئے کہ ایک ابدال کی نظر کہاں کہاں تک دیکھ رہی ہے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ پھر میں مدینہ شریف میں حاضری دینے گیا تو ایک شب تراویح کے بعد آخری دو نوافل پڑھ کر فارغ ہو کر پچھلی صف کی طرف ویسے ہی دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں وہی عین میرے پیچھے دمشق کی جامعہ اموی والی نورانی صورت نوجوان شخصیت مشغول نماز کھڑی تھی۔

(قومی ڈائجسٹ لاہور، اپریل 1989ء)

(۱) پاکستان پر لام تعریف داخل نہیں ہوتا یہ اس کے عربی سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔

(۲) یہ بھی عجمی عربی ہے۔

ڈاکٹر فریدالدین صاحب تو دار فانی سے پردہ فرما گئے ہیں کہ ہم ان سے پوچھتے کہ ایک عظیم مذہبی رتبے پر فائز ہستی سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ ان سے ملی ہوئی رہنمائی کو انسانیت کے فائدہ کے لئے بیان کرنے کی بجائے رازدارانہ باتوں کا نام دے کر کتمان علم کے کیوں مصداق ہو رہے ہیں اور خدا جانے کون سے خاص معاملے میں ان سے درس لیا کہ اس کے بیان کو بھی گناہ کبیرہ تصور کیا اور اپنے "نابغہ عصر" فرزند کو بھی اس خبر سے محروم رکھا۔

جھوٹ نمبر 3

حضرت علیؓ سے ملاقات:۔

والد صاحب قبلہ نے سلطان بایزید بسطامیؒ، فریدالدین عطارؒ حضرت بلالؓ، حضرت اویس قرنیؓ اور خصوصی طور پر مولانا جلال الدین رومیؒ کے مزار اقدس سے بے پناہ فیض حاصل کیا اور سیدنا غوث اعظمؒ کے مزار اقدس پر تو باقاعدگی سے حاضری دیتے اور کئی کئی ماہ تک وہاں قیام کرتے۔ 1948ء میں بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں کئی روز قیام کیا۔ ایک روز دل میں خیال آیا کہ حرمین شریفین کی زیارت بھی ہو جائے تو کتنا اچھا ہو لیکن جیب میں پچاس روپے سے زیادہ رقم نہ تھی اور پاسپورٹ بھی نہ تھا۔ فرماتے ہیں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ حرمین شریفین کی زیارت کیونکر ممکن ہے کہ اچانک خیال آیا کہ یہ مسئلہ اپنے پیر و مرشد کے حضور پیش کیا جائے، چنانچہ ایک مناسب وقت میں قبلہ والد صاحب نے اپنے پیر حضرت ابراھیم

سیف الدین کی خدمت میں اپنی اس خواہش کا اظہار کر دیا۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میری عرضداشت سن کر حضرت صاحب مراقبے میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر ارشاد فرمایا۔ فرید الدین! آپ کا معاملہ حضرت علیؓ کے سپرد کر دیا ہے۔ آپ نجف اشرف چلے جائیں اور حضرت علیؓ شیر خدا کے مزار پر مراقب ہو جانا۔ قبلہ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں پیرو مرشد کا حکم سن کر فورا نجف اشرف روانہ ہو گیا۔ چند روز کے بعد میں سیدنا حضرت علیؓ کے دربار پاک کے سامنے حاضر تھا۔ سیدنا الشیخ ابراھیم سیف الدّین کے حکم کے مطابق میں حضرت علیؓ کے مزار پاک پر مراقبے میں بیٹھا رہا۔ فرماتے ہیں اچانک سیدنا علیؓ شیر خدا کی روح مبارک ایک نور بن کر چمکی۔ انھوں نے بیداری کی حالت میں اپنی زیارت کروائی اور مجھے اس مراقبے کی حالت میں پکڑ کر مدینہ پاک پہنچا دیا۔

(قومی ڈائجسٹ اپریل 1989ء)

جھوٹ نمبر 4

حضرت سلطان باھو سے ملاقات:۔

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں کہ والد صاحب کو سلطان باھو سلطان العارفین حضرت باھو علیہ الرحمۃ کی بیداری میں زیارت ہوئی۔

حوالہ: (قومی ڈائجسٹ اپریل 1989ء)

جھوٹ نمبر 5

اولیاء کی مجالس میں:۔

مجھے یہاں میاں صالح محمد نے فرمایا "ہم تمہارے والد کو بڑے بڑے اولیاء کی مجالس میں دیکھتے ہیں، یہ اونچی کچہریوں میں حاضر ہوتے ہیں"۔

(قومی ڈائجسٹ اپریل 1989ء)

جھوٹ نمبر 6

طاہر القادری صاحب کے والد کی نبی سے ملاقات:۔

''ابا جی قبلہ حضور کے روضہ انوار پر اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ پچیسویں شب رمضان المبارک کی آئی تو حضور تشریف لے آئے اور فرمایا فرید الدین اٹھو آج لیلۃ القدر ہے اور آج بارہ بج کر پچاس منٹ پر وہ

مبارک گھڑی ہے قبولیت کی''۔

(قومی ڈائجسٹ اپریل 1989ء)

جھوٹ نمبر 7

سعودی بادشاہ، نیم حکیم اور لاعلاج مرض:۔

''چنانچہ والد صاحب قبلہ قافلے کے ہمراہ سوئے حجاز روانہ ہوئے۔ جب قافلہ حجاز سرحد پر پہنچا تو وہاں اس زمانے کے سعودی بادشاہ کے کارندے اہل قافلہ کے ایک ایک فرد سے پوچھ رہے تھے کہ تم میں کوئی ڈاکٹر ہے؟ بات دراصل یہ تھی کہ سعودی بادشاہ کے بھائی کو کوئی ایسا مرض لاحق تھا کہ یورپ تک علاج کروانے کے باوجود صحت یاب نہ ہو سکا۔ اب وہ زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہا تھا لیکن بادشاہ نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح اس کا بھائی صحت مند ہو جائے۔ والد صاحب قبلہ نے بادشاہ کے مریض بھائی کی نبض کو دیکھا تو فرمایا چند گھنٹوں میں انشاءاللہ آرام آجائے گا۔ والد صاحب فوراً بازار گئے اور اپنے مطلب کی چند اشیاء جو دواء میں استعمال ہو سکتی تھیں، خریدیں اور واپس محل تشریف لے آئے اور ایک ٹب پانی بھروا کر اسے گرم کروایا اور ملازموں سے فرمایا کہ مریض کو علیحدہ کمرے میں کپڑے اتروا کر اس ٹب میں بٹھا دیا جائے اور جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو نئے سرے سے پانی گرم کر کے اس میں یہ دوائی ملا کر دوبارہ اس میں مریض کو بٹھا دیا جائے اور پانی ٹھنڈا ہو جانے پر یہ عمل بار بار دہرایا جائے چنانچہ ملازموں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور صرف دو گھنٹوں کے بعد مریض اپنے پاؤں پر چلتا ہوا ہشاش بشاش کمرے سے باہر آ گیا۔ بادشاہ اور شاہی خاندان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

اسی خوشی میں بادشاہ نے قبلہ والد صاحب کو سات دن تک اپنے پاس بطور شاہی مہمان ٹھہرایا۔ بادشاہ کے بھائی کے مرض کے علاج کرنے کی خوشی میں شاہ سعودی عرب نے انھیں ایک سپیشل کارڈ جاری کیا جس پر لکھا تھا کہ ڈاکٹر فرید الدین اوران کا خاندان جب تک زندہ رہے گا سعودی عرب آمد پران پر کسی قسم کا ٹیکس لاگو نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب ہم 1962ء میں پورے خاندان کے ساتھ حج کے لئے سعودی عرب گئے تو ہم پر کوئی ٹیکس لاگو نہ ہوا اور ہمیں پورے سعودی عرب میں بغیر روک ٹوک پھرنے کی اجازت تھی“۔

کہاں ڈاکٹر فرید الدین صاحب ایک آن میں نجف اشرف سے مدینہ پہنچ رہے ہیں اور کہاں وہ اونٹوں، گھوڑوں کے قافلے میں دھکے کھا رہے ہیں۔ پھر اس زمانہ کے سعودی بادشاہ کا نام تک نہ لیا کہیں جھوٹ کی حقیقت نہ کھل جائے اور وہ لاعلاج مرض جسے یورپ والے بھی مرض الموت قرار دے چکے تھے، اس حکیم حاذق کے دو گھنٹے علاج کرنے سے مریض کو تندرست کر دیا۔ اس طریقہ علاج کا ذکر ہی کر دیتے۔ آئندہ انسانیت کا بھلا ہو جاتا۔ وہ کونسی گیدڑ سنگھی ہے قادری صاحب! ان کی قبر پر مراقبہ فرمایئے اور پوچھ کر ہی بتا دیجئے کیونکہ آپ کے عقیدے کے مطابق آپ کے بزرگ تو قبروں میں نمازیں بھی ادا کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں۔

مایوس العلاج اور مرض موت میں مبتلا بادشاہ کے بھائی کو چند گھنٹوں میں صحت کامل جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس کا شہرہ تو عالم عرب میں ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ یورپ تک علاج کروا چکے تھے۔ پھر سعودی حکومت نے اس خوشی میں سپیشل کارڈ جاری کیا۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کا صرف فرید الدین کے بیٹے کو علم ہونا جھوٹ کی چغلی کھاتا ہے۔ صحافی نے سوال کیا جناب! آپ وہ سپیشل کارڈ دکھا سکتے ہیں؟ وہ کارڈ والد صاحب کی حیات تک ان کے پاس محفوظ تھا بعد ازاں نجانے بے احتیاطی میں ہم سے کہیں گم ہو گیا ہے۔

(قومی ڈائجسٹ اپریل 1989ء)

جھوٹ نمبر 8

علمائے عرب کا نیم ملاں سے مناظرہ:۔

اس دوران جب انھیں پتہ چلا کہ وہ بلند پایہ عالم دین بھی ہیں اور اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں تو انھوں نے عرب کے چوٹی کے علماء کو بلایا اور والد صاحب سے کئی اہم مسائل مثلاً توسل، شفاعت، وغیرہ پر کئی مناظرے کئے۔ ہر روز مناظرہ ہوتا اور ہر روز بادشاہ بھری مجلس میں اعلان کرتا ''اے علمائے عرب تم ہار گئے اور دکتور فریدالدین جیت گئے''۔

یہ اندازہ کرنا بہت آسان ہے کہ اگر ہر روز علماء عرب کی شکست کا اعلان بادشاہ کی زبان سے ہوتا تو نہ صرف اس بات کا شہرہ دور دراز تک پھیل جاتا بلکہ عرب میں اہلحدیثوں کی بجائے قادری صاحب جیسے لوگوں کا بھی کوئی وجود ہوتا۔

(قومی ڈائجسٹ اپریل 1989ء)

جھوٹ نمبر 9

عبقری روزگار:۔

والد صاحب ڈاکٹر فریدالدین صاحب فرماتے ہیں میں ایک رات میں تین، تین، چار، چار سو صفحات کی کتاب پڑھ لیتا تھا۔ پھر سالوں تک کتاب کا ایک ایک حرف، ایک ایک سطر حافظے میں محفوظ رہتی تھی وہ یقیناً عبقری روزگار تھے۔

جب بیٹا نابغہ عصر ہے تو باپ کیوں نہ ہو؟

باپ پہ پوت پتا پہ گھوڑا
بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

اتنے بڑے بزرگ صاحب علم، غالب سے بڑے شاعر، جالینوس کے پائے کے حکیم، یورپ کے ڈاکٹروں سے زیادہ کہنہ مشق اور تجربہ کار ڈاکٹر، صاحب کشف وکرامات ولی، خطیب ومقرر، فقیہہ وعالم،

عبقری روزگار اور مناظر ایسے کہ علمائے عرب بھی شکست کھا جائیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ایسا شخص ان خوبیوں کے سبب اپنے اقران و اماثل میں نمایاں اور ممتاز ہوتا ہے۔ اس کی ایک خاص شہرت اور تاریخ ہوتی ہے اور اس کا باقاعدہ ایک ریکارڈ ہوتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قادری صاحب کے والد میں بیک وقت مذکورہ تمام خوبیاں اتم درجے میں پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں صاحب کشف و کرامات بزرگ بھی تھے جن کی حالت بیداری میں نہ صرف اولیاء اللہ سے ملاقات ہوئی بلکہ حضرت علیؓ اور حضور الصادق المصدوق حضرت محمد ﷺ سے بھی ملاقات ہوئی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ''عبقری روزگار'' کی ان تمام خوبیوں کو اپنے ہی ''نابغہ عصر'' بیٹے کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں نابغہ عصر تنہا عبقری روزگار کے ممدوح ہیں۔

تمہیں جانتا کون ہے تمہاری گلی کے سوا

اتنی عظیم صلاحیتوں کے ساتھ یہ گمنامی اور مجموعہ خوبی کے باوجود ان کی شخصیت کا پردہ اخفاء میں رہنا اور

اب یک بیک بیساکھیوں کے سہارے انھیں نمایاں کرنے کی کوشش کرنی پڑے، بڑی عجیب بات ہے لیکن جن موجودہ شہادتوں سے مذکورہ دعوؤں کو جانچا جا سکتا ہے ان کی گمشدگی کا اعلان بھی کر دیا مثلاً ان کی شاعری کا دیوان ''دیوان فریدہ'' کے نام سے تھا وہ گم ہو گیا۔ سعودی حکومت نے جو ''سپیشل کارڈ'' عنایت کیا تھا وہ بھی گم ہو گیا تا کہ ان مبینہ دعووں کو تحقیق کی کسوٹی پر کوئی پرکھ نہ سکے۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

دوسری خاص بات یہ ہے کہ ایسی عظیم شخصیت نے علم طب پر کوئی یادگار چھوڑی نہ دینی امور میں کوئی علمی اور تحقیقی کام، نہ تاریخ طب میں اس عبقری روزگار کا کوئی تذکرہ نہ علماء کی فہرست میں ان کا ذکر خیر اور ہمارے پیران طریقت کی تو یہ عادت ہے کہ وہ پاگل اور مجنون حتیٰ کہ ننگے شاہ کی تعریف میں بھی غلو کی انتہا کر دیتے ہیں مگر درباری حلقہ بھی اس ولی کامل سے بالکل ہی ناآشنا ہے۔ درحقیقت یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں فقط زیب داستاں کے لئے گھڑے گئے ہیں۔

قادری صاحب گذرے لمحات اور کرائے کے مکان کو بھول چکے ہیں۔ میاں شریف کی عنایات اور

مریدوں کی جیبوں کے سہارے اربوں دولت اکٹھی کر چکے ہیں اور دولت کی اس وافر آمد کے بعد وہ شرم محسوس کرتے ہیں کہ ان کے والد ایک معمولی ڈسپنسر تھے حتیٰ کہ قادری صاحب اب اپنے حقیقی نام اسحاق سے بھی نفرت کرتے ہیں اور اب قادری صاحب لفظ مولوی سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ یہ ایک عام فہم سی بات ہے کہ اگر ان کے والد میں مذکورہ خوبیوں میں سے کوئی ایک بھی خوبی ہوتی تو یقیناً صرف قادری صاحب اکیلے ان کے ممدوح نہ ہوتے۔

مشک آنست کہ خود ببوید　　　نہ کہ عطار بگوید

اگر یہ ساری باتیں قادری صاحب نے از خود گھڑ کے اپنے والد کی جانب منسوب کی ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ قادری صاحب تو اس سے بھی بڑے بڑے جھوٹ بولنے کے عادی ہیں اور اگر واقعتاً یہ باتیں قادری صاحب کے والد نے بذات خود نابغہ عصر سے بیان کی ہیں تو پھر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ.... باپ نمبری بیٹا دس نمبری

بڑے میاں تو بڑے میاں　　　چھوٹے میاں سبحان اللہ

جھوٹ نمبر 10

فریدالدین اپنی موت کے وقت سے آگاہ تھے:۔

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں زندگی کی آخری گھڑیوں میں جب ان پر تین مرتبہ ہارٹ اٹیک ہوا تو اس وقت بھی وہ مصلے پر تھے۔ پہلا دورہ پڑا تو انھیں بستر پر لٹا دیا گیا۔ میں جب آیا تو مجھے الگ لے گئے اور آہستہ سے فرمایا بیٹے! بہن بھائیوں سے بیان نہ کرنا بچے ہیں، روئیں گے میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ میرا مرض الموت ہے۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد فرمایا مجھے اللہ پاک نے تیس سال سے آگاہ کر رکھا ہے کہ زندگی میں صرف ایک ہی بار عارضہ قلب ہوگا جس سے میری وفات ہو جائے گی۔ بس وہ عارضہ قلب ہوگیا مجھے اسی کا انتظار تھا۔ میرا دم رخصت ہے۔ اسکے بعد کچھ اور نصیحتیں فرمائیں کچھ وصیتیں فرمائیں پھر فرمایا اب میرے ساتھ اس طرح دن گزارو کہ میں مسافر ہوں ان ایام میں مجھے طاہر

صاحب اور آپ کہہ کر پکارتے۔ یہ بھی ان کی تربیت کا حصہ ہے۔

(قومی ڈائجسٹ اپریل 1989)

قادری صاحب نے اپنے ابا حضور کی جو کرامات خود بتائی ہیں ان سے قادری صاحب اور ان کے ابا حضور کا مقام آسانی سے تعین کیا جا سکتا ہے۔

جھوٹ نمبر 11

زندہ یا مردہ:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں ابا جی قبلہ رحمت اللہ علیہ کے وصال کے دس روز بعد خواب میں مجھے ان کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے ان سے تین سوال کئے۔ وہ تین سوال یہ تھے۔ پہلا سوال یہ کہ جنازے کے بعد جب آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کی تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ کی آنکھیں اس وقت کھل گئی تھیں، لب واء ہو گئے تھے اور چہرے پر اتنی بھر پور مسکراہٹ تھی کہ ہمیں خود واقعتاً گمان ہو گیا کہ کہیں ہم نے غلطی تو نہیں کر دی۔ شائد تکلیف کی شدت سے ڈاکٹروں کو مغالطہ ہو گیا ہو کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ اور ہم غسل دے کر آپ کو یہاں لے آئے ہیں۔ اب کیا کریں؟ ہم لوگ مبارک دینے لگے ایک

دوسرے کو اور سوال کیا کہ یہ جو یکا یک مسکراہٹ ہو گئی اس کا سبب کیا تھا؟ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جنازے سے پہلے وصال کے بعد درمیانی عرصے میں چہرے کی جو کیفیت تھی وہ مسکراہٹ کی نہیں تھی نہ پریشانی کی تھی بلکہ پرسکون نیند کی کیفیت تھی (پہلے بیان پر غور کیجئے بھر پور مسکراہٹ اور لب تک واء ہو گئے اور آنکھیں کھلی تھیں) اور ہم نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے ان کے ارشاد کے مطابق جیسا کہ انھوں نے مجھے ارشاد فرمایا تھا ایک منٹ پہلے تک پوری دنیا ان کے چہرے کی زیارت کرتی رہی تھی۔ چہرہ مبارک کھلا ہوا تھا جب نماز جنازہ کے لئے صفیں بن گئیں۔ ہم نے ان کے چہرہ مبارک پر کپڑا ڈال دیا۔ اب نماز جنازہ میں کتنا وقت لگ جاتا ہے؟ دو یا تین منٹ دعا ہوئی اور پھر ان کے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا گیا۔ اس پر جو دو منٹ لگے اس کے بعد کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ وہ مسکرا رہے تھے اور بے پناہ مسکرا رہے تھے۔

(بحوالہ: قومی ڈائجسٹ مذکور و روزنامہ مشرق 25 فروری 1990ء)

جھوٹ نمبر 12

قبر کا معاملہ

دوسرا سوال یہ تھا کہ وصال کے دس روز بعد آج آپ ملے ہیں دس روز جو ملاقات نہیں ہوئی اس کی وجہ کیا تھی؟ تیسرا سوال میرا یہ تھا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو قبر میں منکرین سوال کے لئے آتے ہیں۔ وہ سوال پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو ابا جان! یہ فرمایئے جب منکرین سوال کرنے آئے تو آپ نے کیا جواب دیا اور وہ معاملہ کیسے ہوا؟

(قومی ڈائجسٹ مذکور)

جھوٹ نمبر 13

پردے اٹھا دیے گئے:۔

پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے فرمایا بیٹے آپ لوگ جنازہ پڑھ کر فارغ ہوئے اور آپ نے کپڑا میرے چہرے سے ہٹایا اور مسکراتا ہوا پایا۔ اس وقت پردے اٹھا دیے گئے تھے اور وہ عالم آخرت اور عالم عقبیٰ کے مقامات اور باغات جنت اور عرش کی اعلیٰ سیر گاہیں اللہ پاک نے مجھے دکھانا شروع کیں

اور جب میں ان کو دیکھنے لگا تو ان خصوصی انعامات کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہا تھا اور مسکرا رہا تھا اور آپ میری مسکراہٹ کا تعلق ادھر سمجھ رہے تھے۔ میری مسکراہٹ کا سبب یہ تھا کہ اسی وقت عالم بالا کی سیر شروع ہوگئی تھی۔

(قومی ڈائجسٹ مذکور)

جھوٹ نمبر 14

عالم بالا کی سیر:۔

دس روز نہ ملنے کا سبب یہ فرمایا کہ مجھے دس روز تک عالم بالا کی سیر کرائی جاتی رہی اور آج فارغ ہوا ہوں تو آپ کو ملنے کے لئے آ گیا ہوں۔ (ایضاً)

جھوٹ نمبر 15

منکر نکیر کی چھٹی:۔

تیسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا بیٹے منکرین سوال کے لئے میری قبر میں آئے تو میں اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ انھوں نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا تو واپس چلے گئے اور آج دس دن ہو گئے ہیں انتظار کر رہا ہوں کہ آ کر سوال تو کریں لیکن وہ مڑ کر ہی نہیں آئے۔

(ایضاً)

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

تضاد بیانیوں پر غور فرمائیے۔ ایک طرف دفن سے پہلے ہی تمام پردے ہٹ گئے اور جنت، باغات عقبیٰ کے ۔۔۔ اور سیر گاہیں نظر آنا شروع ہو گئیں اور دفن سے لے کر دس روز تک جناب کو سیر کرنے سے فرصت ۔۔ نہ تھی اور دوسری طرف جناب دس دن سے قبر میں شدت سے منتظر ہیں کہ منکرین سوال کرنے کے لئے کیوں نہ آئے۔

قادری ۔۔۔ ن سچا:۔

حضور صادق المصدوق کی حدیث مبارک ہے کہ مردہ دفنانے کے بعد ہی مردے سے باز پرس شروع ہو

جاتی ہے لیکن واحد قادری صاحب کے والد گرامی ہیں جن سے حساب بالکل نہیں ہوا۔ نامعلوم اس سے قادری صاحب اپنے ابا حضور سے متعلق کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

طاہر القادری کا تعلق جھنگ کے ایک غریب خاندان سے ہے۔ اس کے والد اور ان کا ذریعہ معاش کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ پریس والوں کے ایک سوال کے جواب میں انھوں نے اس بات کو غلط قرار دیا کہ ان کا اصلی نام اسحاق ہے اور وہ اس نام کے ساتھ پیر محمد کرم شاہ صاحب کے رسالہ ضیائے حرم میں مضامین لکھتے رہے ہیں۔ طاہر القادری نے اس سوال کے جواب میں کہا

جھوٹ نمبر 16

پیدائش سے پہلے نام:۔

انھوں نے کہا کہ ''ان کے والد نے ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کا نام طاہر رکھا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں ان کا کوئی مضمون چھپ گیا ہو''۔

واہ! سبحان اللہ۔ ایک تو پیدائش سے پہلے نام رکھ دیا گیا۔ دوسرا یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا کوئی مضمون چھپ گیا ہو۔ طاہر القادری صاحب اسحاق نام سے انکاری کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کی کرامتوں کے ذکر میں اپنے مریدوں کو بتا چکے تھے کہ اس کی پیدائش سے بھی قبل رسول اللہ ﷺ نے میرا نام طاہر القادری رکھا تھا۔ اس لئے میرے باپ نے میری پیدائش سے پہلے اس بشارت کے پیش نظر میرا نام طاہر رکھ دیا تھا۔ کیا خوب ملی بھگت ہے باپ بیٹے کی۔ کیا کہیے باپ نے پیدائش سے پہلے طاہر نام رکھ دیا تھا اور بیٹے نے باپ کے مرنے کے بعد ایک معمولی ڈسپنسر کو حاذق حکیم اور فزیشن ،ڈاکٹر، نامور عالم دین، مناظر، غالب کے پائے کا شاعر، خطیب اور عبقری روزگار بنا دیا۔

جھوٹ نمبر 17

طاہر القادری کا نام نبیؐ نے رکھا اور ولادت بھی ان کی بشارت سے ہوئی:۔

''بقول وابستگان ادارہ اللہ رب العزت کی خصوصی رحمت جناب رسالت مآبؐ کے بے پایاں لطف و کرم اور جناب غوثیت مآب حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیاء کے فیضان کا مظہر ہے۔ اس کی

ولادت بھی صحابہ رضوان اللہ علیہ، اہل بیت اور حضورؐ کی بشارت پر ہوئی اور نام بھی آپؐ نے رکھا''۔

(منہاج القرآن، مئی 1989 صفحہ 33)

طاہر القادری کے ہوشربا خواب:۔

دولت، شہرت اور اقتدار کے لالچ میں لوگوں نے بڑے بڑے سنگین جرائم کئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ طاہر القادری ان لوگوں کی فہرست میں صفحہ اول کا عیار، مکار، ایمان فروش انسان ہے۔ یہ وہ ظالم ہے

جس نے محض دولت اور شہرت کے حصول کی خاطر عوام الناس کو مذہب کے نام پر دھوکہ دیا ہے اور محض چند سکوں کی خاطر نہ صرف اصحاب پیغمبر کی توہین کی بلکہ خاتم الانبیاء ﷺ کی توہین کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ڈھیٹ اور بے شرم بھی دنیا میں دیکھے ہیں مگر
سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

طاہر القادری کے ہوشربا خواب ہم نقل کفر کفر نہ باشد کے طور پر نقل کرتے ہیں جو اس کی اپنی آواز میں ریکارڈ کئے ہوئے کیسٹ سے درج ذیل سطور میں منتقل کیا گیا ہے۔ ہم بغیر کسی تبصرہ کے قادری صاحب کے خواب اور ان کی تعبیر قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 18

صوبہ سندھ میں حضور ﷺ کی تشریف آوری

''پھر رات آقائے دوجہاں نے کرم فرمایا۔ ہوا یہ کہ میں یہاں بیٹھا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی ہے خیال ایسا گزرتا ہے کہ صوبہ سندھ کی طرف کراچی شہر ہے یا کراچی جیسا کوئی اور شہر ہے سمندر کے کنارے اور یہ خیال گذر رہا ہے کہ اس جگہ حضور ﷺ تشریف لائے ہوئے ہیں اور لوگ زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ آج آپ کو وہ پوری بات بتا رہا ہوں کہ جس میں سے ایک چھوٹا سا جملہ بیان کیا تھا اور طوفان مچ گیا تھا وہ جملہ ''قومی ڈائجسٹ'' میں چھپا تھا وہ چھوٹا سا جملہ اس قصے میں سے تھا اب جو پورا سنا رہا ہوں۔ اس کا تعلق موجودہ ملکی حالات سے ہے۔ اس کے بعد آپ اندازہ کر سکتے ہیں اور فیصلہ کر سکیں گے کہ اب ہماری ذمہ داری کیا بنتی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور مرتے دم تک کہوں گا کہ آپ شریک سفر ہوں یا نہ ہوں (اس ذمہ داری کو) نہیں چھوڑ سکتا۔ چھوڑوں تو میرا ایمان جاتا ہے۔

جھوٹ نمبر 19

نبیؐ اور طاہر القادری:۔

آقا تشریف لائے ہوئے ہیں۔ لوگ زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ میں بھی پہنچ جاتا ہوں۔ دو کمرے

ہیں۔ان میں سے ایک میں بستر پر آرام فرما ہیں۔دروازہ کے دونوں کواڑ بند ہیں تھوڑے سے کھلے ہوئے ہیں۔ان کواڑوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے کہ سامنے کھڑا ہو کر کوئی شخص دیکھتا ہے تو حضورؐ نظر آتے ہیں۔بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ہجوم میں پھر لوگ آہستہ آہستہ واپس جانے لگتے ہیں۔میں پوچھتا ہوں واپس کیوں جا رہے ہو؟ بتاتے ہیں کہ حضورؐ ناراض ہیں،خفا ہیں۔لوگوں کو زیارت نہیں کرا رہے ہیں۔اس لئے لوگ واپس جا رہے ہیں۔اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔ میں کھڑا رہا۔لوگ واپس جاتے رہے حتیٰ کہ آخر میں چند لوگ باقی رہ گئے۔میں بھی ان میں کھڑا تھا۔آقاؐ باہر تشریف نہ لائے۔اتنے میں جو باقی اکا دکا کھڑے تھے۔وہ بھی سارے چلے گئے۔کوئی شخص باقی نہیں رہ گیا۔ ایک تنہا میں کھڑا رہتا ہوں اس کواڑ کے سامنے۔اس میں سے میں حضور کو تک رہا ہوں۔

جھوٹ نمبر 20

حضور ﷺ طاہر القادری کی طرف دیکھتے اور مسکراتے:۔

حضورؐ لیٹے لیٹے میری طرف تکتے ہیں اور تھوڑا سا مسکرا دیتے ہیں۔دل میں آرزو آتی ہے کہ کاش! آقا باہر تشریف لے آئیں۔اتنے میں حضورؐ باہر تشریف لے آتے ہیں۔سامنے سے گزر کر دوسرے کمرے میں تشریف لے جاتے ہیں۔دوبارہ وضو فرماتے ہیں۔واپس پھر اسی کمرے میں تشریف لے جاتے ہیں اور مجھے اندر کمرے میں بلا لیتے ہیں۔کوئی صوفہ کمرے میں پڑا ہے۔حضورؐ اس پر تشریف رکھتے ہیں اور میں ان کے قدمین شریفین سے لپٹ کر نیچے بیٹھ جاتا ہوں۔آقا گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔فرماتے ہیں"طاہر! میں اہل پاکستان کی دعوت پر یہاں کے دینی اداروں اور دینی جماعتوں اور علماء کی دعوت پر پاکستان آیا تھا"۔فرماتے ہیں کہ"اہل پاکستان نے مجھے پاکستان آنے کی دعوت دی تھی۔

جھوٹ نمبر 21

نبی ﷺ اہل پاکستان سے نالاں ہیں:۔

اور اب میں اہل پاکستان سے نالاں ہو کر جا رہا ہوں"۔آپؐ نے فرمایا کہ"انھوں نے مجھے بڑا دکھ دیا ہے۔میں اہل پاکستان،یہاں کی دینی جماعتوں،اداروں اور علماء سے دکھی ہو کر واپس جا رہا ہوں۔

انھوں نے میری قدر نہیں کی ۔ مجھے بڑا دکھ پہنچایا ہے۔کوئی اہتمام نہیں کیا۔میزبانی نہیں کی۔ مجھے بڑا دکھ دیا ہے۔

نبیؐ دکھی ہو کر پاکستان سے روتے ہوئے جا رہے ہیں:۔

میں نے دکھی ہو کر فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اب پاکستان چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں۔اس لئے میں ان لوگوں سے نہیں ملا"۔

جھوٹ نمبر 22

طاہر القادری کے کہنے پر نبیؐ نے فیصلہ بدل لیا:۔

میں یہ بات سن کر نبیؐ کے قدموں پر گر جاتا ہوں۔قدمین شریفین پکڑ لیتا ہوں۔ چومتا ہوں، روتا ہوں، چیختا ہوں، ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ آقاؐ خدا کے لئے اپنا فیصلہ بدل لیجئے۔ پاکستان چھوڑ کر نہ جایئے۔اپنے فیصلے پر نظر ثانی فرمایئے۔آقاؐ فرماتے ہیں کہ انھوں نے مجھے دعوت دی تھی۔ میں ان کی دعوت پر یہاں آیا تھا اور انھوں نے میری عزت نہیں کی۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب پاکستان چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا۔۔۔۔۔

میں روتا جا رہا ہوں اور التجائیں کرتا جا رہا ہوں کہ آقاؐ کرم کیجئے۔پاکستان چھوڑ کر واپس نہ جایئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ حضورؐ کیا کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے، آپ کے یہاں رہ جانے کی۔ بار بار فرماتے ہیں نہیں میں اب واپس جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔انھوں نے مجھے بڑا دکھ دیا ہے۔ یہ اصرار کے ساتھ فرما رہے ہیں اور میں روتا جا رہا ہوں۔ میں نے قدم پکڑے ہوئے ہیں اور کہتا ہوں حضورؐ نہیں جانے دیں، آپ کرم فرمائیں، نظر ثانی فرمائیں۔ بڑی دیر تک رونے اور التجاء کرنے کے بعد آقاؐ کی طبیعت مقدسہ میں کچھ پیار آتا ہے۔شفقت آتی ہے۔غصہ مبارک ذرا ٹھنڈا ہوتا ہے اور کہتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 23

طاہر القادری سے نبیؐ کی شرط:۔

طاہر پاکستان میں مزید ٹھہرانا چاہتے ہو تو اس کی صرف ایک شرط ہے تم اس شرط کو پورا کرنے کا وعدہ کر لو تو

میں وعدہ کرتا ہوں کہ۔۔۔۔۔۔۔میں عرض کرتا ہوں آقا! مجھے انکار نہیں ہے۔ بڑی سعادت ہے۔ میں اس قابل کہاں حضورؐ میں میزبانی کیسے کرسکوں گا۔ مجھ سے میزبانی کیسے ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ بس شرط یہ ہے کہ تم مجھ سے وعدہ کرلو میری میزبانی کا۔ تنہا تم وعدہ کرلو۔ پھر میں وعدہ کرلیتا ہوں۔ رو رو کر ہاتھ جوڑتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ حضورؐ میں نے آپ سے وعدہ کرلیا ہے۔۔ میں میزبان بنتا ہوں حضورؐ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جھوٹ نمبر 24

طاہر القادری میزبانِ حضورؐ:۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ طاہر تم نے وعدہ کیا ہے تو میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ رک جاتا ہوں اور فرمایا کہ تمہارے کہنے پر میں مزید سات دن تک پاکستان میں قیام کروں گا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ان سات دنوں سے کیا مراد ہے۔۔ وہ کتنی مدت بنتی ہے وہی جانتے ہیں۔ مجھے اس کی تفصیل نہیں معلوم، فرمایا۔۔۔۔۔۔تمہاری میزبانی میں سات دن رکتا ہوں۔ میں نے کہا حضورؐ! مجھے منظور ہے۔ لیکن یہ کیسے ہوگا سب کچھ۔۔۔۔۔۔۔فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم عہد کرلو سب انتظام ہوجائے گا۔

جھوٹ نمبر 25

ٹھہرنے، کھانے پینے اور مدینہ کے ٹکٹ کا انتظام کرو:۔

پھر فرماتے ہیں کہ ایک وعدہ کرو مجھ سے۔۔۔۔۔میرے ٹھہرنے کا بھی انتظام تمہیں کرنا ہے۔ میرے کھانے پینے کا بھی انتظام تمہارے سپرد ہوگا۔ پاکستان میں جہاں کہیں آؤں جاؤں گا وہ ٹکٹ اور انتظام آمدورفت تمہارے سپرد ہوگا اور جب واپس مدینہ جانا ہوگا تو مدینہ تک کا ٹکٹ بھی تم لے کردو گے۔ یہ سارے انتظام تمہارے سپرد ہوں گے۔ یہ وعدہ کرلو۔ میں نے عرض کیا حضور! یہ سارا وعدہ ہوگیا ہے۔ فرماتے ہیں پھر میرا وعدہ ہے کہ میں سات دن تک یہاں رک جاتا ہوں۔

جھوٹ نمبر 26

منہاج القرانؔ بنانے کا حکم حضورؐ نے فرمایا:۔

اس وقت آقاؐ نے فرمایا کہ تم اپنا ادارہ منہاج القران بناؤ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ادارے میں آؤں گا۔ حاضرین آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو شخص وعدہ کر چکا ہو، اسے تنہا ہی سفر کیوں نہ کرنا پڑے وہ اس سے کیسے پھر سکتا ہے۔ میرا تو ایمان جاتا ہے۔ یہ جو کچھ پاکستان میں دین کے ساتھ ہو گیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ اس امر کی طرف اشارہ نہیں تھا کہ اہل پاکستان نے مجھے دکھ دیا ہے۔ دوستو مبارک ہو آپ کو کہ ان سب کے لئے مرنے کے بعد حضورؐ نے اپنی میزبانی آپ کو پیش کر دی۔ منہاج القرآن کو میزبانی سپرد کی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ کیا اس میزبانی سے اسلام کا نفاذ مراد نہیں ہے۔ اسلامی انقلاب کے لئے مراد نہیں ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور ہے۔ دوستو! اگر آپ تن من دھن اسلامی انقلاب کے لئے نہیں لٹاتے تو ہمارا ایمان جاتا ہے۔ میں تو آقاؐ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ آپ بھی وعدہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔؟

> ☆ **نوٹ:**۔ طاہر القادری کا یہ بھی ایمان ہے اور وہ خود لکھتا ہے نبیؐ نے فرمایا میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔ کوئی پوچھے کہ جو کل کائنات کو اللہ سے رحمتیں لے کر تقسیم کرنے والے ہوں ان کو روٹی اور ٹکٹ کے پیسے اور رہائش کی جگہ کا محتاج بتانا قادری کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دوسری خاص بات یہ بھی ہے کہ قادری صاحب کا عقیدہ ہے کہ نبیؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو کیا حاظر ناظر بھی رہائش اور سفر کے ٹکٹ کے محتاج ہیں؟
>
> عقل زحیرت کہ چہ عجب بوالعجی است

جھوٹ نمبر 27

نبی نے فرمایا آج طاہر اذان دے گا:۔

پھر ایک وقت آیا کہ میں مسجد نبوی میں بصورت خواب بصورت رُویاء صالحہ بصورت بشارت بلایا گیا۔ جمعہ کا دن ہے۔ بہت بڑا عظیم الشان اجتماع ہے۔ اجتماع عالمی نوعیت کا ہے۔ امت مسلمہ کے اطراف و

اکناف لوگ وہاں جمع ہیں۔ جمعہ کی اذان کا وقت ہے۔ مئوذن اذان دینے کھڑا ہے۔ خدا جانے وہ مئوذن کون ہے۔ حضور کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے کہ اس مئوذن کو ہٹادو، آج جمعہ کی اذان طاہر دے گا۔ پوری امت کا اجتماع ہے۔ یہ کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے۔ دعوت تم دو اس کے متعلق کرم نوازیاں اور بھی ہیں لیکن آپ سے متعلق حصہ اس قدر ہے۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی 19 جولائی 1990)

جھوٹ نمبر 28

طاہر القادری نے صحابہ کے ساتھ نبیؐ کے پیچھے نماز پڑھی:۔

ہوا یوں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ طیبہ میں حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور دور موجودہ دور نہیں وہی دور جو رسالت کا دور تھا۔ اصل دور بعد کا دور نہیں۔ وہی مدینہ ہے چھوٹا سا۔ صحابہ کرام کے گھر میں وہ رہتے ہیں۔ چھوٹی سی مسجد نبوی ہے اور اس میں حضور تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے ہیں۔ ایک دن اور ایک رات غالباً آقاؐ نے پانچ نمازیں صحابہ کرام کے ساتھ اپنی اقتداء میں پڑھائیں۔ ہر نماز صاف ظاہر ہے حضورؐ ہی پڑھاتے تھے۔ صحابہ کرام شریک ہوتے۔ چونکہ دور وہی تھا۔ پہلی صف میں مجھے بھی ان (صحابہ کرامؓ) کے ساتھ شریک فرمایا۔۔۔۔۔۔۔

(روزنامہ خبریں لاہور 4 جولائی 1993ء)

جھوٹ نمبر 29

طاہر القادری کو نبیؐ نے پہلو میں لے لیا:۔

نماز عصر کے بعد خلفائے راشدین کو ساتھ لیا اور باہر ایک صحرائی علاقہ ہے۔ ریتلہ ٹیلا سا ہے۔ اس ٹیلے پر چلے گئے۔ وہاں ایک نشست ہے۔ بتایا گیا کہ حضور اپنے خلفاء کے ساتھ روزانہ وہاں نشست فرماتے ہیں۔ اس ٹیلے کی نشست پر جا کر بیٹھ گئے۔ حلقہ بن گیا۔ دائیں طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ، بائیں طرف حضرت عثمان غنیؓ، درمیان میں آقا تشریف فرما ہیں۔ میں چھوٹا سا بچہ تھا از راہ شفقت اپنے دائیں طرف اپنے پہلو میں لے لیا۔ پیار سے بٹھایا تو ان چاروں خلفائے راشدین کا مجھ سے

فرداًفرداًتعارف کروایااور میرانام لے کر ہر ایک سے فرداًفرداًتعارف کرایا۔۔۔۔۔!(ایضاً)

خوف خدائے پاک دلوں سے نکل گیا
آنکھوں سے شرم سرور کون و مکاں گئی

جھوٹ نمبر30

طاہرالقادری آگ میں:۔

بعدازاں کچھ ایسے یاد پڑتا ہے کہ جیسے سیدنا امام حسنؓ سے کچھ فرمایا یہ کہ مجھے ایک بہت بڑے میدان میں لے جایا گیا۔اس میدان میں ایک بہت بڑا الاؤ ہے۔آگ جل رہی ہے۔ بڑے اکابرین،تابعین، اولیاءکرام اپنی جگہ پر موجود ہیں۔سیدنا امام حسنؓ اور غالباً سیدنا حضرت امام حسینؓ موجود ہیں۔حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کو بھی پہچان رہا ہوں اور باقی اولیاءکرام کا ہجوم ہے۔آگ جل رہی ہے اور انھیں حکم ہوتا ہے کہ طاہر کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسکو آگ سے بار بار اس طرح گذارا جائے کہ اس کا آگ سے خوف دور ہو جائے۔سیدنا امام حسنؓ میرے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں پکڑ لیتے ہیں۔باقی اکابرین اور اولیاءکرام وہ بھی پکڑ لیتے ہیں اور اپنی ہمراہی میں آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور مجھے بھی داخل کر دیتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں ڈرنا نہیں ہے اس آگ سے اور حضورؐ کا درود پاک مسلسل پڑھتے ہیں تین چار بار انھوں نے خود مجھے پکڑ کر گزارا۔تین چار بار گزرنے سے آگ کا خوف ختم ہو گیا۔فرماتے ہیں ہم تو گذرتے ہی رہتے ہیں اب تم اکیلے گزرتے رہو پس پھر وہ اپنے طور پر گزرتے ہیں اور میں پھر مسلسل خدا جانے کتنی بار درود پاک پڑھتا رہتا ہوں،گزرتا ہوں،نکلتا ہوں۔آگ نہ نقصان دیتی ہے نہ جلاتی ہے بس پھر میں آگ سے گزرتا رہتا ہوں۔پھر یہ خیال مجھے منتقل ہوا کہ اس میں سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے گزر کے اس کا خوف دور ہو جائے۔یہ وہ ابتدائی دور کی بات ہے جو میں نے بتائی۔

(روزنامہ خبریں لاہور 4 جولائی 1993ء)

طاہرالقادری کے خواب تقویت ایمانی کا باعث ہیں:۔

محض دولت سمیٹنے کی خاطر قادری صاحب نے یہ من گھڑت قصے جس میں نہ صرف صحابہؓ کی توہین کی گئی بلکہ خاتم الانبیاء ؐ کی بھی توہین کی گئی ہے اور اپنے ان بے شمار جھوٹوں کی وجہ سے جو اس ظالم نے نبیؐ کی جانب منسوب کیے ہیں۔ اس وجہ سے خود بھی جہنمی ہوا۔ جس نے دنیا میں جہنمی دیکھنا ہو تو طاہرالقادری کو دیکھ لے کیونکہ نبی ؐ نے فرمایا ہے جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم کرلیا۔ حضور صادق المصدوقؐ کے اس فرمان کے بعد قادری کے جہنمی ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا اور خواب کے آخر میں قادری نے خود بالکل سچ کہا ہے کہ حکم ہوا ''طاہر کو آگ میں ڈال دو'' یقیناً ایسے ظالموں کا یہی انجام ہے۔

ڈر اس وقت سے جو ہے آنے والا

طاہرالقادری کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کی علماء نے خوب خبر لی اور طاہرالقادری کو گستاخی رسولؐ کی بناء پر واجب القتل ٹھہرایا گیا مگر یہ ظالم شرمندہ ہونے کی بجائے فخر کرتا ہے اور اس کے چیلے لکھتے ہیں پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری نے اپنے بعض نیک خوابوں اور مبشرات کا تذکرہ کیا تو مثبت ذہن رکھنے والے لاکھوں عوام کے لئے یہ امر تقویت ایمانی کا باعث بنا۔

(ماہنامہ منہاج القرآن اگست 1989ء)

قادری صاحب! حیاء کرو اور اس وقت سے ڈرو۔

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کر سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

☆☆☆

جھوٹ نمبر 31

چند اور گوہر افشانیاں اور گستاخیاں:۔

نبیؐ نے طاہر القادری کو بوسہ دیا:۔

حضورؐ نے مجھے دودھ کا ایک بھرا ہوا مٹکا عطاء کیا۔ میں (طاہر القادری) وہ تقسیم کرنے لگا اور رسول پاکؐ نے میری پیشانی پر بوسہ دے کر اپنا کرم فرمایا۔

(قومی ڈائجسٹ لاہور نومبر 1986ء اور رسالہ نابغہ عصر)

جھوٹ نمبر 32

تاجدار مدینہ نے بجٹ بنانے کی کنجی قادری کو عطاء کی:۔

علامہ طاہر القادری نے مختلف مقامات پر بجٹ اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوامی تحریک کی حکومت آئی تو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضے اٹھا کر ان کے منہ پر ماریں گے۔ مجھے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجٹ بنانے کی کنجی عطاء کر دی ہے۔ ہمارے دور حکومت میں کوئی بھوکا نہیں رہے گا۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 4 نومبر 2000ء)

جھوٹ نمبر 33

طاہر القادری کی کرامت:۔ (از عباس اطہر)

قادری صاحب ایک غیر ملکی دورے سے واپس آئے دس بارہ اخبار نویسوں کو بات چیت کے لئے اپنے گھر مدعو کیا۔ اندر سے ایک بیگ منگوایا اور کلون کی شیشیاں تقسیم کرنے لگے۔ بیگ خالی ہونے پر انھوں نے کہا کہ اس میں صرف آٹھ شیشیاں تھیں میں نے دل میں دعا کی اور پڑھ کر پھونک ماری تو دس ہو گئیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 15 اپریل 2001ء)

واہ سبحان اللہ! اور کیا کہنا قادری کی کرامتوں کا۔ ایسی کرامتوں پر حضرت فیض کی یاد آتی ہے۔

سمندر پہ چل اور الیاس بن جا
ہواؤں پہ اڑ اور سلمانیاں کر
علم کھول کر جوش بدمستیوں کے
جہاں داریاں کر جہاں بانیاں کر

جھوٹ نمبر 34

طاہر القادری کی عمر:۔

خوابوں کے سلسلے میں ایک اہم خواب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے میری عمر 63 سال مقرر کی جو حضور پاک نے بڑھا کر 66 سال کر دی لیکن میں نے قبول نہ کی اور عرض کیا کہ میں 63 سال سے زیادہ زندہ رہنا نہیں چاہتا کیونکہ اس طرح عمر کے سلسلے میں سنت نبوی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہونگا اور حضور نے مان کر 63 سال کر دی۔

بندہ پوچھے قادری صاحب! پھر بلٹ پروف جیکٹ اور درجنوں گارڈ کس لیے؟ حالانکہ آپ نے اپنے خوابوں کو رویاء صادقہ اور مبشرات صالحہ قرار دیا ہے گویا کہ قادری صاحب کو رسول اللہ ﷺ پر اعتماد باقی نہیں رہا۔ اعتماد ہوتا تو حفاظتی عملہ کیوں رکھتے۔

جھوٹ نمبر 35

منہاج القرآن نبی کے لطف وکرم اور غوث اعظم کے فیضان کا مظہر ہے:۔

ادارہ منہاج القرآن اور رب العزت کی خصوصی رحمت جناب رسالت مآب کے بے پایاں لطف و کرم اور جناب غوثیت مآب حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیاء کے فیضان کا مظہر ہے۔ اس کے بانی اور قائد کی ولادت بھی صحابہ واہل بیت اور حضور کی بشارت پر ہوئی اور نام بھی آپ نے رکھا۔

جھوٹ نمبر 36

قادری کی ایک مریدنی کا خواب:۔

اسی روز منہاج القرآن ویمن لیگ کی بعض سرکردہ بہنیں پروفیسر صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں جن میں مسز مہاجر بھی شامل تھیں۔ انھوں نے ایک روح پرور اور ایمان افروز خواب سنایا۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم ایک قافلے کی صورت میں سرکار دو عالم ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہیں اور اصحاب صُفّہ کے چبوترے پر بیٹھے ہیں۔ مسجد نبوی کو سجایا جارہا ہے۔ مسجد کے خدام سیڑھیاں لئے چلے آرہے ہیں۔ بعد ازاں ایک خادم سیڑھی پر چڑھ کر ایک جلتا ہوا بلب اتارتا ہے اور اس کی جگہ نیا بلب لگا دیتا ہے۔ ہمارے پوچھنے پر وہ بتاتا ہے کہ پروفیسر صاحب آئے ہوئے ہیں اس لئے مسجد کو سجایا جارہا ہے۔ میں دل ہی دل میں خوش ہو رہی ہوں اور اللہ کا شکر ادا کر رہی ہوں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ معمر خاتون مسز مہاجر نے جب یہ خواب اپنے بہن بھائیوں کی موجودگی میں سنایا تو سب کی آنکھیں فرط مسرت سے ڈبڈبا گئیں اور بعد میں مٹھائی تقسیم کی گئی جو خواب کی خوشی میں وہ ساتھ لائی تھیں۔ (منہاج القرآن جون 1989ء)

قادری صاحب کی مریدنی تھی آخر وہ ان سے پیچھے کیوں رہتی، سچ ہے کہ

گرو جنہاں دے ٹپنے چیلے جان چھڑپ

جھوٹ نمبر 37

غار حرا میں قادری پر فرشتے کا نزول:۔

قادری نے ایک خطبہ جمعہ میں انکشاف کیا ''سفر حجاز کے دوران ایک رات غار حرا میں انھیں عبادت کا شرف حاصل ہوا تو اللہ تعالی نے میری خدمت کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ کشمیری فرشتہ تھا۔ کذاب قادری بعینہ کذاب قادیانی کی نقل کر رہے ہیں۔ اس ظالم کا بھی دعوی تھا کہ ٹیچی ٹیچی فرشتہ مجھ پر نازل ہوتا ہے اور غیبی آوازیں آتی ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 13 مئی 1993ء)

اب یہ حکایت عام ہوئی ہے۔ سنتا جا شرماتا جا

جھوٹ نمبر 38

غیبی آواز:۔

مجھے غیبی آواز آئی ہے کہ طاہر القادری اٹھو اور حکمرانوں کا تختہ الٹ دو۔ مگر افسوس قادری صاحب اٹھے ضرور مگر کسی کا تختہ الٹنے کی بجائے ہمیشہ حکمرانوں کے پٹھو بنے رہے۔

(جنگ لاہور 24 جولائی 1989ء)

☆☆☆

امریکہ کا معاون اور جہاد کا مخالف:۔

عوامی تحریک کے چیئرمین ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ امریکہ سے تعاون شرعی ہے۔ افغانستان میں جہاد نہیں فساد ہو رہا ہے۔ افغان مسئلے کا حل ایک وسیع البنیاد حکومت ہے۔ اسلام آباد میں میٹ دی پریس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اگر امریکہ کے پاس اسامہ کے بارے میں کوئی ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ وہ دہشت گرد ہے تو طالبان جنگ کی بجائے اسامہ کو یورپی یونین یا او آئی سی کے سپرد کر دیں۔ انھوں نے کہا کہ لوگ جہاد، فساد اور ساد ھوڈا کو میں فرق محسوس کریں۔ جہاد کی اصل روح امن ہے۔

(روزنامہ خبریں لاہور 27 ستمبر 2001ء)

☆☆☆

بتوں کا حامی:

طاہر القادری صاحب نے کہا کہ بتوں کو توڑنے کا طالبان کا طرز عمل غیر ذمہ دارانہ ہے۔ یہ تاریخی ورثہ ہے۔ انھیں توڑنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

یعنی نہتے افغانی فسادی ہیں اور امریکہ امن پسند ہے اور امریکہ سے تعاون شرعی ہے۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

دھوکہ دہی:۔

قادری صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے جو عقائد و نظریات ہیں وہی بعینہ میرے ہیں۔ میرے اور انکے عقائد میں سوئی کے نکے کے برابر بھی کوئی فرق نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام فتووں پر میرا مکمل یقین اور ایمان ہے۔ جو فتویٰ بھی انھوں نے دیا ہے وہ بالکل درست اور صحیح ہے۔

''اگر چہ میرے عقائد و نظریات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہیں لیکن نوجوان نسل آزاد خیال اور دیگر مسلک کے لوگوں کو قریب لانے کے لئے میں لفظ بریلوی استعمال نہیں کرتا''۔

قارئین محترم! قادری صاحب نے ابتدائی تعلیم عیسائی مشنری سکول میں حاصل کی اور یہ اثرات اسی کے ہیں۔ عیسائیوں کے جدامجد پولوس کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔ شریعت والوں کے سامنے شریعت کا پابند اور بے شریعت والوں کے سامنے شریعت پر لعنت بھیجنے سے بھی نہ شرماتا۔

(رسالہ دید شنید، صفحہ نمبر 13، 14، 30 نومبر 1987ء)

☆☆☆

درباری مُلاں:۔

طاہر القادری جن دنوں میاں شریف کے رحم و کرم پر تھے اور اتفاق مسجد میں اسلام کے نام پر میاں نواز شریف اور ان کے والد میاں شریف کو دونوں ہاتھوں سے مذہب کے نام پر لوٹ رہے تھے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ صدر ضیاء الحق اور میاں نواز شریف کے باہمی تعلق بہت گہرے تھے۔ اس لئے قادری کے تعلق بھی ان دونوں سے خوشگوار رہے اور ضیاء الحق کے دور حکومت میں قادری نے ڈنکے کی چوٹ عورت کی سربراہی کو ناجائز اور ناممکن قرار دیا اور بالخصوص بے نظیر کے نام سے عورت کی وزارت و سربراہی سے شدید اختلاف کیا مگر ادھر اگست 1988ء میں ضیاء الحق کی حادثاتی موت واقع ہوئی اور نومبر 1988ء کے انتخابات کے نتیجے میں بے نظیر برسر اقتدار آ گئی اور نام نہاد مفسر قرآن و مفکر اسلام اور نابغہ عصر کا نہ صرف فتویٰ تبدیل ہو گیا بلکہ اتفاق مسجد کی خطابت کو بھی خیر آباد کہہ دیا اور شریف فیملی سے نمک حرامیاں

شروع کر دیں اور ہر وقت بے نظیر کی شان کے قصیدے طاہر القادری کی زبان سے سنے جاتے۔

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

عورت کی سربراہی کے متعلق ضیاء دور کا فتوی:۔

سوال:۔ کیا کسی عورت کو قائد و سربراہ بنایا جانا ممکن ہے؟

جواب:۔ یہ از روئے شریعت جائز ہی نہیں۔

سوال:۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ بے نظیر بھٹو کے وزیر اعظم بننے کے مخالف ہیں؟

جواب:۔ خالی بے نظیر ہی نہیں حضور اکرم کی حدیث کی رو سے کوئی عورت بھی سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے مرد و زن کے درمیان تقسیم کے ذریعے توازن قائم کیا ہے۔

سوال: مولانا مودودیؒ نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کیوں کی تھی؟

جواب:۔ انھوں نے غلط حمایت کی تھی۔

سوال:۔ آپ عورت کے سیاسی قائد ہونے پر بھی معترض ہیں؟

جواب:۔ ایک عورت عورت کی قیادت کر سکتی ہے مگر سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔

سوال:۔ حضرت عائشہؓ نے باقاعدہ ایک لشکر کی قیادت کی تھی؟

جواب:۔ وہ اور نوعیت تھی۔ یہ نقطہ نظر ''جرنلائز'' نہیں ہوتا۔ انھوں نے کسی تحریک کی قیادت نہیں کی۔ وہ ام المومنین ہیں۔ چاہیں تو پوری امت کی قیادت کر سکتی ہیں۔ ان کی حقیقت ایک والدہ کی ہے بہر حال انھوں نے سیاسی قیادت نہیں کی۔

(روزنامہ جنگ میگزین 27 فروری 1987ء)

ضیاء دور کا دوسرا فتویٰ:۔

سوال:۔ کیا عورت کی سربراہی کسی صورت قبول ہوسکتی ہے؟

جواب:۔ حضور پاک ﷺ نے اس قوم کی تباہی کے بارے میں فرمایا جس نے اپنے اموراور اپنی ولایت، امارت عورت کے سپرد کردی کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات (سربراہی) عورت کو سونپ دیے۔اب اس میں استثناء کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ایسی بات میری سمجھ میں تو نہیں آسکتی کہ ملک کے سارے مرد نا اہل ہو گئے ہوں اور سربراہی عورت کے لئے ناگزیر ہو۔ حضرت عائشہؓ کے ہوتے ہوئے تیس سال تک خلافتیں بنتی رہیں لیکن وہ خلیفہ نہ ہوئیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام کا یقین تھا اس بات پر حالانکہ وہ اماں تھیں اور سب بیٹے اور ان سے زیادہ برگزیدہ خاتون تو دنیا میں کوئی نہ تھی۔

(کتابچہ عہد حاضر کے جدید مسائل اہم انٹرویو)

بے نظیر کے دور کا فتویٰ:۔

سوال:۔ طاہرالقادری نے بے نظیر کے برسراقتدار آنے پر یہ فتویٰ دیا کہ

ا۔مذہبی جماعتوں کے قائدین نے عوام کو اب عورت کی حکمرانی جیسے مسائل پر لگا دیا ہے۔یہ وقت مسائل پر الجھنے کا نہیں۔اسلام میں عورت اور مرد کے حقوق میں توازن موجود ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور 19 دسمبر 1989)

۲۔علماء عورت کی سربراہی کے مخالف کیوں ہیں؟ انھیں چاہیے کہ وہ اسے (بے نظیر کو) تسلیم کرلیں۔

(رسالہ چٹان لاہور 25 مئی 1989ء)

۳۔موجودہ انتخابات میں چند عناصر بری طرح شکست کھانے کے بعد اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں اور فتویٰ بازی کر کے عوام میں بے چینی کی لہر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔انھوں نے کہا کہ یہ مذہبی بنیادوں پر سوچتے ہیں جبکہ اسلام ایک دین ہے اور اسلام کے دائرہ کار میں کہیں بھی عورت کی حکمرانی کے بارے

میں کوئی آیت براہ راست یا مطلب واضح نہیں کرتی۔ نام نہاد علماء اپنی دوکان چمکانے کے لئے عورت کی حکمرانی کے بارے میں فتوی جاری کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے اِدھر اُدھر سے دلائل اکٹھے کرتے رہتے ہیں۔ مولانا طاہر القادری نے کہا ہے کہ عورت کسی بھی اسلامی ملک کی سربراہ ہوسکتی ہے اور اس مسئلے میں چند جعلی دانشور اپنے موقف کو غلط انداز میں ثابت کرنے کے لئے کوشاں ہیں جس کی میں مذمت کرتا ہوں۔ شریعت میں عورت کی حکمرانی کے خلاف کوئی بات موجود نہیں۔ اس لئے اس بحث کو اب بند کر دینا چاہیے اور ملک کے مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دینا چاہیے۔

(روزنامہ جنگ لاہور 23 نومبر 1993ء)

۴۔ کھاریاں کی مجلس سوال و جواب میں جب عورت کی سربراہی کا جواب حق میں دیا تو پیپلز پارٹی والوں نے خوش ہوکر کہا ''مولانا تو اپنے ہی آدمی ہیں''۔ اور آج کل قادری صاحب جنرل پرویز مشرف کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

گویا گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا ان کی فطرت ثانیہ ہے۔

کبھی ہم سے پیار کی گفتگو کبھی اور ہی کی جستجو
تیری وہ مثال ہے ہمنشیں نہ الیٰ الذی نہ اُلا الذی

☆☆☆

قاتلانہ حملہ کا ڈرامہ اور ہائی کورٹ کا فیصلہ:۔

طاہر القادری نے محض سستی شہرت کے حصول کی خاطر پیپلز پارٹی کے تعاون سے قاتلانہ حملے کا ڈرامہ رچایا۔ تحقیقات پر پتہ چلا کہ یہ سب من گھڑت ڈرامہ تھا اور قادری کو اس واقعہ کے سبب جھوٹا، فریبی، دغاباز، قدر ناشناس، احسان فراموش، لالچی، نیم پاگل اور ذہنی مریض قرار دیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس اختر حسین نے جنھیں طاہر القادری پر قاتلانہ حملے کے سلسلے میں خصوصی ٹریبونل کا جج مقرر کیا گیا تھا۔ اس معاملہ کی سماعت کے بعد اپنی پندرہ صفحات پر مبنی تفصیلی رپورٹ میں اس واقعہ کو صریحاً

جھوٹ قرار دیا اور کہا ہے کہ اس واقعہ میں ان کا کوئی پڑوسی یا ارد گرد کا کوئی رہائشی ملوث نہیں اور مسٹر قادری کو اس واقعہ میں کوئی نقصان نہیں پہنچا نہ جانی اور نہ مالی پورٹ میں مسٹر قادری کے اس رویے کو سخت الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ جس میں انھوں نے احسان ناشناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک فیض الحسن اور میاں نواز شریف جیسے مخیر، خدا ترس، دیندار اور دکھی انسانیت کی خدمت کرنے والوں پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ رپورٹ میں علامہ قادری کے عدالت سے برتاؤ (بائیکاٹ) پر نکتہ چینی کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس ٹربیونل کو توہین عدالت کا اختیار حاصل ہوتا تو عدالت اس ضمن میں ضروری کاروائی کرنے پر صریحا حق بجانب ہوتی۔ تفصیلی رپورٹ میں ایڈوکیٹ جنرل پنجاب اور گواہ ملک فیض الحسن کی طرف سے اٹھائے گئے بعض نکات میں کہا گیا ہے کہ علامہ قادری ایک ایسا شخص ہے جسے حالات و واقعات کی روشنی میں بآسانی جھوٹا، دغاباز، فریبی، قدر ناشناس، احسان فراموش، لالچی، تشہیر کا بھوکا، منافق، قرآن حکیم کی غلط تفسیر کرنے والا اور سنکی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کے مطابق طاہر القادری ایک محسن کش، خود غرض، خود پرست، دولت کا بچاری، جھوٹا اور شہرت کا بھوکا انسان ہے۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور 21 ستمبر 1990)

ہائی کورٹ نے علامہ طاہر القادری کو نیم پاگل اور ذہنی مریض قرار دیا۔ عدالت کے یہ ریمارکس کذاب اور فریبی طاہر القادری کے متعلق آج بھی قانون کی کتابوں میں موجود اور محفوظ بلکہ علامہ، ڈاکٹر، پروفیسر طاہر القادری کا منہ چڑا رہے ہیں۔

جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادری کے سبھی
بات سچی ایک بھی نہ پائی ہم نے آپ کی

طاہر القادری اگرچہ اپنے مکر و فریب اور دین فروشی کے سبب بے حساب دولت اکٹھی کر چکا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی ایمانی دولت بالکل لٹا چکا ہے اور اپنی ابدی زندگی کو ہمیشہ کی ذلت اور ہلاکت میں ڈال چکا ہے۔ وہ منظر کتنا ہولناک ہوگا جب علامہ طاہر القادری نہ جئے گا، نہ مرے گا اور کہے گا کہ

یا لیتنی کنت ترابا۔ کاش میں مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا ہوتا۔

مگر یہ بدنصیب محض دولت کی ہوس میں اپنی آخرت کو بالکل بھلائے بیٹھا ہے اور خوش ہے ۔

سب کچھ لٹا کے راہ محبت میں اہل دل
یوں خوش جیسے دولت کونین پا گئے

☆☆☆

خبردار مجھے مولوی نہ کہا جائے:۔

آن لائن چینل انٹرویو میں جب ایک صحافی نے انھیں مولانا صاحب کہہ کر مخاطب کیا تو طاہر القادری تڑپ اٹھے جیسے مولانا کا لفظ کوئی گالی ہو۔ پھر گویا ہوئے مجھے مولانا نہ کہا جائے کیونکہ میں مولوی نہیں ہوں۔ (بالکل بجا ہے مولوی اہل ایمان ہوتے ہیں۔ یہ دغاباز ایمان سے خالی ہے)۔

(روزنامہ اوصاف 23 فروری 2001ء)

☆☆☆

مغرب زدہ بے حجاب عورتوں کے جھرمٹ میں:۔

ہمارے سامنے جون 1990ء کا ہفت روزہ تکبیر ہے۔ اس میں جناب طاہر القادری صاحب کے ایک عقیدت مند نے چند تصاویر مذکورہ رسالے کو روانہ کیں۔ ان میں سے دو تصاویر شائع ہوئی ہیں۔ ان تصاویر کے عقب میں لاہور کے ایک کلب کی جانب سے یہ مغرب زدہ عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہے جس کے مہمان خصوصی قادری صاحب دکھائی دیتے ہیں۔ یہ وہی عورتیں ہیں جنھوں نے حدود آرڈیننس کو عورتوں کے سروں پر لٹکتی تلوار سمجھا اور اسے منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ قانون شہادت اور قانون توہین رسالت کے خلاف مظاہرہ کیا۔ ان عورتوں کے جھرمٹ میں قادری صاحب براجمان ہیں۔ ایک عورت جس کے سامنے کا گریبان چاک ہے وہ قادری صاحب کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہے۔ دوسری تصویر میں ننگے سر اور بے حجاب چہرے والی خاتون سے کوئی شئے وصول کر رہے ہیں یا عطاء فرما رہے ہیں کہ دونوں کے ہاتھوں نے ایک ہی شئے کو تھام رکھا ہے۔

(ماہنامہ الدعوۃ لاہور جون 1990ء)

☆☆☆

بے پردہ خواتین کو خطاب :۔

قادری کا غیر ملکی خاتون سے مصافحہ :۔

مصطفوی انقلاب کا نعرہ لگانے والے طاہر القادری صاحب کے نزدیک شرم وحیاء جیسی کوئی چیز ہی نہیں اور مولانا صاحب رومانیہ کی فرسٹ سیکریٹری خوبرو حسینہ سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔

(دیکھئے 4اور 5دسمبر 1999 کے اخبارات)

اسلامی اقدار اور یورپی ثقافت :

پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا ہے کہ اسلامی اقدار اور یورپی ثقافت مکمل طور پر الگ الگ نہیں ہیں۔ ان دونوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں جنھیں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔انھوں نے ان خیالات کا اظہار کوپن ہیگن ڈنمارک میں ہونے والی کلچرل کانفرنس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

عوامی کلچر میلہ، فنکار اور طاہر القادری :۔

پاکستان عوامی تحریک نے کلچرل ونگ کے عہدیداران کی مایوس کن کارکردگی کے بعد اپنے دیگر عہدیداران کی مدد سے پہلی مرتبہ 9فروری کو قائد تحریک پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی سالگرہ کے موقعہ پر موچی دروازہ میں عوامی کلچرل میلہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی تیاریاں شروع ہوگئیں ہیں۔ تفصیلات کے مطابق عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر طاہر القادری نے کچھ عرصہ قبل کلچرل ونگ تشکیل دیا تھا جس کے سیکرٹری جنرل (اداکار) فردوس جمال، صدر (اداکار) ندیم، نائب صدر افضال احمد اور چیف

آرگنائزر سید نور اور میڈیا ایڈوائزر ڈاکٹر سجاد انور مقرر کیے گئے تھے۔
پھر 19 فروری کو قائد تحریک پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی سالگرہ کے موقع پر عوامی کلچرل میلہ کے انعقاد کا پروگرام ترتیب دیا جس کے لئے فنکاروں سے رابطے کیے جا رہے ہیں۔ جن گلوکاروں کو اس میلے میں مدعو کیا جائے گا ان میں عابدہ پروین، شازیہ خشک، ابرارالحق، عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی، عارف لوہار، نصیبو لعل، اقبال باہو، اقبال حیدر اور بدر میاں داد شامل ہیں جو اس میلہ میں خصوصی شرکت کریں گے۔ اس طرح یہ پہلا موقع ہے کہ موسیقی کی کسی تقریب میں ڈاکٹر طاہر القادری شریک ہوں گے۔

(روزنامہ اوصاف 31 دسمبر 2000ء)

☆☆☆

ایک نظر ادھر بھی:۔

مبلغ اسلام اور مفسر قرآن علامہ طاہر القادری اداکارہ میرا کی نئی فلم ''چند گناہ اور سہی'' کے فوٹو سیٹ کا افتتاح باری سٹوڈیو فلور نمبر 7 (3:00 بجے سے 4:00 بجے تک) مبارک ہاتھوں سے فرمائیں گے۔

پاکستان عوامی تحریک کے لئے ممبر سازی کے جامع منصوبے کے تحت شاہ نور سٹوڈیو میں (P.T.A) کے نئے دفتر کا افتتاح (شام) 5:00 فرمائیں گے۔

اداکارہ نور کی پڑنانی کی بے وقت موت کی المناک خبر سنتے ہی گہرے رنج و غم کا اظہار اور فاتحہ خوانی کے لئے اداکارہ کے گھر روانگی (شام 7:00 بجے تا رات گئے تک)

(روزنامہ خبریں لاہور 16 دسمبر 2000ء)

ہم نے شیطان سے بگاڑی نہ یزداں سے کبھی
دن کو مسجد میں رہے رات مئے خانہ میں

☆☆☆

طاہرالقادری اور عیسائیت:۔

گذشتہ صفحات سے آپ جان گئے ہوں گے کہ طاہرالقادری نے ابتدائی تعلیم ایک عیسائی مشنری سکول سے حاصل کی تھی۔ ناپختہ ذہن انہی عقائد ونظریات کے سانچے میں ڈھل کر تیار ہوا جو مشنری سکولوں کا منہج ہے۔ ایسی ہی چند ایک باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

طاہرالقادری کی کیتھولک چرچ ریلی میں شرکت:۔

عوامی تحریک کے چیئرمین پروفیسر طاہرالقادری اسمبلی ہال میں کیتھولک چرچ کے زیرِ اہتمام تہنیتی جلوس سے استقبالی خطاب کریں گے۔ جلوس اسمبلی ہال سے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور اینڈر یو فرانسس اور دیگر مذہبی قائدین کی قیادت میں اسمبلی ہال سے مسجد شہداء تک پرامن مارچ ہوگا۔

(روزنامہ دن لاہور 22 نومبر 1998ء)

امریکہ سے تعاون شرعی ہے:۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا ہے کہ امریکہ سے تعاون شرعی ہے۔ افغانستان میں جہاد نہیں فساد ہو رہا ہے۔ افغان مسئلے کا حل ایک وسیع البنیاد حکومت ہے۔ اسلام آباد میں میٹ دی پریس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اگر امریکہ کے پاس اسامہ کے بارے میں ٹھوس ثبوت موجود ہیں تو وہ دہشت گرد ہے۔ طالبان جنگ کی بجائے اسامہ کو یورپی یونین او آئی سی کے سپرد کردیں۔

(روزنامہ خبریں لاہور 27 ستمبر 2001ء)

امریکہ سے ٹکر لینے کی باتیں کرنے والے دراصل بھارت اور اسرائیل کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ مذہبی ٹھیکیدار اور سیاسی بابے ملک کو جنگ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

(روزنامہ خبریں لاہور 27 اکتوبر 2001ء)

☆☆☆

اسامہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں

پاکستان عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا ہے کہ میں کسی جہاد اور فساد سے ڈرے بغیر

کہتا ہوں کہ اگر اسامہ دہشت گردی میں ملوث ہے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے چاہئیں۔ طالبان دہشت گردی کی سرپرستی کرتے ہیں تو انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ اسلام امن، سلامتی اور انسانیت کا محافظ ہے۔ امریکہ سے ٹکر لینے کی باتیں کرنے والے دراصل بھارت اور اسرائیل کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔

(روزنامہ خبریں لاہور 27 اکتوبر 2001)

☆☆☆

طاہر القادری اور توہین رسالت کا قانون:۔

طاہر القادری نے توہین رسالت قانون میں ترمیم کے بارے میں اپنا موقف واضح کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کا مقدمہ درج کرنے کے لئے ڈپٹی کمشنر کی مصروفیات کے باعث یہ اختیار مجسٹریٹ کو دیا جائے اور توہین رسالت کے ملزم یعنی گستاخ رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے ''لاء آف سیلف کسٹڈی'' بنایا جائے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 3 مئی 2000ء)

قانون توہین رسالت پر عدم اعتماد

7 جون 1998ء کو طاہر القادری کے کرسچین لبریشن فرنٹ کے صدر شہباز بھٹی سے اپنی رہائش گاہ پر ایک خصوصی ملاقات میں کہا کہ حکومت قانون توہین رسالت پر اقلیتوں کے خدشات دور کرنے کے لئے اقلیتوں کو اعتماد میں لے۔ گویا طاہر القادری کی طرف سے پہلی دفعہ قانون توہین رسالت پر عدم اعتماد تھا۔ جس کا مقصد اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنا اور خود کو بنیاد پرستی کے الزام سے بری الذمہ قرار دینا تھا۔ اپریل 2000ء میں عیسائیوں کے ایسٹر کے موقع پر جناب طاہر القادری نے عیسائی اقلیت کے نام جو پیغام دیا، اسے پڑھ کر ہر مسلمان کو نہ صرف ذہنی کوفت اور شرمندگی اٹھانا پڑی بلکہ وہ اس کے ساتھ ہی جناب طاہر القادری کی شخصیت پر کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔

☆☆☆

295C اور توہین رسالت و قرآن وحدود آرڈیننس کالے قانون ہیں:۔

ہم توہین رسالت، تنسیخ نکاح، حدود آرڈیننس، توہین قرآن اور قانون شہادت جیسے قوانین کو نہیں مانتے کیونکہ یہ تمام قوانین امتیازی ہیں، کالے قانون ہیں۔ اقلیتوں کے سر پر لٹکتی تلواریں ہیں اور اقلیتوں کا سراسر استحصال ہیں۔

☆☆☆

اسلامی جمہوریہ کی بجائے عوامی جمہوریہ لکھا جائے:۔

انھوں نے یوم آزادی کی تقریبات کا بائیکاٹ کرنے کا بھی اعلان کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ آئندہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی بجائے اسے ''عوامی جمہوریہ پاکستان'' لکھا جائے۔

☆☆☆

قادری صاحب بروزن پادری صاحب:۔

فرمایا حضور صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے

"لا تطرونی کما اطرت انصاری ابن مریم فانما انا عبدہ' فقولو ا عبداللّٰہ و رسولہ"

(متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ باب المفاخرہ والعصبیۃ، صفحہ 616)

''میری عزت وتوقیر میں اس طرح مبالغہ اور غلو نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے مسیح ابن مریم کے ساتھ کیا۔ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں۔ اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہنا''

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔

"ایھاالناس.... انا محمدﷺ بن عبداللّٰہ و رسولہ واللّٰہ ما احل ان ترفعونی فوق ما رفعنی اللّٰہ"۔

(مسند احمد عن انسؓ، البدایہ والنہایہ 6-44)

''لوگو! میں عبداللہ کا بیٹا محمدﷺ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ مجھے اس

درجے سے بڑھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے یعنی نبوت ورسالت کے مقام سے بڑھانے لگو"۔

حضور صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم اور وصیت کے بعد ہم معزز قارئین کے سامنے طاہر القادری صاحب اور عیسائیت کے عقائد کا تقابل پیش خدمت ہے۔

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

قادری صاحب	پادری صاحب
(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاظر وناظر موجود ہیں۔	(۱) اے میرے یسوع! میں ایمان رکھتا ہوں کہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ (کیتھولک عبادت کی کتاب صفحہ:68) متی کی انجیل کے مصنف نے حضرت عیسیٰ کی جانب یہ جھوٹ منسوب کیا ہے "جہاں دو یا تین میرے نام سے اکٹھے ہوں وہاں میں انکے بیچ میں ہوں"۔ (متی 18-20)
(۲) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور من نور اللہ ہیں۔	(۲) عیسائیت کا عقیدہ تثلیث اسی عقیدہ پر مبنی ہے۔ "یسوع نے پھر ان سے کہا دنیا کا نور میں ہوں" ۔ (یوحنا 18-12)

(۳) نبی ؐ کی محبت میں اللہ نے ساری دنیا بنائی اور آپ کو سب سے پہلے بنایا۔ نبی آج بھی زندہ ہیں۔ عالم الغیب ہیں اور خزانوں کی کنجیاں بھی آپ کے پاس ہیں۔	(۳) میں اول آخر اور زندہ ہوں۔ میں مر گیا تھا اور دیکھ ابد الآباد زندہ رہوں گا اور موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں۔ (مکاشفہ 1-17,18) یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ ابراہیمؑ پیدا ہوا میں ہوں۔ (یوحنا 8-85)
(۴) نبی بخشنہار ہیں اور انسانیت کے گناہ بخشنے پر اختیارات رکھتے ہیں۔	(۴) ابن آدم زمین پر گناہ بخشنے کا اختیار رکھتا ہے۔ (مرقس 2-7 تا 10)
(۵) عیدِ میلاد النبی منانا۔	(۵) حضرت عیسیٰ ؑ کی یاد میں کرسمس منانا۔
(۶) اولیاء کی قبروں پر مزار بنانا اور چادریں چڑھانا، میلے وغیرہ لگانا	(۶) انبیاء و اولیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنانا۔ مزار بنا کر پوجنا جیسا کہ پاکستان کے شہر فاروق آباد میں ''مریم آباد'' بستی میں حضرت مریم ؑ کا فرضی مزار بنایا گیا ہے۔ جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے اور دور دراز سے عیسائی سواریوں پر، پیدل اور سائیکلوں پر سوار اپنے اس فرضی مقدس مقام کی طرف سفر کرتے، مزار پر چادریں چڑھاتے اور دیگیں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔

(۷) غیر اللہ مثلاً انبیاء، صحابہ اور اولیاء اللہ وغیرہ کو مشکل کشاء، حاضر و ناضر اور عالم الغیب سمجھتے ہیں اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ (حدیث شریف میں ہے دعا بھی عبادت ہے اس طرح یہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں)۔	60 (۷) عیسائی حضرات بعینہ حضرت عیسیٰ اور مریم صدیقہ اور اپنے احبار و رہبان کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں اور یسوع کے نام پر ہر عیسائی کا گھٹنا جھکتا ہے۔

یہود و نصاریٰ انہی شرکیہ عقائد کے سبب مغضوب اور ضآلین ٹھہرے کیونکہ انھوں نے اپنے انبیاء کو مقام الوہیت تک پہنچا دیا۔ اسی بات سے حضور نے منع فرمایا تھا کہ تم بھی ان کی طرح نہ ہو جانا مگر افسوس کہ ان نام نہاد مسلمانوں نے نہ صرف نبی کی شان میں انتہائی غلو سے کام لیا بلکہ عام اولیاء اللہ کو بھی الوہیت کے مقام تک جا پہنچایا۔ اللہ انھیں سمجھ عطاء فرمائے۔

یہ بات بھی عجیب ہے کہ عیسائی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا، پرورش پانا، کھانا پینا، سونا جاگنا، تھکنا، بیدار ہونا، حوائج ضروریہ کا محتاج ہونا بھی تسلیم کرتے ہیں حتیٰ کہ نعوذ باللہ ان کا سولی پر چڑھنا اور مصلوب ہونا بھی مانتے ہیں اور الٰہ بھی یہی حال قادری صاحب اور ان کی جماعت کا ہے کہ نبی کا پیدا ہونا، پرورش پانا، کھانا پینا، مسکرانا، رونا، بیوی بچے، حوائج ضروریہ کا محتاج ہونا، آپ کی زندگی حتیٰ کہ وفات بھی تسلیم کرتے ہیں اس کے باوجود بعینہ عیسائیوں کی طرح نبی کو نور من نور اللہ، حاظر ناظر، عالم الغیب، مشکل کشا وغیرہ بھی مانتے ہیں۔

طاہر القادری اور شیعیت:۔

طاہر القادری کا فتویٰ کہ شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں:۔

(i) جو حضرت علی کی الوہیت کا عقیدہ رکھیں۔

(ii) وحی لانے میں حضرت جبرائیلؑ کی غلطی مانیں کہ وحی تو حضرت علیؓ پر لانی تھی مگر وہ غلطی سے حضرت محمد ﷺ پر لے آئے۔

(iii) قرآن مجید میں تحریف یا ترمیم کا عقیدہ رکھیں۔

(iv) جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر قذف کریں۔

(v) یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور کے وصال کے بعد تین چار صحابہؓ کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے۔

ان سب کا کفر قطعی اور یقینی ہے کیونکہ مذکورہ کفریہ عقائد سے اساس دین میں اس قدر تغیر اور بگاڑ واقع ہو جاتا ہے کہ ان سے دین کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں اسلام سے اخراج یا ارتداد لازم آتا ہے

(کتاب البدعۃ صفحہ 234)

قادری صاحب کے مذکورہ فتویٰ سے بھی اچھی طرح واضح ہے کہ شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قادری صاحب کے اپنے الفاظ میں ان سب کا کفر قطعی اور یقینی ہے۔ اگر فتویٰ موجود نہ ہوتا تو قیاس کیا جا سکتا تھا کہ شاید قادری صاحب شیعہ عقائد سے ناواقف ہیں یا انہیں مسلمان سمجھتے ہیں البتہ یہ الگ بات ہے کہ قادری صاحب کو یہ بھی علم نہ ہو کہ ان کی اپنی کتاب میں شیعوں کے بارے میں کیا لکھا گیا ہے کیونکہ قادری صاحب کے قول و فعل میں سخت تضاد ہے۔ قادری صاحب شیعوں کی مجلس میں جاتے ہیں اور گھنٹے کے خطاب کا پچاس پچاس ہزار روپیہ وصول کرتے ہیں۔ شیعوں کو خوش کرنے کیلئے صحابہ کی شان میں رکیق حملے بھی کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کی شان میں انتہائی غلو سے بھی کام لیتے ہیں اور قادری صاحب نے اہل سنت کے مقابلہ میں ہمیشہ شیعوں کا ساتھ دیا ہے۔ ان کے کھانے کھاتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر اس سے بڑی علمی خیانت کیا ہو سکتی ہے کہ شیعہ کو نام لے کر کافر نہیں کہا یہ عقائد شیعہ کے علاوہ اور کس کے ہیں؟

جھنگ میں سنیوں کی مخالفت اور شیعوں سے تعاون:۔

جھنگ میں قریب تھا کہ گلی محلوں میں مذہبی جلوس گھوڑا وغیرہ نکالنے پر پابندی لگادی جاتی۔ اس وقت شیعہ حضرات نے قادری صاحب کو استعمال کیا اور قادری صاحب نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت بریلویوں کو ابھارا کہ دیوبندی حضرات کا مقصد ہے کہ میلاد کا جلوس بھی گلی محلوں میں نہ آئے لہذا جھنگ میں بریلویوں نے 12 ربیع الاول کو نہ صرف میلاد کا جلوس نکالا بلکہ اونٹنی کو گلی گلی پھیرایا جیسے شیعہ حضرات گھوڑا نکالتے ہیں۔ بریلویوں نے اونٹنی نکالی۔ اس طرح جھنگ میں شیعوں کے معاون بنے۔

مولانا حق نواز جھنگوی اور اشرف سیالوی کا مناظرہ:۔

سپاہ صحابہ نے بریلویوں کی منتیں کیں کہ ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بنو اور اصحاب پیغمبر کے دشمنوں کی حمایت نہ کرو مگر قادری صاحب بکاؤ مال تھے۔ انہوں نے ایک نہ سنی حتیٰ کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان مناظرہ طے پا گیا۔ قادری کو اپنی جہالت کا علم تھا لہذا قادری صاحب نے اشرف سیالوی کی معاونت میں مناظرہ میں شرکت کی اور اللہ نے ان کو ذلیل وخوار کیا۔ یہ ساری سازش اسی ''نابغہ عصر'' کی تھی۔ شیعوں نے اپنے مقصد کیلئے قادری کو خوب استعمال کیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

چنانچہ قادری صاحب کے نزدیک شیعوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں بھی کوئی ممانعت نظر نہیں آتی وہ خود فرماتے ہیں۔

'' مجھے شیعہ اور وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند نہیں کرتا بلکہ جب بھی موقع ملے میں ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔

(رسالہ دید شنید، لاہور ۴ تا ۱۹ اپریل 1986ء)

جب کہ جناب کا اپنا ہی فتویٰ ہے۔

(۱) جو شخص ازواج مطہرات کا گستاخ ہے اور صحابہ کرام واہل سنت کا گستاخ ہے وہ شخص بھی گمراہ اور ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(اہم انٹرویو صفحہ 95)

اس دوغلی پالیسی کو کیا نام دیا جائے۔ جناب کے قول اور فعل میں تضاد کیوں ہے۔ کیا یہ منافق کی نشانیوں میں سے نہیں؟ ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی
کیسا انجام ہو گا جو اس روش پر چلتے ہیں
حج کعبہ بھی ہو اور گنگا کا ہو اشنان بھی
تاکہ خوش رحمان ہو راضی رہے شیطان بھی

شیعہ سنی میں کوئی فرق نہیں:۔

''جو جماعت میں بنا رہا ہوں وہ محض اہل سنت کی جماعت نہیں ہوگی بلکہ شیعہ سنی سبھی شامل ہوں گے۔ ہمارے نزدیک شیعہ سنی میں کوئی امتیاز نہیں''۔

(ہفت روزہ چٹان، لاہور 25 مئی 1989)

شیعہ کو کافر کہنے والے اہل سنت نہیں ہو سکتے:۔

اہل تشیع کو کافر قرار دینے .... بعض خود پرست انتہا پرست مولوی صاحبان تو ہو سکتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت ہرگز نہیں ہو سکتے ...... درحقیقت دیو بندی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث سب کے سب مسلمان ہیں۔

(ماہنامہ منہاج القرآن، دسمبر 1989)

کیسی الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ اہل تشیع کی تکفیر کرنے والے تو خود پرست، انتہا پسند مولوی ہیں۔ مگر صحابہ کرام اور امہات المومنین کی توہین اور تکفیر کرنے والے تحریف قرآن کا دعویٰ کرنیوالے مروجہ قرآن کو نقلی قرآن کہنے والے شیعہ روافض کی خود پرستی و انتہا پسندی پر کوئی گرفت نہیں بلکہ وہ ان تمام باتوں کے باوجود مسلمان ہیں نہ قرآنی آیات کا خیال، نہ فرمان رسول کا پاس، نہ اجماع امت کی شرم، قادری کہلانے والے کو نہ اپنے قادریوں کے تاجدار حضرت عبدالقادر جیلانی کے فتویٰ کا خیال نہ اپنے اعلیٰ حضرت کی رد الرفضہ کی پاس داری۔

بس خیال ہے تو ایک ایک مجلس میں پچاس پچاس ہزار اور لاکھ لاکھ روپے ملنے پر نظر۔

پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

☆☆☆

ایمان ابوطالب۔

مسلمانوں میں اس بات پر قطعاً کوئی اختلاف نہیں کہ ابوطالب حالت کفر میں مرے۔ قرآن وحدیث اس

بات پر گواہ ہیں مگر شیعہ کے نزدیک ابو طالب سے بڑا کوئی مومن نہیں۔ فتنہ بریلویت چونکہ شیعت اور انگریز کی پیداوار ہے اس لئے انھوں نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا۔ ان کے جلسوں میں نعرہ رسالت کے جواب میں محمد رسول اللہ کی بجائے یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا جاتا (تا کہ مرزائیوں کا راستہ ہموار کیا جائے) پھر نعرہ حیدری محض شیعہ نوازی کے لئے لگایا جاتا ہے ورنہ نعرہ صدیقی، فاروقی، عثمانی چھوڑ کر ڈائریکٹ حیدری کیوں؟ اسی فرقہ کے طاہر القادری صاحب نے شیعہ پروگرام کے شعار خصوصی ''مجلس عزا'' میں شمولیت کی اور اشتہار پر قادری صاحب کا عنوان لکھا تھا ''ایمان ابو طالب'' طاہر القادری نے اپنے اس خطاب میں کہا ''ابو طالب کے ایمان کے حوالہ سے ذہنوں میں کوئی سوال ہی نہیں اٹھنا چاہیے'' اور ابو طالب کے مسلمان ہونے پر قادری صاحب نے شیعہ حضرات کے دلائل کا سہارا لیا۔ اس طرح حدیث اور مسلک اہل سنت والجماعت سے انحراف و بیوفائی کر کے شیعت کو فروغ دینے، مخالفین کو خوش کرنے اور اپنے ہم شیعہ ہونے کا خوب مظاہرہ کیا اور اس وقت قادری صاحب یہ بھی بھول گئے کہ وہ بریلوی ہیں اور ان کا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک فتویٰ ان کا جزو ایمان ہے حالانکہ احمد رضا خاں صاحب نے ایمان ابو طالب کے رد میں ''شرح المطالب فی مبحث ایمان ابو طالب'' نامی مفصل کتاب لکھی ہے جس میں ایک سو تمیں کتب تفسیر وعقائد اور فقہ کے حوالہ سے ایمان ابو طالب کی تردید نقل کی ہے مگر قادری صاحب کو اس سے کیا مطلب انھیں تو ہر طرح دولت اور شہرت چاہیے۔

☆☆☆

شیعہ نوازی:۔

شیعہ حضرات کی مزید خوشنودی کیلئے صحابہ کرام کی توہین سے بھی پروفیسر صاحب نہیں شرماتے چنانچہ لکھتے ہیں۔

خلیفہ بلافصل علی ہیں:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں:

(۱) ''ولایت میں سیدنا علی مرتضیٰ حضور نبی اکرم کے خلیفہ بلافصل یعنی براہ راست نائب ہوئے''۔

(السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی صفحہ نمبر 8)

☆☆☆

ابوبکرؓ کا انتخاب عمرؓ نے کیا، علیؓ کا انتخاب اللہ نے کیا:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں

(2) خلافت ظاہری دین اسلام کا سیاسی منصب ہے۔ خلافت باطنی خالصتاً روحانی منصب ہے۔ خلافت ظاہری انتخابی وشورائی امر ہے۔ خلافت باطنی محض وہبی واجتبائی امر ہے۔ خلیفہ ظاہری کا تقرر عوام کے انتخاب سے عمل میں آتا ہے۔ خلیفہ باطنی منتخب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے خلیفہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا انتخاب حضرت عمر فاروقؓ کی تجویز اور رائے عامہ کی اکثریتی تائید سے عمل میں آیا مگر پہلے امام ولایت سیدنا علی المرتضیٰ کے انتخاب میں کسی کی تجویز مطلوب ہوئی نہ کسی کی تائید۔ خلافت میں جمہوریت مطلوب تھی۔ اس لئے حضور نے اس کا اعلان نہیں فرمایا۔ ولایت میں ماموریت مقصود تھی اس لئے حضور نے وادی غدیر خم کے مقام پر اس کا اعلان فرمایا۔ آنحضور ﷺ نے امت کیلئے خلیفہ کا انتخاب اللہ کی مرضی سے خود فرمایا۔

(السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی صفحہ 9)

طاہر القادری کی اس سے بڑی دوغلی پالیسی اور شیعہ نوازی کیا ہو سکتی ہے۔ یہی عقیدہ شیعہ حضرات کا ہے کہ خلافت علیؓ کا حق تھا مگر ابوبکر نے چھین لیا۔ (نعوذ باللہ) طاہر القادری نے شیعہ عقیدے کو تسلیم کر کے حضرت ابوبکر صدیق کو غاصب قرار دیا ہے۔ حالانکہ حضور صادق المصدوقؐ کے بعد اگر دنیا میں کوئی سب سے معزز محترم مقدس ہر معاملہ میں سب سے اعلیٰ وارفع ہستی ہے تو جناب صدیق اکبرؓ کی تھی۔ حضور صادق المصدوقؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں صدیق اکبرؓ کو مصلیٰ امامت پر مامور فرما کر یہ فیصلہ فرما دیا کہ میرے بعد اس کائنات میں کسی بھی معاملہ میں ابوبکرؓ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔ خود شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ "ہم نے دیکھا کہ ابوبکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ وہی صاحب غار اور دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہمیں آپؓ کی عمر معلوم تھی اور اس لئے بھی کہ رسول اللہؐ نے اپنی زندگی

میں ہی آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا''۔

(شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی جلد 1 صفحہ 332)

حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ کو ان کے ان گنت فضائل ومناقب کی وجہ سے نہ صرف صحابہ میں سے سب سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتے تھے بلکہ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبیؐ کے بعد کائنات میں سب سے افضل ابو بکر ہی ہیں۔ چنانچہ ابن ملجم کے نیزہ مارنے کے بعد آپ کی وفات کے قریب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بعد امام وخلیفہ کون ہوگا؟ ابو وائل اور علی ابن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ آپؓ سے پوچھا گیا آپ کسی کیلئے وصیت نہیں کریں گے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہؐ نے وصیت نہیں کی تو کیا میں وصیت کروں گا (رسول اللہ نے وصیت تو نہیں کی) لیکن آپ نے فرمایا اگر خدا ان کیلئے بہتری چاہتا ہوگا تو انہیں اپنے نبیؐ کے بعد سب سے بہتر شخص پر متفق کر دے گا۔

(تلخیص الشافی للطوسی جلد 2 صفحہ 372)

☆☆☆

حضرت عمرؓ کی بخشش کا سامان:۔

''شیعہ حضرات کی مزید خوشنودی کیلئے فاروق اعظمؓ پر الزام بھی لگایا'' سیدنا فاروق اعظم فرمانے لگے.......... بیٹے حسین آپ نے ہمیں غلام زادہ قبول کیا اور یہ قیامت کو ہماری بخشش کا سامان ہو گیا''۔

(حب علی صفحہ 16)

حضرت عمرؓ کی جانب یہ جھوٹ منسوب کرنا قادری صاحب کی جہالت اور شیعہ نوازی کے سوا کچھ نہیں۔ کہاں عمر فاروقؓ اور کہاں حسینؓ؟ جعل ساز قادری کاش! پیر عبد القادر جیلانیؒ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا مطالعہ کیا ہوتا تو آج نہ وہ خلیفہ بلافصل باطنی حضرت علی کو کہتا اور نہ ہی حضرت عمرؓ کی بخشش کا سامان حضرت حسین کی غلامی کو قرار دیتا یعنی طاہر القادری کے نزدیک حضرت عمرؓ سے حضرت حسینؓ افضل ہیں۔

☆☆☆

سید عبدالقادر جیلانیؒ کا فتویٰ:۔

اہل سنت اس بات کے معتقد ہیں کہ آنحضرتؐ کی امت تمام امتوں میں سے افضل اور ان میں سے اس زمانے کے لوگ تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا، آپ کی تصدیق کی، آپ کی بیعت کی اور آپ کی پیروی کی، جہاد کیا، اپنا مال اور جانیں قربان کیں اور ان لوگوں میں حدیبیہ والے افضل ہیں، جنہوں نے ایک درخت کے نیچے آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی یہ اصحاب ایک ہزار چار سو ہیں۔ ان میں افضل اہل بدر ہیں جن کی تعداد تین سو تیرہ (313) ہے جو اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر ہیں اور ان 313 میں افضل وہ وارالخیز ران والے اصحاب ہیں جن کی تعداد بشمول حضرت عمرؓ چالیس ہو جاتی ہے اور ان چالیس میں افضل وہ دس اصحاب ہیں جن کے جنتی ہونے کی آنحضرتؐ نے گواہی دی۔ وہ دس اصحاب یہ ہیں۔

(i) حضرت ابوبکر صدیقؓ (ii) حضرت عمر فاروقؓ

(iii) حضرت عثمانؓ (iv) حضرت علیؓ

(v) حضرت طلحہؓ (vi) حضرت زبیرؓ

(vii) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (viii) حضرت سعدؓ

(ix) حضرت سعیدؓ (x) حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

ان دس میں پہلے چار خلفائے راشدین سب سے افضل تھے اور ان چاروں میں حضرت ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو پھر حضرت عثمانؓ کو پھر حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔

(غنیۃ الطالبین مترجم شمس بریلوی، صفحہ 162)

حضرت علیؓ کا علم:۔

طاہر القادری صاحب نے شیعہ حضرات کی اسی مجلس میں محض شیعہ حضرات کی خوشنودی کے لئے بغیر حوالہ کے دعویٰ کیا "حضورﷺ کے تمام صحابہ نے شہادت دی ہے سیدنا فاروق اعظمؓ نے شہادت دی ہے کہ ہم

اگر سارے صحابہ بھی اکھٹے ہو جائیں تو علم میں علیؓ کا کوئی ثانی نہیں۔

(حب علیؓ)

مزید سنیے۔ موصوف فرماتے ہیں

قرآن کی تین سو آئتیں حضرت علی کی شان میں اتریں۔

(حب علیؓ صفحہ 28)

بعینہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ قرآن کی تین سو آیات علی کی شان میں اتریں جنھیں ابوبکر، عمر، عثمان وغیرہ نے قرآن سے نکال دیا۔ اس لئے ان کا اصل قرآن امام مہدی کے پاس جو تین سو تیرہ مومنین کے انتظار میں ہے۔ جاہل قادری نے محض شیعہ حضرات کی خوشی کے لئے قرآن مجید پر حملہ کیا اور اصحاب ثلاثہ پر بھی اور حق کو چھپا کر علمی خیانت کا مرتکب ہوئے۔ لعنة الله علی الکاذبین

☆☆☆

قادری صاحب کی جہالت ملاحظہ فرمایئے ' فرماتے ہیں

نبی اور علی ایک درخت سے پیدا ہوئے:۔

خود حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ ساری انسانیت حضرت آدم سے لے کر قیامت تک مختلف درختوں سے پیدا ہوئی لیکن خدا نے مجھے اور علی کو ایک ہی درخت سے پیدا فرمایا۔۔۔

(حب علی صفحہ 13)

قادری صاحب کا یہ حال ہے کہ فقہا احناف کے اصول سے بھی مطلق لاعلم ہیں۔ فقہا احناف کا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی روایت خلاف قرآن ہو تو اس کی تاویل اگر ممکن ہے تو کی جائے گی ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا لہذا اس قسم کی تمام روایتوں کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ سب شیعہ ٹکسالی میں گھڑی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے و لقد خلقنا الانسان من طین اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔

احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ:۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے

جس سے وہ بنایا گیا ہو یہاں تک اسی میں دفن کیا جائے گا اور میں، ابوبکر و عمر ایک ہی مٹی سے بنے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔ (فتاویٰ افریقہ مطبوعہ رضوی پریس صفحہ 25 وملفوظات اعلیٰ حضرت)

قادری صاحب جواب دیں کہ وہ قران وحدیث کے خلاف فقہ حنفی حتیٰ کہ اپنے اعلیٰ حضرت کے خلاف یہ بات کہنے پر کیوں مجبور ہوئے؟

بھرم کھل جائے ظالم! تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

☆☆☆

قادری صاحب کی تضاد بیانی:۔

قادری صاحب کی ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے بظاہر قادری مگر حقیقت میں کٹر شیعہ تقیہ کی آڑ میں اپنا کام کر رہا ہے۔ بہرحال قادری کو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کو قبرستان کی بجائے درختوں میں دفن کرنا چاہیے بلکہ قادری صاحب اپنے متعلق بھی وصایا شریف لکھیں اور اس میں یہ ہدایت کریں ہم بھی اس تماشہ کے منتظر ہیں اور وصایا شریف میں اپنے بارے میں یہ وصیت بھی فرمائیں کہ مجھے تھوہر کے درخت میں دفن کیا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کیونکہ قرب قیامت ہر چیز پکار کر کہے گی کہ اے اللہ کے ولی یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے سوائے تھوہر کے درخت کے (صفی)

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریمؐ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسینؓ سب مٹی میں دفن ہوئے۔ اس لئے روایت کے من گھڑت ہونے اور اس کے بیان کرنے والے کے جاہل ہونے میں کوئی شبہ نہیں

☆☆☆

انامدینۃ العلم و علی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ (حب علیٰ صفحہ 91)

حب علی نامی رسالہ دراصل وکیل شرک و بدعت کی ایک تقریر ہے جو شیعہ مجلس عمل میں قادری صاحب نے کی۔ یہ خطبہ صدارت قصر بتول شادمان کالونی لاہور میں پڑھا گیا جسے منہاج القرآن پبلیکیشنز نے رسالے کی صورت میں چھاپا ہے۔ قادری صاحب نے اس مجلس میں شیعہ حضرات کی خوشنودی کے لئے

من گھڑت روایتوں کو صحیح حدیث بنا کر پیش کیا اور یہیں پر بس نہیں کی بلکہ دشمن حق اور حامی باطل نے بلا سند وثبوت یہاں تک کہا۔ حضور ﷺ کے تمام صحابہؓ نے شہادت دی ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے شہادت دی ہے کہ ہم اگر سارے صحابہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں علیؓ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ (حب علیؓ)

۱۔ اتنی بڑی بات کا کوئی حوالہ کوئی سند؟ اور رہی یہ بات انا مدینۃ العلم وعلی بابھا یہ ایک من گھڑت اور بے اصل روایت ہے۔ اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب و منکر ہے۔ اسے بعض راویوں نے شریک سے نقل کیا ہے اور اس میں صنابحی کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا اور ہم نے ثقہ راویوں میں سے سوائے شریک کے کسی اور کے پاس یہ روایت نہیں پائی۔

۲۔ ابن جوزی اور سراج القزوینی جنھوں نے عربی میں ترمذی پر حاشیہ لکھا ہے وہ اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔

۳۔ شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن عمر الرومی ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ محمد بن عمر الرومی ضعیف ہے اس حدیث کو وضع کرنے والا کون ہے۔ شریک یا پھر محمد بن عمر الرومی یا اسماعیل بن موسیٰ الفزاری نے یہ مجھے معلوم نہیں بہرصورت یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا آخری راوی اسماعیل بن موسیٰ الفزاری جو ترمذی کا استاد ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا ابن ابی شیب اور نہاد کا بیان ہے کہ یہ فاسق ہے اور اسلاف کو گالیاں دیتا ہے (میزان الاستدلال 1 سے 201)

لہذا اس من گھڑت روایت کو قادری صاحب کا صحیح حدیث کہنا پھر شیعہ مجلس میں فخر سے بیان کرنا قادری صاحب کی علمی خیانت ہے

☆☆☆

رسول اللہ ؐ کی محبوب ترین ہستی کون؟

قادری اپنی کتاب ذبح عظیم میں لکھتا ہے کہ "حضرت جمیع بن عمیر التیمی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھو کے ساتھ مل کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا لوگوں میں سے کون سب سے بڑھ کر رسول اللہ ؐ کو محبوب تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا۔ حضرت فاطمہؓ۔ دوبارہ

پوچھا گیا کہ مردوں میں کون سب سے بڑھ کر محبوب تھے؟ فرمایا فاطمہ کا شوہر (علی) پھر فرمایا کہ میں خوب جانتی ہوں کہ وہ بڑے روزہ رکھنے والے اور تہجد پڑھنے والے تھے"۔

(جامع ترمذی)

☆☆☆

قادری صاحب کی جہالت پر جہالت:۔

مزید لکھتے ہیں " عائشہ صدیقہؓ چاہتیں تو سائل کے سوال پر یہ بھی فرما سکتی تھیں کہ حضور تاجدار کائنات کو سب سے زیادہ محبوب میں خود تھی اور مردوں میں میرے والد سیدنا صدیق اکبرؓ۔ اگر یہ روایت ہوتی تو بھی قرین قیاس تھی۔ حضورؐ کا سیدہ عائشہؓ اور ان کے والد گرامی سے تعلق محبت ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن جو چیز حقیقت ہے اسے بیان کرنے میں ذرا تعامل نہیں فرمایا"۔

(ذبح عظیم، صفحہ 83)

☆☆☆

شیعہ نوازی کیلئے علمی خیانت:۔

ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ قادری کا اس روایت کو نقل کرنا پھر اپنا عقیدہ اور تبصرہ کرنا اسے قادری کی جہالت کہیں یا علمی خیانت۔ اس کی جہالتوں کی طرف نگاہ اٹھائیں تو اس معاملہ میں اسے بہت نوازا گیا ہے اور اگر اس کی علمی خیانتوں کو دیکھیں تو معاملہ میں وہ دور حاضر کا سب سے بڑا خائن ہے۔ بہرحال اسے اللہ ہی سمجھے حالانکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ کا فرمان ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے سوال کیا یا رسول اللہؐ!

ای الناس احب الیک قال عائشه فقلت من الرجال فقال ابو ها قلت ثم من قال عمر الخطاب فعدّ رجالاً .

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، پارہ 14 صفحہ 532)

سب لوگوں میں آپ کو کون زیادہ محبوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ عرض کی یا رسول اللہ مردوں کی نسبت سوال ہے فرمایا عائشہ کے باپ (ابوبکر) عرض کی پھر کون فرمایا عمرؓ اسی طرح کئی آدمیوں کے نام آپ نے

لئے بخاری شریف کی صحیح حدیث کو چھوڑ کر ترمذی کی ایسی روایت جسے امام ترمذی نے حسن غریب کہا ہے اسے لینا علمی خیانت اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔خود ترمذی میں ہی امام ترمذی عین اس کی ضد اور بخاری کی حدیث کے مطابق روایت لی ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ترمذی میں ہی موجود ایک ہی معاملہ پر حسن صحیح کو چھوڑ کر حسن غریب کو ترجیح کس لئے؟ اور پھر اس پر یہ جہالت کہ "اگر روایت ہوتی تو بھی.......!

پا نہ پڑھی وخت نوں پھڑی

آیئے ہم ترمذی سے ہی حسن غریب کی بجائے عین اس کی ضد حسن صحیح روایت نقل کرتے ہیں

۔"حضرت عمرو ابن العاص ؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ؐ نے مجھے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ ؓ میں نے عرض کی مردوں کے متعلق سوال ہے فرمایا اس کا باپ (ابوبکر) ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

(ترمذی 2-21)

امام بخاری نے بھی یہی راویت صحیح میں نقل کی ہے اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

(1) بخاری شریف کی روایت جو ترمذی میں بھی ہے اس میں نبی ؐ کا ذاتی فرمان ہے اور دوسری حسن غریب جو ترمذی میں اس میں حضرت بریدہ ؓ کا اپنا خیال ہے۔فرمان رسول کے مقابلے میں کسی دوسرے کے تخیل کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

(2) حضرت بریدہ ؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً درست نہیں۔اس لئے کہ بریدہ ؓ جب حضرت علی ؓ کے ساتھ یمن سے واپس تشریف لائے تھے اور حج سے واپسی کے وقت خم غدیر میں انہوں نے حضرت علی ؓ کی شکایت کی تھی۔صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ؐ نے ان سے سوال کیا "**لعلک تبغض علیا** ؟" کیا تو علی ؓ سے بغض رکھتا ہے۔" **قال نعم** "انہوں نے کہا جی ہاں گویا حجۃ الوداع کے خاتمہ تک تو انہیں حضرت علی ؓ کی اس خوبی کا علم نہ تھا بلکہ بریدہ ؓ ان سے بغض رکھتے تھے۔اچانک انہیں اس خوبی کا احساس کیسے ہوا؟ جس کا دس سال تک بھی احساس نہ ہو سکا تھا۔ہمارے نزدیک بریدہ ؓ کی جانب اس روایت

کی نسبت جھوٹ ہے اور جھوٹ جعفر بن الاحمر کا وضع کردہ ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمر کوفی:۔

(i) حافظ بن حجر لکھتے ہیں کہ یہ شخص شیعہ ہے۔

(ii) یحیٰ بن معین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔

(iii) ابوداؤد کہتے ہیں سچا تو ہے مگر شیعہ ہے۔

(iv) جوزجانی کا بیان ہے کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔

(v) جعفر کے پوتے حسین بن علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابوجعفر یعنی باقر نے اسے خط لکھا جس کے بعد یہ شیعوں کو لے کر سابور پہنچا اور اعلان بغاوت کیا منصور نے اس کے خلاف لشکر کشی کی جس کے نتیجے میں یہ شکست سے دوچار ہوا اور ایک مدت دراز تک قید خانہ میں بند رہا اور 167 میں اس کا انتقال ہوا۔

(میزان 1-407)

عبداللہ بن عطاء:۔

جعفر نے یہ روایت عبداللہ بن عطا سے نقل کی۔

(i) امام ذہبی فرماتے ہیں یہ عبداللہ بن عطا محمد بن اسحاق کا استاد ہے۔

(ii) یحیٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔

(میزان الاعتدال 2-436)

(iii) امام نسائی فرماتے ہیں یہ قوی نہیں۔

(الضعفاو المتروکین للنسائی، صفحہ 61)

جمیع بن عمیر تیمی:۔

(i) امام بخاری فرماتے ہیں۔ اس نے حضرت عائشہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے اگرچہ احادیث سنی ہیں لیکن اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔

(ii) ابن حبان کہتے ہیں یہ شخص رافضی ہے، احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

(iii) ابن نمیر کا بیان ہے کہ وہ سب سے جھوٹا انسان تھا کہا کرتا تھا کہ ''کروکی'' نامی پرندہ فضا میں بچے جنتا ہے اور اس کے بچے زمین پر گرنے نہیں پاتے۔ (حالانکہ پرندے بچے نہیں انڈے دیتے ہیں)

(iv) ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایت ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی اور روایت نہیں کرتا صرف ترمذی تنہا واحد محدث ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال 1-422)

(v) اس کا ایک اور راوی حسین بن یزید الطحان الکوفی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کمزور ہے۔

(میزان 2-550)

(vi) اس کی سند میں تیسرا راوی ابوالجحاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ شیعہ ہے ایسی صورت میں کسی شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہوسکتی اور جمیع بن عمیر وضاع الحدیث اور کذاب ہے۔

اس وضاحت کے بعد شبہ نہیں رہ جاتا کہ یہ روایت شیعہ ٹکسالی میں گھڑی گئی ہے اور قادری صاحب کا اسے نقل کرنا اور علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے صحیح بخاری کی حدیثیں اور ترمذی میں ہی موجود اس کے مقابل حسن صحیح کو چھوڑنا قادری صاحب کی تقیہ بازی اور خیانت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆☆☆

واقعہ کربلا میں علمی خیانت:۔

طاہر القادری صاحب کے پس پردہ شیعہ ہونے پر السیف الجلی علی منکر ولایت علی، حب علی، مرج البحرین فی مناقب حسنین اور ذبح عظیم وغیرہ رسالے گواہ ہیں۔ مذکورہ رسالوں میں نہ صرف علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے من گھڑت اور شیعہ ٹکسالی میں گھڑی گئی روایات کو لیا گیا ہے اور اپنی کتاب ''ذبح عظیم'' میں حضرت حسین ؓ کا اپنے موقف سے رجوع کو دیدہ و دانستہ چھپا گئے ہیں۔ اور ''فلسفہ شہادت امام حسین'' نامی کتاب میں مبہم ساذکر کیا ہے مگر اس میں تین شرائط میں موصوف نے تبدیلیاں کی ہیں کیونکہ اس کے بغیر

جناب کا مقصد حل نہیں ہوتا تھا اور دوسری خاص وجہ یہ تھی کہ تین شرائط اور موقف سے رجوع حضرت حسینؓ کی اجتہادی غلطی پر دال ہے اور تیسری خاص وجہ یہ بھی ہے کہ موصوف اپنی ہی ایک کتاب میں مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اتاکم و امر کم جمیع علی رجل واحد یریدان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فا قتلوہ

(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے صفحہ 2 بحوالہ صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

جو شخص بھی تمہاری جماعت کی وحدت اور شیرازی بندی کو منتشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کردو۔ اور چوتھی بات یہ بھی ہے کہ موصوف ''ذبح عظیم'' میں حضرت اسماعیل کی قربانی اور حسینؓ کی قربانی کا مقصد ایک ہی ثابت کرنا چاہتے تھے مگر جب تین شرائط پر نظر پڑی تو خیال آیا اسماعیل تو کٹنے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر حضرت حسینؓ نے موت کو سامنے دیکھ کر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے یعنی بیعت کرنے پر رضامندی ظاہر کردی۔ اس لئے یہ مقصد حل نہ ہوتا تھا لہذا سرے سے اس واقعہ میں تین شرائط کو ختم کر کے رکھ دیا اور دوسری کتاب ''فلسفہ شہادت امام حسینؓ'' میں معنوی تحریف اور علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے لکھا کہ ''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے مطالبہ پیش کیا۔

۱۔ ہم دونوں یزید کے پاس چلتے ہیں۔

۲۔ تم مزاحمت نہ کرو میں واپس حجاز چلا جاتا ہوں۔

۳۔ ترکوں سے جنگ کرنے کے لئے سرحد کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں۔''

(فلسفہ شہادت امام حسینؓ صفحہ 151)

حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہر مورخ نے ان شرائط کا ذکر کیا ہے حتیٰ کہ شیعہ علماء کو بھی اس سے مجال انکار نہیں۔ شیعہ حضرات کی کتاب چودہ ستارے سے لے کر حیات القلوب تک ہر کتاب میں اس کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ ''حضرت حسینؓ نے واپسی کا قصد کر لیا تھا لیکن حضرت مسلمؓ کے بھائیوں نے یہ کہہ کر واپس ہونے سے انکار کر دیا کہ ہم تو اپنے بھائی مسلمؓ کا بدلہ لیں گے یا خود مر جائیں گے۔ اس پر حضرت حسینؓ نے فرمایا تمہارے بغیر میں بھی جی کر کیا کروں گا؟'' (تاریخ طبری 5-386)

طبری کے الفاظ یہ ہیں: فھم ان یرجع و کان معہ اخوۃ مسلم بن عقیل فقالوا لا نرجع حتیٰ

نصیب بثارنا او نقتل

۲۔اس پر بھی تمام تاریخیں متفق ہیں کہ حضرت حسینؓ جب مقام کربلا پر پہنچے تو گورنر کوفہ ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو مجبور کر کے آپ کے مقابلے کے لئے بھیجا۔عمرو بن سعد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے گفتگو کی تو متعدد تاریخی روایتوں اور شیعہ حضرات کی معتبر کتب کے مطابق حضرت حسینؓ نے انکے سامنے شرائط پیش کیں۔

اختر مني احدى ثلاث اما ان الحق بثغر من الثغور واما ان ارجع الى المدينة و اما ان اضع يدى في يد يزيد بن معاويه فقبل ذالک عمر منه (الاصابہ2-17)

یعنی تین باتوں میں سے ایک بات مان لو۔

(1) میں یا تو کسی اسلامی سرحد پر چلا جاتا ہوں۔

(2) یا واپس مدینے چلا جاتا ہوں۔

(3) یا پھر میں (براہ راست) یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہوں (یعنی خود جا کر یزید کی بیعت کر لیتا ہوں۔

شیعہ کتب میں بھی یہ تین شرائط موجود ہیں۔

(۱) کتاب الارشاد صفحہ 201 مطبوعہ 1346ھ

(۲) تنزیہہ الانبیاء والآئمہ صفحہ 177 شریف مرتضی طبع 1350ھ

(۳) مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی صفحہ 75, 113

(۴) اعلام الوری طبری صفحہ 233،1338ھ

علاوہ ازیں جلاء العیون ملا باقر مجلسی جلد دوئم اور چودہ ستارے میں بھی تین شرائط کا ذکر ملتا ہے۔

سیدنا حسینؓ نے تین باعزت شرائط پیش کیں۔

(۱) مجھے مدینے واپس جانے دیا جائے۔

(۲) دوسری یہ کہ مجھے سرحدات کی طرف ترکوں کے خلاف جہاد کیلئے جانے دیا جائے۔

(۳) تیسری یہ کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے۔

حضرت حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع اور مذکورہ تین شرائط اس قدر واضح متواتر اور اظہر من الشمس ہے جس کا انکار کٹر معاند شیعہ بھی نہیں کر سکتا۔

قادری صاحب کی علمی خیانت کا سبب:۔

قادری صاحب کی اس علمی خیانت کا پہلا سبب تو شیعہ حضرات کو خوش کرنا ہے اور دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ قادری صاحب L.L.B ہیں۔ اگر چہ ایک ناکام وکیل ہی سہی اتنی بات تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایک طرف یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ حضرت حسین نانے کا دین بچانے کی غرض سے جہاد کرنے گئے تھے کیونکہ یزید کے خلاف جہاد واجب ہو گیا۔ دوسری طرف ذبح عظیم (حضرت حسین) کا تقابل حضرت اسماعیلؑ سے کر رہے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تو ذبح ہونے کیلئے تیز دھار چھری کے سامنے آنکھوں پر پٹی باندھ کر لیٹ گئے مگر حضرت حسینؓ نے دشمن کو دیکھ کر موقف سے رجوع فرمالیا۔ حضرت حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کا خروج اجتہادی غلطی تھی اور جب اس غلطی کا احساس ہوا تو فوراً رجوع فرمالیا۔ اسی اعتراض سے بچنے کیلئے قادری صاحب نے یہ علمی خیانت کی کیونکہ ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ آپ نے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سن کر واپسی کا قصد کیوں کیا؟ پھر میدان کربلا میں پہنچ کر یہ شرائط پیش کیوں کی؟ کیا اس وقت جہاد ساقط ہو گیا تھا؟ اس لئے یہ علمی خیانت کرتے ہوئے ذبح عظیم میں ان شرائط کا سرے سے ذکر ہی نہ کرنا مناسب خیال کیا اور ''فلسفہ شہادت حسین'' میں پہلے تو کہا بعض لوگ کہتے ہیں پھر دیدہ دانستہ ان شرائط کے جملوں کو اپنی من مرضی سے بدل دیا۔

(۲) باشعور لوگ یہ بھی سوال کرتے ہیں شمر ذی الجوشن اس قدر شقی القلب اور پتھر دل تھا کہ لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے، خیموں کو آگ لگا دی، عورتوں کی چادریں تک چھین لیں، بچوں کو قتل کر دیا، حتیٰ کہ لاشوں کے سر کاٹ کر ہونٹوں پر چھڑیاں ماریں۔ ایسے ظالم لوگوں نے سیدنا زین العابدین کو کیوں زندہ چھوڑ دیا؟

(۳) سیدنا حسین عالم الغیب امام تھے تو صحیح حالات معلوم کرنے کیلئے مسلم بن عقیل کو کوفہ کیوں بھیجا گیا کیا عالم ماکان ویکون کا امام کو علم نہ تھا کہ کربلا پہنچ کر ہمیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

(۴) اگر وہ یزید کو تخت سے ہٹانا چاہتے تھے تو تخت پر بٹھانا کیسے چاہتے تھے؟

(۵) امیر یزید جب تخت خلافت پر متمکن ہو گئے تو عوام کی اکثریت نے تجدید بیعت کر لی اور کاروبار سلطنت چلنا شروع ہو گئے۔ اس وقت تو یزید نے حسینؓ کو بیعت کیلئے مجبور نہ کیا اور ایک عرصہ بعد کیا مجبوری آبنی کہ حضرت حسینؓ سے بیعت، خلافت پر تو وہ پہلے متمکن تھے۔

(۶) اگر یہ کفر و اسلام یا حق و باطل کا معرکہ تھا تو ہزاروں صحابہؓ جو اس وقت حیات تھے جنہوں نے یزید کی بیعت کی تھی عبداللہ بن عمرؓ جیسی نابغہ عصر شخصیت بھی موجود تھی۔ اصحاب پیغمبر نے ہمیشہ دین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہ کیا۔ آج انہیں کیا ہوا کہ وہ اس معرکہ میں شامل نہ ہوئے حضرت حسینؓ اپنے کنبے کے صرف تیرہ افراد کو لے کر ساتھ غدار کوفیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے؟ حتیٰ کہ قریبی رشتہ داروں نے بھی آپ کی مخالفت کی اور آپ کے ساتھ بھی شامل نہ ہوئے بلکہ آخر وقت آپ کو منع کرتے رہے۔

مگر ان حقائق سے قادری صاحب کو کیا مطلب ان کا مقصد عظیم تو شیعہ حضرات کو خوش کرنا اور ان کے عقائد باطلہ کی تشہیر ہے، وہ مقصد پورا ہو چکا حالانکہ بذات خود طاہر القادری صاحب اپنی کتاب ''عقیدہ توسل میں مجاہدین قسطنطنیہ کے متعلق نبیؐ کی طرف سے جنت کی بشارت کا ذکر کرتے ہیں۔

☆☆☆

مجاہدین قسطنطنیہ کیلئے نبیؐ کی بشارت:۔

طاہر القادری صاحب حضرت ابوایوب انصاریؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں'' آپ اکابر صحابہ میں سے تھے معرکہ قسطنطنیہ میں آپ شریک جہاد ہوئے اور دشمن کی سرحد کے قریب حضرت ابوایوب انصاریؓ بیمار پڑ گئے۔ مرض نے شدت اختیار کی تو وصیت فرمائی جب میں فوت ہو جاؤں تو میری میت ساتھ اٹھالینا پھر جب دشمن کے سامنے صف آراء ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں میں ہی دفن کر دینا۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا (الاستیعاب)۔ چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مجاہدین اسلام نے آپ کو قلعہ کے دامن میں دفن کر دیا اور دشمن کو متنبہ کیا کہ اگر اس جلیل القدر صحابی رسولؐ کی قبر کی بے حرمتی کی گئی تو بلاد اسلامیہ میں

ان کا کوئی گرجا محفوظ نہ رہے گا۔

(عقیدہ توسل صفحہ 396)

(۲) ام حرام بنت ملحان کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی لشکر میں شامل تھیں۔ حضور نے پیشن گوئی فرما دی تھی کہ تم اس بحری لشکر میں شریک ہوگی۔

(ایضاً)

قادری صاحب ان دونوں واقعات میں اس لشکر کے متعلق نبی کی بشارت جو سنائی تھی کہ یہ تمام لشکر جنتی ہے، اسے حذف کر گئے۔ ہم اس بشارت کو صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ فرمایا حضور صادق المصدق ؐ نے:

جیش من امتی یغزون البحر قد او جبوا

یعنی میری امت کی پہلی فوج جو بحری جہاد کرے گی اس پر جنت واجب ہوگئی۔

اور یہ بھی فرمایا صادق المصدوق پیغمبر نے:

اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم .

کہ میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور خلافت میں یہ لشکر روانہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری ضعیف العمری میں پیچھے نہ رہے۔ ام حرام بنت ملحان بڑھاپے میں عورت ہونے کے باوجود پیچھے نہ رہیں۔ اس لشکر کے قائد امیر یزیدؒ تھے اور حضرت ایوب سے متعلقہ دشمن کو متنبہ کرنے کی تاریخ امیر یزید نے رقم فرمائی۔

نبی ؐ کی اس بشارت کے الفاظ صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم کتاب الامارات موطا امام مالک کتاب الجہاد، جامع ترمذی کتاب الجہاد، سنن ابن ماجہ، سنن ابن داود وغیرہ میں موجود ہیں۔ لہذا جسے زبان رسالت سے جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ ملا۔ ایک خودغرض، نفس پرست اور جاہل آدمی کا اسے طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ اگر یزید نعوذ باللہ ایسے ہوتے جیسا کہ کہا جاتا ہے تو عبداللہ بن عمر بھی ان کی بیعت نہ کرتے۔

☆☆☆

یزید پر سب وشتم کا مسئلہ:

قادری صاحب ''فلسفہ شہادت امام حسین'' اور ''ذبح عظیم'' میں نہ صرف من گھڑت قصے کہانیوں کا سہارا لیتے ہیں بلکہ جگہ جگہ یزید پر لعنت بھیجتے ہیں حالانکہ قادری صاحب کا اپنا بیان ہے ''اعلیٰ حضرت کے جو عقائد ونظریات وہی بعینہ میرے ہیں۔ میرے اور ان کے نظریاتی عقائد میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی فرق نہیں۔ اعلیٰ حضرت کے تمام فتووں پر میرا اکمل یقین ہے اور ایمان ہے جو فتویٰ بھی انہوں نے دیا وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

(رسالہ دید شنید، لاہور 16 نومبر 1887ء)

☆☆☆

احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ:۔

کیا فرماتے علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ ورسول یزید پلید بخشا جائے گا یا نہیں۔

الجواب:۔ یزید پلید کے بارے میں آئمہ اہل سنت کے تین اقوال ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں (1)۔ امام غزالی وغیرہ مسلمان جانتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ علم۔

(احکام شریعت صفحہ 170)

اگر قادری صاحب کا اپنے اعلیٰ حضرت کے تمام فتووں پر مکمل یقین اور ایمان ہے تو پھر امیر یزید پر لعنت بھیجنے کا کیا مطلب؟ یہ دوغلی پالیسی کس لئے؟ البتہ اگر ابھی تک اس فتویٰ سے بے خبر ہیں تو قادری صاحب توبہ کریں اور آئندہ آشاعت میں کتاب سے ایسی عبارتیں نکال دیں۔

حضرت حسینؓ کے قاتل کوفی ہیں۔

☆☆☆

(1) حضرت زین العابدین کی شہادت:۔

"جب علی بن حسین عورتوں کے ہمراہ کربلا سے چلے اور مرض کی حالت میں تھے دیکھا کہ کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کئے ہوئے (یہ بھی امام صاحب کی جانب اپنی اختراع ہے حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں) بین کر رہی ہیں اور مرد بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں تو امام زین العابدین نے کمزور آواز میں (کیونکہ بیماری نے ان کو کمزور کر دیا تھا) فرمایا یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں مگر ان کے سوا ہم کو قتل کس نے کیا؟ (جلاء العیون)

حضرت زینب بنت علی کی گواہی:۔

اے اہل کوفہ تمہارے ہاتھ قطع کیے جائیں تم پر ہلاکت ہو تم نے کس جگہ گوشہ رسول کو قتل کیا اور کن پروردگان اہل بیت کو بے پردہ کیا کس قدر فرزندان رسول کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔

(جلاء العیون للمجلسی اردو، صفحہ 503)

ام کلثوم بنت علی کی گواہی:۔

"اے زنان کوفہ تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور اہل بیت کو اسیر کیا پھر تم کیوں روتی ہو"۔

(جلاء العیون، صفحہ 507)

بیعت کرنیوالے ہی قاتل ہیں:۔

"بیس ہزار مردم عراقیوں نے امام حسین سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے تلوار امام حسین پر کھینچی اور ہنوز بیعت امام حسین ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسین کو شہید کر دیا"۔

(جلاء العیون 1، صفحہ-422)

شیعہ کتب پکار پکار کر گواہی دے رہی ہیں کہ قاتل وہی کوفی تھے جنہوں نے خط لکھے۔ حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی مگر جب حضرت حسینؓ نے تین شرائط پیش کیں تو یہ شرائط منظور کر لیں گئیں۔ آپ شام کو یزید کی بیعت کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے تو تقریباً آدھے راستہ میں کربلا کے مقام پر انہی کوفیوں

نے خط چھیننا چاہے مزاحمت پر آپ کو شہید کر دیا گیا اور خطوں کو آگ لگا دی گئی اور اس کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ شیعہ حضرات کی معتبر کتب میں اس لٹے قافلے کی جتنی بد دعائیں ہیں وہ بھی انہی کوفیوں کیلئے ہیں یزید کا کسی نے نام تک نہیں لیا نہ ہی کسی اور کا اور پھر یہ قافلہ شام میں یزید کے گھر رہا۔ حضرت زین العابدین یزید کے بغیر کھانا نہ کھاتے۔ حضرت زینب تا وفات یزید ہی کے گھر میں رہیں وہیں وفات پائی۔ ان کا مزار آج بھی دمشق میں ہے اور اس حادثہ کے بعد دونوں خاندانوں کی لڑکیاں اور لڑکے ایک دوسرے سے بیاہے گئے۔

☆☆☆

عقیدہ امامت اور طاہر القادری:۔

طاہر القادری صاحب نہ صرف شیعہ حضرات کے عقیدہ امامت کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ جگہ جگہ امام اور پھر ساتھ علیہ السلام بھی لکھتے ہیں حالانکہ ''علیہ السلام'' انبیاء علیہ السلام کی ذات کیلئے خاص ہے۔ شیعہ حضرات کا اپنے آئمہ کے ساتھ علیہ السلام لکھنا اس وجہ سے ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت بعینہ نبوت ہے بلکہ نبوت سے بھی بالاتر ہے۔ آئمہ پر وحی بھی نازل ہوتی ہے مگر قادری صاحب جو اپنے آپ کو حنفی بریلوی کہلاتے ہیں ان کا ان حضرات کیلئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے علیہ السلام لکھنا شیعیت نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا کبھی آپ نے امام ابوبکر علیہ السلام، امام عمر علیہ السلام، امام عثمان علیہ السلام بھی کہا یا لکھا؟ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت نبوت کی طرح من جانب اللہ ہے اور امام معصوم ہوتا ہے، کندھے پر مہر امامت بھی ثبت ہوتی ہے، وحی بھی نازل ہوتی ہے اور قادری صاحب شیعہ حضرات کی تائید میں لکھتے ہیں ''اس لئے حضورؐ نے وادی غدیر کے مقام پر اس کا اعلان فرمایا حضور ﷺ نے امت کیلئے خلیفہ کا انتخاب اللہ کی مرضی سے خود فرمایا۔

(السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی، صفحہ 9)

براہو جاہل قادری کا جو اپنے ان الفاظ کے ذریعے شیعہ حضرات کی طرح تقیہ کے سہارے حضرت ابوبکر صدیق کو غاصب کہہ رہا ہے اور شیعہ حضرات کے عقیدہ امامت کی تصدیق کر رہا ہے بقول محمد حسین ڈھکو

شیعہ مجتہد لکھتا ہے کہ امام اور نبی کے فرائض اور خصائص میں کوئی فرق نہیں۔

''امام کے وہی فرائض ہیں جو ایک نبی اور رسول کے ہوتے ہیں۔ امام امور دین و دنیا دونوں کی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں تمام صفات جمیلہ کا ہونا ضروری ہے جو ایک نبی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔''

(اثبات الامامت، صفحہ 42)

شیعہ مجتہد عبدالعلی ہروی ''مواعظہ حسنہ'' میں لکھتا ہے۔

(۱) امام حجۃ اللہ نمونہ صفات الٰہی و معلم بتعلیم الٰہی ہوتے ہیں۔

(صفحہ 205)

(۲) امام حاضر و ناظر رہتا ہے۔

(صفحہ 206)

(۳) وحی شرط امامت ہے اور ہر فعل امام و قول امام تحت وحی الٰہی ہوتا ہے۔

(صفحہ 91)

(۴) حضور علیہ السلام کی طرح آئمہ علیہ السلام کا سایہ بھی نہیں ہوتا۔

(صفحہ 165)

(۵) خمینی لکھتا ہے'' ہمارے مذہب کا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے کہ ہمارے امام اس مقام و مرتبہ کے مالک ہیں جس تک کوئی فرشتہ، کوئی مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

(الحکومہ الاسلامیہ ، صفحہ 71 للخمینی)

اگر نبی کریم علیہ الصلوۃ التسلیم خاتم النبین المعصومین کے بعد مندرجہ بالا خصوصیات کے حامل لوگ ''امامت'' کے روپ میں دنیا میں آتے رہے تو نا معلوم پھر ختم نبوت کے کیا معنی ہوں گے؟ اور منکر ختم نبوت کون ہوں گے؟

شیعہ حضرات کا اپنے آئمہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا آئمہ کی ان خصوصیات کی بناء پر ہے۔ قادری

صاحب کس منہ سے علیہ السلام لکھتے ہیں؟ یقیناً دال میں کچھ کالا ہے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

☆☆☆

طاہر القادری اور خمینی کی مدح سرائی:۔

شیعہ حضرات کی مزید خوشنودی کے لئے خمینی کی یاد میں شیعہ حضرات کی طرف سے منعقدہ تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے طاہر القادری نے کہا" امام خمینی تاریخ اسلام کے شجاع اور جری مردان حق میں سے ہیں۔ جن کا جینا علی اور مرنا حسین کی طرح ہے۔ خمینی کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہر بچہ خمینی بن جائے اور فرعونیت کے نقوش کو مسمار کر دے جس کو پاش پاش کرنا امام خمینی کا پیغام ہے"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 8 جون 1989)

استغفر اللہ! خمینی کا جینا حضرت علیؓ کی طرح اور مرنا حضرت حسینؓ کی طرح قرار دینا حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی توہین ہے۔ کیا کبھی صحابہ و اہل بیت کے لئے اس قصیدہ خوانی کی طرح کسی شیعہ نے اصحاب پیغمبر کی بھی قصیدہ خوانی کی ہے؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

طاہر القادری کے ممدوح خمینی کے لرزہ خیز عقائد و نظریات:۔

شان نبوت پر حملہ:۔ جو نبی بھی آئے وہ اسلام کے نفاذ کے لئے آئے لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہاں تک کہ محمد رسول اللہ بھی اپنے زمانہ میں کامیاب نہ ہوئے۔

(اتحاد و یکجہتی صفحہ 15 خانہ فرہنگ ایران)

☆☆☆

تنقیص شان نبوت و شان صحابہ:۔

روح اللہ خمینی نے واضح کیا کہ" شوق شہادت میں ایرانیوں نے جتنی قربانیاں پیش کی ہیں، ان کی کوئی مثال نہیں ملتی حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کے لئے صحابہ نے ایسی قربانیاں پیش نہیں کیں ہیں کیونکہ کفار کے ساتھ

لڑائی میں جب حضورﷺ اپنے رفقاء کو بلاتے تو وہ حیلے بہانے کرتے تھے جبکہ میری افواج اشارہ ابرو پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے"۔

(خطبہ جمعہ قم روزنامہ جنگ کراچی 20 نومبر 1982ء)

☆☆☆

حضرت صدیق اکبرؓ پر تبرا:۔

ابوبکرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد صریح قرآنی حکم کے خلاف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ترکہ سے محروم کیا اور رسول خدا کی طرف سے حدیث گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کی۔

(کشف الاسرار صفحہ 115)

☆☆☆

حضرت عمر فاروقؓ پر تبرا۔

عمرؓ نے رسول خداﷺ کے آخری وقت آپ کی شان میں ایسی گستاخی کی کہ آپﷺ اسی صدمہ کو لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(کشف الاسرار للخمینی صفحہ119)

نیز:۔ یہ شخص حضرات شیخین کے بارے میں لکھتا ہے۔ وہ کافر اور زندیق تھے (کشف الاسرار صفحہ 62)

انکار خلافت راشدہ:۔

ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رسول اللہ کے خلفاء نہ تھے بلکہ انھوں نے احکام الٰہیہ بدل دیے، حرام کو حلال کر دیا۔ اولاد رسول پر ظلم کیا اور قوانین ربی و احکام دینی میں جہالت کی۔

(کشف الاسرار صفحہ 110)

اللہ تعالٰی کی توہین:۔

ہم ایسے خدا کو نہیں مانتے جو عدالت و دینداری کی ایک عالی شان عمارت تیار کرائے اور پھر اس کی بربادی کی کوشش کرائے اور معاویہؓ و عثمانؓ جیسے بدقماشوں کو امارت اور حکومت سپرد کرے۔

(کشف الاسرار صفحہ 107)

حضرت معاویہؓ پر تبرا:۔

معاویہؓ چالیس سال تک قوم کی سرداری کرتا رہا مگر اس دوران اس نے اپنے لئے دنیا کی لعنت اور عذاب آخرت کے سوا کچھ نہیں کمایا۔

(الجہاد الاکبر صفحہ 18)

انتباہ:۔ مذکورہ عقائد صرف خمینی کی زبان وقلم سے بمصداق ۔۔۔۔۔۔ نقل کفر کفر نباشد سے نقل کئے گئے ہیں اور خمینی کا باقی سارا مذہب شیعہ، توحید ورسالت، قرآن وسنت، شان خلافت وصحابیت، اہل بیت و اسلام وغیرہ کے خلاف سارا گستاخانہ اور کفریہ لٹریچر اس کے علاوہ ہے جس پر خمینی وشیعہ مذہب کا دارومدار ہے۔ اس کے باوجود بعض جہلاء یہ سمجھتے ہیں کہ شیعیت صرف ماتم وسینہ کوبی کرنے اور کالے کپڑے پہن لینے کا نام ہے۔ افسوس طاہر القادری کے علم اور عقل پر اور حیرت ہے اس کی جہالت، منافقت اور تقیہ بازی پر جو خمینی جیسے انسان کا جینا علی کی طرح اور مرنا حسین کی طرح قرار دیتا ہے اور نہ صرف یہ کہ بلکہ جاہل قادری مشورہ دیتا ہے کہ بچہ بچہ خمینی بن جائے تاکہ بچہ بچہ خمینی ہی کی طرح شان قرآن ونبوت شان صحابہ واہل بیت پر تبرا بازی کرے۔ خمینی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کر کے طاہر القادری نے اس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ خمینی اور طاہر القادری کے عقائد ونظریات میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ طریقہ کار میں اتنا فرق ضرور ہے کہ خمینی کو تقیہ کی ضرورت نہ تھی اور طاہر القادری نے بریلویت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور پس پردہ شیعیت کا پرچار کر رہا ہے۔

☆☆☆

طاہر القادری اور مرزا غلام احمد قادیانی:۔

طاہر القادری بعینہ غلام احمد قادیانی کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اسے بھی بشارتیں ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ حتیٰ کہ رسول کریمؐ اس کے مہمان بنتے ہیں، فرشتے اس کی خدمت کیلئے نازل ہوتے ہیں اور حال ہی میں 2007ء عید میلاد النبی کے جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے بالکل گوہر شاہی کی طرح گوہر افشانی چھوڑی

کہ آسمان پر چاند کے ساتھ محمدؐ لکھا ہوا ہے۔ جو تمام حاضرین مجلس نے دیکھا اور یہ سعادت صرف حاضرین مجلس کیلئے تھی حالانکہ یہ سب دھوکہ دہی ہے اور ایک الیکٹرانک ایجاد ہے۔۔

امریکہ میں ایسی لیزر ٹیکنالوجی تو عام ہو چکی ہے کہ آپ زمین پر رہ کر فضا میں اس لیزر ٹیکنالوجی سے کوئی چیز لکھی ہوئی یا تصویر دیکھ سکتے ہیں اور وہ ایسے ہی لگتا ہے کہ جیسے بادل پر کوئی تصویر یا عبارت تحریر کردہ ہے جیسے ہمارے ہاں بچے لیزر لائیٹ دیوار پر مارتے ہیں تو کوئی کارٹون دیوار پر دکھائی دیتا ہے۔ یہ عام لیزر ہے وہ خاص جو اتنی دور کہ بادل تک رسائی رکھتا ہے(صفی)

☆☆☆

اک کذاب اور:۔

طاہر القادری کا اگر آپ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون سے تقابل کریں تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آ جائے گی کہ طاہر القادری نے بالکل اسی طرح کی چال چلی ہے جس طرح کی چال مرزا غلام احمد قادیانی نے چلی تھی۔ اس نے بھی پہلے ہی یکدم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ پہلے تو ''ملہم'' ہونے کا دعویٰ کیا کہ اس پر الہام ہوتا ہے، پھر وحی کے نزول کا دعویٰ کیا۔ اس طرح یہ کذاب نبوت کا مدعی بن بیٹھا، بعینہٖ طاہر القادری کا معاملہ ہے۔ موصوف نے بھی حسب ترتیب اور یکے بعد دیگرے درج ذیل ارتقائی منزلیں طے کیں اور بہت سے جھوٹے دعوے کیے۔ البتہ ابھی نبوت کا دعویٰ باقی ہے۔ سب سے پہلا دعویٰ کیا۔

طاہر القادری صاحب کے دعوے

(۱) ان کی پیدائش سے بھی قبل نبیؐ نے طاہر القادری کا نام رکھ کر گویا بیٹے کی خوش خبری بھی باپ کو سنا دی۔

(۲) عمرہ ادا کرنے گئے تو وہاں میاں نواز شریف اور اختر رسول صاحبان جیسے ملکی سطح بلکہ بین الاقوامی شہرت کے مالک حضرات کے کندھوں پر سوار ہو کر غار حرا تک پہنچے اور پھر واپسی پر نیا شوشہ چھوڑا اور وطن واپسی پر اس واقعہ کی خوب تشہیر کی تا کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ طاہر القادری کوئی معمولی شخصیت نہیں۔

(۳) پھر منہاج القرآن سے متعلق حضورؐ کی ذات اقدس کی طرف اس بشارت کو منسوب کیا کہ آپ نے موصوف کو منہاج القرآن کے نام سے ادارہ بنانے کا حکم فرمایا۔ اس طرح لوگوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کرنے کی کوشش کی گئی کہ گویا انہیں بارگاہ رسالت میں رسائی حاصل ہے حتیٰ کہ خاتم النبیین خود چل کر طاہر القادری کے ہاں حاضر ہوتے ہیں۔

(۴) پھر غار حرا میں فرشتہ کے نزول کا دعویٰ کیا۔ اگر عوام شور نہ مچاتے اور کچھ لوگ سڑکوں پر نکل کر قادری صاحب کے پتلے نہ جلاتے تو شاید وحی کا نزول بھی شروع ہو جاتا۔

(۵) پھر قادری صاحب رویائے صادقہ کا سلسلہ شروع کرتے ہیں اور حضورؐ طاہر القادری کے مہمان بنتے ہیں۔

(۶) پھر دعویٰ کیا کہ عوامی تحریک کی حکومت آئی تو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضے اٹھا کر ان کے منہ پر ماریں گے۔ مجھے تاجدار مدینہؐ نے بجٹ بنانے کی کنجی عطا کر دی ہے۔

(۷) پھر عورت کی دیت کے معاملہ میں صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین، فقہاء کرام اور آئمہ کے اجتماعی مسئلہ کا انکار کر کے اجماع کے ہی منکر ہو گئے اور قارئین کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور طاہر القادری کے عقائد میں کسی حد تک مماثلت بھی پائی جاتی ہے مثلاً غلام احمد قادیانی ان تمام حدیثوں کا منکر ہے جو اس کے موقف کے خلاف ہیں۔ اس طرح طاہر القادری نے بھی ان تمام صحیح حدیثوں کا انکار کر دیا جن سے ان کے باطل و بے بنیاد موقف عورت کی دیت سو اونٹ کے خلاف پچاس اونٹ کا واضح ثبوت میسر آتا ہے۔ اسی طرح قادیانی نے اجماع کا انکار کیا تو طاہر القادری نے بھی اجماع کا انکار کر کے پوری امت کے علماء، فقہاء و آئمہ مجتہدین کو اپنا مخالف قرار دیا۔ علاوہ ازیں آپ دیکھیں گے کہ جہاں بھی صحیح حدیث طاہر القادری کے عقائد کے خلاف ہوا سے چھوڑ کر من گھڑت اور ضعیف حدیث ہی قادری صاحب کو محبوب ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی انگریزوں کے خلاف جہاد کا منکر ہو گیا اور ان سے اتحاد کا نعرہ بلند کیا۔ طاہر القادری نے بھی افغانیوں کے خلاف امریکہ کی حمایت کا اعلان کیا اور جہاد کو فساد قرار دیا۔ غور فرمایئے تو ان دونوں پودوں کا مالی ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ قادیانی بھی کہتا ہے کہ اسے خدا اور رسول نے یہ خدمت سونپی ہے۔ اس کا شعر ملاحظہ فرمائیں۔

اب تو جو فرمان ملا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتواں دل فگار

(براہین احمدیہ 5-98)

طاہر القادری نے یہ بھی شوشہ چھوڑا کہ "مجھے رسول اللہؐ نے بشارت دی اور فرمایا تم اللہ کے دین، میری امت کی نصرت اور میری سنت کی خدمت اور میرے دین کی سربلندی کا کام کرو۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں"۔ میں نے عرض کیا میں تو ایک ناکارہ، نااہل، کمزور اور ناتواں انسان ہوں۔ خطا کار ہوں اس لائق نہیں کہ یہ کام کرسکوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "تم شروع کرو اللہ تمہیں توفیق دے گا اور وسائل دے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ منہاج القرآن بناؤ میں تمہارے منہاج القرآن میں خود آؤں گا"۔

(قومی ڈائجسٹ نومبر 1986 صفحہ 24)

طاہر القادری کا یہ دعویٰ درحقیقت غلام احمد قادیانی کے دعویٰ سے مستعار ہے وہی الفاظ "ضعیف و ناتواں" جو قادیانی نے استعمال کئے تھے۔ پھر غلام احمد قادیانی آگے بڑھتا ہے اور نیا شوشہ چھوڑتا ہے کہ مجھے وحی آئی کہ "ہر طرف سے مال آئے گا" یہ مالی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آچکی ہے بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ روپے کے قریب پہنچ چکی ہے"۔

(براہین احمدیہ 5-57)

اسی طرح طاہر القادری نے بھی یہ پیش گوئی جڑ دی اور کہا کہ اسے حضورؐ نے بشارت دی "رسول اللہؐ نے فرمایا تم شروع کرو اللہ تمہیں توفیق دے گا"۔

(قومی ڈائجسٹ ایضاً)

طاہر القادری ہوشربا خواب آپ پڑھ چکے ہیں جنھیں موصوف نے رویائے صادقہ و صالحہ قرار دیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ محمد ﷺ میرے پاس میرے مہمان نے منہاج القرآن بنانے کا حکم دیا ہے وغیرہ۔ درحقیقت یہ دعویٰ غلام احمد قادیانی سے مستعار ہے۔ اب قادیانی کا دعویٰ سنئے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز سنی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کے جوتوں اور موزوں کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگے یعنی

پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علیؓ، وحسنینؓ و فاطمہ الزہرہؓ اور حضرت فاطمہ الزہرہؓ نے میرا سر اپنی ران مبارک پر رکھا اور مجھے پیار اور چاہت سے دیکھنے لگیں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ:۵۴۹)(تریاق القلوب صفحہ:٦٦)

☆☆☆

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ:۔

(۱) میں مریمؑ ہوں ابن مریمؑ ہوں (کشتی نوح، صفحہ 47) میں ہی عیسیٰ ابن مریم ہوں جو آنے والا تھا یہی حق ہے میں ہی مسیح موعود ہوں۔ (کشتی نوح)

(۲) خدا نے میرا نام محمد رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد کا اوتار بنایا۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ 28)

(۳) میں کرشن آریوں کے بادشاہ کا اوتار ہوں۔ (حقیقۃ الوحی، صفحہ 528)

(۴) میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار۔ (درثمین، صفحہ 68)

(۵) اس کذاب اور ظالم کا شعر ہے۔

منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبیٰ باشد

طاہر القادری کا دعویٰ:۔

"نابغہ عصر" نے اپنی قصیدہ خوانی و خودستائی کے لئے ایک شعبہ "مکشوفات ومبشرات" بھی قائم کر رکھا ہے۔ چنانچہ طاہر القادری کے خصوصی آرگن ماہنامہ "منہاج القرآن" نے ستمبر 2003ء کی اشاعت میں ان کے متعلق خصوصی انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

(۱) میرے دور کا ابوبکر صدیق بھی یہی ہے۔

(۲) میرے دور کا فاروق اعظم بھی یہی ہے۔

(۳) میرے دور کا عثمان غنی بھی یہی ہے۔

(۴) طاہر القادری وقت کا موسیٰ بھی ہے۔

(۵) طاہر القادری وقت کا عیسیٰ بھی ہے جو مردہ دلوں میں روح پھونکتا ہے۔

(۶) وہ وقت کا داور بھی ہے جو نعت و توحید سے کافروں کو للکارتا ہے۔

(۷) رب کی طرف سے اس کے دل پر القاء ہوتا ہے اور انقلابی ہوتا ہے۔ پہلے دو سو سال سے اس طرح قرآن کسی نے نہیں سکھایا۔ یہاں قرآن کو پڑھا نہیں جاتا بلکہ قرآن یہاں بولتا ہے۔

(۸) قائد طاہر القادری کے دل پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور فرشتوں کے ذریعے اللہ الہام کرتا ہے
(ماہنامہ منہاج القرآن لاہور ستمبر 2003ء)

سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ سے ایک ابلیس بنایا اور اس نے ہزاروں خاکی ابلیس بنا ڈالے۔

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

مگر ان عقائد و نظریات کی بناء پر یہ شخص تو ابلیس سے بھی بازی لے گیا۔ اب تو کہنا پڑے گا کہ قادری صاحب وکیل بھی ہیں اگرچہ ناکام وکیل ہی سہی شاید ان جیسے وکیلوں کے بارے میں کسی نے کہا ہے۔

پیدا ہوا وکیل تو شیطان نے کہا
لو آج میں بھی صاحب اولاد ہو گیا

شیطان اس کو دیکھ کہ کہتا تھا رشک سے
بازی یہ مجھ سے لے گیا تقدیر دیکھئے

☆☆☆

حالات زندگی میں بھی مماثلت:۔

مرزا غلام احمد قادیانی	طاہر القادری
(۱) براہین احمدیہ کے مطابق غلام احمد قادیانی کا بچپن میں نام دسوندی تھا بڑے ہوکر نام بدلنا پڑا۔	(۱) طاہر القادری کا پیدائشی نام اسحاق تھا بڑے ہوکر اپنا نام بدل کر طاہر القادری رکھا۔
(۲) ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں دس پندرہ روپے ماہوار پر ملازمت کی اور پھر مرزا امین کے خلاف مقدمہ بازی کے سلسلہ میں آٹھ سال تک عدالتوں سے وابستہ رہا۔	(۲) طاہر القادری صاحب کا بھی عدالتوں سے گہرا تعلق ہے اور موصوف بھی شروع شروع میں بطور وکیل عدالتوں سے وابستہ رہے۔
(۳) مرزا نے حصول زر اور عز و جاہ کیلئے تقدس کی دوکان سجانے کا فیصلہ کیا اور دین کے نام پر نہ صرف لوگوں کا مال لوٹا بلکہ متاع عزیز ایمان کا بھی لٹیرا بن گیا۔	(۳) طاہر القادری نے بھی محض حصول زر اور عز و جاہ کے حصول کی خاطر تقدس کی دوکانداری سجانے کا فیصلہ کیا اور دین کے نام پر نہ صرف لوگوں کا مال لوٹ رہا ہے بلکہ اپنے عقائد بد کے سبب لوگوں کا ایمان بھی لوٹ رہا ہے۔

(۴) مرزا نے فائز المرام ہونے کیلئے تین باتوں کی ضرورت محسوس کی ۔ (i) جان کی حفاظت (ii) روپیہ (iii) شعبدہ بازی یا کرامات اور شہرت کے حصول کیلئے مرزا نے جو کچھ کہا یا کیا اس سے سب واقف ہیں۔	(۴) طاہر القادری نے بھی فائز المرام ہونے کیلئے انہی تین باتوں کی ضرورت محسوس کی (i) جان کی حفاظت (ii) روپیہ (iii) کرامات صالحہ یا رویائے صادقہ ، جان کی حفاظت کیلئے قادری صاحب بلٹ پروف جیکٹ استعمال کرتے ہیں اور روپیہ کے حصول کیلئے کرامات صالحہ یا رویائے صادقہ (جو درحقیقت سب فراڈ ہے) کے ذریعے عوام کا روپیہ اور ایمان لوٹتے ہیں۔
(۵) مرزا صاحب اس ڈرامہ سے قبل مفلس وقلاش تھے پھر انگریز کی عنایت اور عوام کو بے وقوف بنا کر خوب مال دار ہو گئے۔	(۵) طاہر القادری صاحب اس ڈرامہ سے قبل کرائے کے مکان میں اور کرایہ بھی کوئی خدا ترس آدمی دیتا مگر بعد میں میاں شریف کی عنایت اور عوام کو بے وقوف بنا کر مال دار ہو گئے۔

(۶) قادیانی بھی خوابوں اور کرامات سے شروع ہوا پھر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔	(۶) قادری صاحب بھی خوابوں اور کرامتوں سے شروع ہوئے البتہ ان کا دعویٰ نبوت ابھی باقی ہے۔ اگر چہ ماہنامہ منہاج القرآن میں لکھا جا چکا ہے کہ قیادت کے دل پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ شاید اس دعویٰ کیلئے رستہ ہموار کیا جا رہا ہے۔
(۷) قادیانی کی شادی اپنے ہی خاندان میں ہوئی مگر قادیانی محمدی بیگم پر عاشق تھا مگر یہ عاشق نامراد رہا۔	(۷) قادری کی شادی بھی چچا زاد سے ہوئی مگر یہ صاحب یونیورسٹی کی ایک طالبہ پر عاشق تھے اور یہ عاشق بھی نامراد رہا۔
(۸) قادیانی کو بھی جھوٹ کے سبب عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا۔	(۸) قادری کو بھی فائرنگ کے جھوٹے مقدمے کے سبب عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا۔
(۹) قادیانی کا دعویٰ تھا کہ اس پر ٹیچی ٹیچی فرشتہ نازل ہوتا ہے۔	(۹) طاہر القادری نے بھی دعویٰ کیا کہ غار حرا میں مجھ پر کشمیری فرشتہ نازل ہوا۔
(۱۰) حسن اتفاق دیکھئے قادیانی بھی قادیانی (۱۱) اور قادیانی کی گالیوں اور مخالفین پر بددعاؤں سے کون ناواقف ہے؟	(۱۰) قادری بھی قادیانی (۱۱) مجھ پر قاتلانہ حملے کو ڈرامہ کہنے والوں پر اللہ و رسول کی ہزار بار لعنت۔۔۔۔ ایسا شخص دجال، کذاب، لعنتی اور جہنمی ہے۔

طاہر القادری اور قادیانیوں کی نمائندگی:۔

''ہم قادیانیوں کو بھی بطور اقلیت تحفظ اور نمائندگی دیں گے۔ ہم غیر مسلموں کا دوسرے شہریوں کی طرح

احترام کریں گے اور ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ قادیانی خود کو اقلیت تسلیم کریں یا نہ کریں بہرحال وہ آئین کی روح سے اقلیت ہیں اور ہم ان سے شہریوں کی طرح ہی سلوک کریں گے"۔ (انٹرویو طاہر القادری ہفت روزہ چٹان لاہور 25 مئی 1989ء)

☆☆☆

طاہر القادری کا مباہلہ شو:۔

طاہر القادری صاحب نے فلم انڈسٹری کے فنکاروں سے ربط بے فائدہ نہیں رکھا بلکہ انڈسٹری کی تتلیوں نے طاہر القادری کو ایک فائدہ ضرور پہنچایا ہے اور طاہر القادری کو یہ ہنر بھی سکھایا ہے کہ لوگوں کے دل و دماغ میں مشہور اور محفوظ رہنے کیلئے خبروں میں رہنا انتہائی ضروری ہے چاہے وہ خبریں حقائق پر مبنی ہوں یا محض اسکینڈل۔ اس طرح فنکار کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ طاہر القادری بھی تو محض ایک فنکار ہی ہے۔ انڈسٹری کی فنکارائیں تو جسم بیچتی ہیں اور یہ ظالم تو دین بیچتا ہے۔ اس مذہبی فنکار نے 1988ء میں ایک ڈرامہ رچایا اور پھر زر کثیر سے اس کی خوب تشہیر کی کہ مرزا طاہر کو میں نے مباہلہ کا چیلنج کیا ہے اور وہ پاکستان آ کر مجھ سے مباہلہ کرے گا۔ واہ سبحان اللہ۔ کذاب بمقابلہ کذاب۔ بہرحال طاہر القادری نے ختم نبوت کے نام پر مباہلے کا جھانسہ دے کر محض سستی شہرت کے حصول کی خاطر تمام علماء کو اکٹھا کیا اور اس مقصد کیلئے ربیع الاول کے مہینہ میں اکتوبر 1988ء کو بارھویں رات ختم نبوۃ کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں تمام مکتب فکر کے علماء، اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی حتیٰ کہ شیعہ حضرات کو بھی دعوت دی گئی اور ایک مخلوط سپریم کونسل کی تشکیل کی اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور پھر طاہر القادری نے اعلان کیا کہ میں اس کانفرنس میں نماز فجر تک مرزا طاہر قادیانی کا انتظار کروں گا۔ اگر اس نے کانفرنس میں آ کر میرے ساتھ مباہلہ کیا تو نماز فجر سے پہلے یا مسلمان ہو جائے گا یا پھر ہلاک۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو میں اپنا سر قلم کروا دوں گا"۔

ایک کذاب کا دوسرے کذاب کو چیلنج سن کر ہمیں پنجابی کا یہ محاورہ یاد آ گیا۔

سپ نوں سپ لڑے تے وس کنھوں چڑھے

سانپ کو سانپ ڈسے تو زہر کا اثر کس کو ہو؟

ہر کوئی جانتا ہے کہ مرزا طاہر قادیانی توہین رسالت کا مجرم ہے۔ اس لئے پاکستان میں ہرگز نہیں آ سکتا مگر طاہر القادری نے دولت وسائل کے بل بوتے پر محض سستی شہرت کے حصول کی خاطر یہ شوشہ چھوڑا۔ حالانکہ مرزا طاہر قادیانی نے طاہر القادری سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ لاہور نہیں آئے گا اور نہ ہی آمنے سامنے مباہلہ ہوگا، اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر بددعا کی جائے گی۔ مگر اس کے باوجود قادری صاحب نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور یہ ڈرامہ رچایا۔ اگر واقعی مرزا قادیانی کے ساتھ مباہلہ واتمام حجت کیلئے قادری صاحب مخلص تھے تو یہ اپنے وسائل کے بل بوتے پر بڑی آسانی سے لندن جا کر مرزا کا گھیراؤ کر سکتے تھے۔ ایسا کرتے اور اس کے علاقے میں ڈیرہ جما لیتے اور لندن جا کر خود مباہلے کا چیلنج کرتے مگر۔

ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے انہوں نے آمنہ کے لعل سے وفا کا حق ادا کر دیا اور کذاب غلام احمد قادیانی کا ہر مقام پر محاصرہ کیا اور اس کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا اور اس وقت تک اس مفتری اور کذاب کو نہیں چھوڑا جب تک وہ مجبوراً مباہلہ کر کے خائب وخاسر ہو کر فی النار نہیں ہو گیا۔ یہ ہے جذبہ حق کا مظاہرہ نہ کہ طاہر القادری کا نمائشی شو اور عوام کی تماش بینی۔

پروفیسر طاہر القادری صاحب کی قرآن فہمی:۔

قرآنی علوم میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے پندار کا عالم یہ ہے کہ منہاج القرآن کے نام سے تفسیر بھی تصنیف فرمائی ہے۔ مبتدی علم بھی جانتے ہیں کہ علماء متقدین ومتاخرین مفسر قرآن کیلئے عربی زبان قواعد نحو وصرف اور علوم معانی وبیان کو بنیادی ضرورت قرار دیتے ہیں علاوہ ازیں بندہ مفسر قرآن کی بجائے ایک مذاق بن جائے گا جبکہ ڈاکٹر صاحب کی علوم قرآن میں مہارت کی حد یہ ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ کی میزبانی''، ''غوث اعظم کی روحانی ہدایات'' اور شیخ طاہر علاؤ الدین صاحب کی بے پایاں نواشات اور توجہات کے باوجود قرآنی آیات کا ترجمہ بھی صحیح طرح نہیں کر پاتے۔ چہ جائیکہ تفسیر کریں اختصار کے پیش نظر ہم ڈاکٹر صاحب کی تمام جہالتوں اور علمی خیانتوں کا ذکر تو نہیں کر سکتے البتہ چند نمونے پیش

خدمت ہیں۔

☆☆☆

(1) طاہرالقادری صاحب کی بدترین جہالت:۔

قارئین، پروفیسر علامہ، نابغہ عصر ڈاکٹر طاہرالقادری کے علامہ پن کا مشاہدہ فرمائیں موصوف اپنی کتاب تسمیۃ القرآن میں جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ میں اپنی زیر تالیف ''تفسیر منہاج القرآن'' کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جز حضورؐ بارگاہ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتدز ہے عزو شرف

(ملاحظہ ہو انتساب تسمیۃ القرآن)

لکھتے ہیں ''عربی قاعدے کی رو سے ''الرحمٰن'' اسم فعلان واقع ہوا ہے۔ فعلان کا باب عام طور پر ایسی صفات کیلئے استعمال ہوتا ہے جو حالت کی حیثیت سے کسی ذات میں موجود ہوتی ہے مثلاً پیاسے کیلئے'' عطشان'' مست و بے خود کیلئے ''سکران'' غضبناک کیلئے ''غضبان'' '' پریشان و ششدر ہونے کیلئے ''حیران'' بہنے والے کیلئے ''جریان'' اور سرکشی و بغاوت کیلئے ''طغیان''۔

(تسمیۃ القرآن، صفحہ 110)

اہل علم اور ماہر فنون یا پھر جس نے کچھ عربی قواعد پڑھے ہوں گے وہ پروفیسر صاحب کی اس تحقیق پر ضرور غم کے آنسو بہائیں گے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ''رحمٰن'' اسم مبالغہ ہے اس کا وزن ''فعلان'' ہے۔ اس

میں پہلے حرف پر فتح (زبر) ہے اور دوسرے پر جزم لیکن اس کی آخری دو مثالیں جو نام نہاد علامہ نے پیش کیں ہیں یعنی ایک جریان اور دوسری طغیان وہ نہ صرف غلط بلکہ موصوف کی بدترین جہالت کا روشن ثبوت ہیں کیونکہ ''جریان'' کے پہلے حرف پر اگر چہ زبر ہے مگر دوسرے پر جزم نہیں ہے بلکہ اس پر بھی زبر ہے۔ نیز یہ کوئی ''رحمان'' کی طرح اسم مبالغہ نہیں بلکہ مصدر ہے ملاحظہ ہو اقرب الموارد میں لکھتے ہیں۔

'' جری یجری جریا و جریانا ''

(اقرب الموارد، 1-119)

لہٰذا اسم مبالغہ کیلئے مصدر کی مثالیں پیش کرنا اور دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا کسی اہل علم سے نہیں طاہر القادری صاحب جیسے نام نہاد "نابغہ عصر و علامہ" سے ہی متوقع ہوسکتا ہے۔اسی طرح موصوف کا لفظ رحمٰن" کی تحقیق میں "طغیان" کی مثالیں پیش کرنا بھی موصوف کی علمی ابتری کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ رحمان کے پہلے حرف پر فتح (زبر) ہے لیکن "طغیان" کے پہلے حرف پر ضم (پیش) ہے پھر رحمٰن اسم مبالغہ ہے اور طغیان مصدر ہے۔ چنانچہ المنجد میں ہے "طغی یطغی طغیا وطغیانا"

(المنجد، صفحہ 467)

قارئین محترم جب کوئی شخص ایسے منصب پر فائز ہو جائے جس کا وہ اہل نہیں تو اس منصب کی جو مٹی پلید ہو گی اس کا قیاس کون کرسکتا ہے۔ طاہر القادری صاحب جو بنیادی طور پر ایک وکیل ہیں جو جھوٹے خوابوں اور بشارتوں کے ذریعہ جھوٹے علامہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر لکھنے اور اس کے الفاظ و معانی کی تحقیق فرمانے لگے ہیں، ان سے ایسی باتوں کا سرزد ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔

بس ایک سخن بندہ عاجز کا ر ہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

☆☆☆

(2) توہین شان الوہیت

طاہر القادری صاحب "تسمیۃ القرآن" میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علی الاطلاق اجیر و معطی ہونا اس حدیث صحیح سے کتنا واضح ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا" انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی "

(متفق علیہ)

بے شک تقسیم میں ہی کرتا ہوں عطاء اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔

(تسمیہ القرآن، صفحہ 102)

مذکورۃ عبارت میں اجیر کا لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کرنا طاہر القادری کی سخت گمراہی اور جہالت ہے کہ اجیر کا ایک ہی معنی کتاب المنجد میں بدین الفاظ لکھا ہوا ہے کہ الاجیر نوکر مزدور۔

(المنجد، صفحہ 61)

معلوم ہوا کہ لفظ اجیر اجرت لینے والے ہی کے معنی میں عرب میں استعمال ہوتا ہے۔ اجرت دینے والے کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اجرت دینے والے کیلئے موجر از باب فعال آتا ہے۔

(کمافی المنجد)

☆☆☆

سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت " فلما جآء هم ما عرفوا کفروبه "(بقرہ۔89) کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "مگر جب وہ ان کے پاس تشریف لے آئے تو ان کو نہ پہچانا (اور) ان سے منکر ہو بیٹھے"۔

(تغیر شخصیت، صفحہ 23)

یہ اچھوتا ترجمہ نام نہاد علامہ کی لغت عربی اور دیگر علوم قرآنی میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی مہارت کی بنا پر ہی "نابغہ عصر" نے "اعلحضرت بریلوی" اور پیر کرم شاہ صاحب کے ترجموں کو لائق اعتنا نہیں سمجھا۔ واضح رہے کہ فاضل بریلوی نے یوں ترجمہ کیا ہے۔

تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو منکر ہو بیٹھے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے یہ ترجمہ پسند کیا ہے "جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا گیا"۔ گویا دونوں اصحاب نے جمہور کی طرح "ما عرفوا" میں "ما" کو موصول سمجھا جبکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تحقیق یہ ہے کہ "مـــا" نافیہ ہے اور اس کی خاطر انہیں (اور) کا لفظ قوسین میں اضافہ بھی کرنا پڑا جو انہوں نے اجتہادی کاوش سمجھ کر کر دیا۔

☆☆☆

سورۃ نساء کی آیت "ان یکن غنیاً او فقیراً فاللّٰہ اولیٰ بهما" (نساء۔135) کا ترجمہ یوں کرتے

ہیں" بے شک کوئی امیر ہو یا غریب اللہ تعالیٰ دونوں سے زیادہ حق دار ہے (کہ اس کی خاطر عدل کیا جائے)۔

(تعمیر شخصیت، صفحہ 19)

اردوئے معلّٰی میں ڈاکٹر صاحب کا کیا ہوا ترجمہ چغلی کھا رہا ہے کہ موصوف "اولیٰ بھما" اور "اولیٰ منھما" میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ ضیاء القرآن میں پیر صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "اللہ زیادہ خیر خواہ ہے دونوں کا" اور اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے "تم کسی کی خیر خواہی بھلا کیا کرو گے تم اپنے رب کا حکم مانو تم سے زیادہ اللہ خود امیر و غریب کا خیر خواہ ہے۔

☆☆☆

سورۃ الانفال کی آیت "ولو کرہ المجرمون" کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"بے شک مجرم لوگ اسے برا مناتے ہیں"

سورۃ النساء کی مذکورۃ آیت کی طرح یہاں بھی حرف شرط کا ترجمہ "بے شک" عربی میں مہارت کے علاوہ اردو پر قدرت کا اظہار فرمانے کیلئے کیا گیا ہے۔ ضیاء القرآن میں ترجمہ یوں ہے "اگر چہ ناپسند کریں عادی مجرم"۔

☆☆☆

"قل کا مطلب یہ ہے کہ حضور ؐ کو کہا جا رہا ہے کہ آپ فرما دیں پس قل یہ سند ہے اور اگلا حصہ ہو اللہ احد متن ہے"

(منہاج القران، نومبر 2006، صفحہ 22)

یعنی جاہل قادری کے نزدیک قل متن کا حصہ نہیں یعنی قرآن نہیں محض سند ہے۔

☆☆☆

سورۃ العصر میں "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اس

طرح ہے جنہوں نے حق کی بات یا حق کا ساتھ دیا اور پھر اس پر صبر کے ساتھ قائم رہے۔

(تعمیر شخصیت، صفحہ 107)

جب کہ ضیاء القرآن میں ترجمہ یوں ہے "ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے"۔

☆☆☆

(1) تحریف معنوی اور علمی خیانتیں:۔

سورۃ انعام کی آیت مبارکہ "ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین"۔

قادری صاحب کے نزدیک کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔

(عقیدہ علم الغیب، صفحہ 338، تعمیر شخصیت، صفحہ 31)

دراصل ڈاکٹر کا مقصد نبی اکرم ؐ کو عالم الغیب ثابت کرنا ہے اور دلیل یہ قائم کی کہ ہر رطب و یابس چیز کا بیان قرآن کریم میں موجود ہے اور قرآن کریم کا علم آپ سے بڑھ کر کس کو ہوگا؟ چنانچہ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"قرآن نے صرف دو لفظ "لا رطب ولا یابس" بیان کر کے درحقیقت ساری کائنات کے ایک ایک ذرے کا بیان کر دیا کہ اس کا علم قرآن میں موجود ہے"۔

(عقیدہ علم الغیب، صفحہ 338)

اب ایک نظر جمہور مفسرین کے اقوال پر ڈالیے اور ڈاکٹر صاحب کے اجتہاد کی داد دیں۔

ابن جریر: الا هو مثبت فی اللوح المحفوظ

الکشاف: الکتاب المبین علم الله تعالیٰ فی اللوح

رازی: ذالک الکتاب المبین هو علم الله تعالیٰ و لا غیر هذا هو لا صوب

تفسیر نعیمی: کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے اللہ تعالیٰ نے ماکان وما یکون کے علوم اس میں مکتوب فرمائے۔

ضیاء القرآن: اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں علم الٰہی متشکل صورت میں موجود ہے۔

☆☆☆

قادری صاحب کی تضاد بیانی:۔

قادری صاحب یہاں دراصل نبی ؐ کو عالم الغیب ثابت کرنا چاہتے تھے لہذا مجبوراً انہیں یہ معنوی تحریف کا ارتکاب کرنا پڑا جبکہ اپنی ہی دوسری کتاب ''کتاب البدعۃ'' میں انہیں ایک اور مجبوری لاحق ہوئی وہ یہ کہ جس چیز کا ثبوت قرآن کریم، حدیث مبارکہ، یا خلفائے راشدین سے نہ ملے وہ بدعت ہے۔ بدعت کی اس تعریف سے قادری صاحب کے مذہب کی عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی۔ اس گھراہٹ میں قادری صاحب کو اپنا پہلا بیان بھی یاد نہ رہا کہ ہر رطب و یابس چیز قرآن میں موجود ہے لہذا اس بیان کی تکذیب کرتے ہوئے نیا نظریہ پیش فرمایا اور لکھتے ہیں۔

''من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو ردہ''

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔

اس حدیث میں ''لیس علیہ امرنا'' سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام (خواہ وہ نیک اور احسن ہی کیوں نہ ہو) مثلاً ایصال ثواب، میلاد اور دیگر سماجی، روحانی اور اخلاقی امور اگر ان پر قرآن و حدیث سے کوئی نص موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم سراسر غلط اور مبنی بر جہالت ہے کیونکہ اگر یہ معنی لے لیا جائے کہ جس کام کے کرنے کا حکم قرآن و سنت میں موجود نہ ہو وہ حرام ہے۔ تو پھر شریعت کے جملہ مباحات کا کیا ہوگا کیونکہ مباح تو کہتے ہی اسے ہیں جس کے کرنے کا شریعت میں حکم نہ ہو۔

(کتاب البدعۃ، صفحہ 36)

ایک طرف تو ہر رطب و یابس کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے اور دوسری طرف یہ اقرار کہ مباح کہتے ہی اسے ہیں جس کا حکم قرآن و سنت میں موجود نہ ہو۔ اس تضاد بیانی پر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے۔

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

☆☆☆

من دون اللہ اور لفظ تدعو میں معنوی تحریف اور علمی خیانت:۔

دشمن توحید اور حامی شرک قادری صاحب اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کیلئے معنوی تحریف سے بھی نہیں ڈرتے۔تحریف لفظی ہو یا معنوی قادری صاحب کے بڑوں کا ازلی وطیرہ ہے اور یہ ان سے پیچھے کیوں رہیں۔قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔یحرفون الکلم عن مواضعہ چنانچہ قادری صاحب کی تحریف معنوی ملاحظہ فرمائیں۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ اندادًا یحبو نھم کحب اللّٰہ

(البقرۃ2-65)

اور لوگوں میں بعض ایسے بھی جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک،صفحہ 300)

اس ترجمہ میں قادری صاحب کا صریح دھوکہ ملاخطہ فرمایئے غیر اللہ کو اللہ کے غیروں بنادیا۔غور فرمایئے غیر اللہ کا مطلب ہے اللہ کے سوا اس میں ہر کوئی شامل ہے۔انبیا،اولیاء بت،فرشتے،قبریں،شمس و قمر وغیرہ اور اللہ کے غیر کا مطلب یہ ہوگا کہ جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے مراد صرف بت۔قادری صاحب کی علمی خیانت اور معنوی تحریف کے چند اور نمونے ملاخطہ فرمایئے۔یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ مشرکین مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے یا پکارتے وہ بھی انسان ہی تھے اور بعد وفات لوگوں نے ان کی قبروں پر ان کے بت بنا کر رکھ لئے اور انہیں مشکلوں اور مصائب میں پکارتے۔لہذا قادری صاحب اس جگہ یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں موجود شرک کے متعلقہ تمام آیات بتوں کے متعلق ہیں۔لہذا یہ آیات اولیاء کو پکارنے پر صادق نہیں آتیں۔اس لئے قادری صاحب کو''یدعون'' کا ترجمہ پکارنے کی بجائے عبادت کرنا پڑا۔حالانکہ پکارنا بھی عبادت ہے کیونکہ پکار دعا ہے نماز بھی ایک پکار ہے۔لہذا

جہاں قادری صاحب کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے وہاں اس لفظ کا ترجمہ عبادت کیا گیا ہے مثلاً

(i) فلا تدعوا مع اللہ احد

(الجن 72-18)

پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی بندگی نہ کرو۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 65)

(ii) والذین تدعون من دونہ لا یستطیعون نصرکم ولا انفسھم ینصرون

(الاعراف 7-197)

اور جن (بتوں) کو تم اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنے آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 65)

(iii) یدعون پرستش کرتے ہیں۔

(عقیدہ توحید و حقیقت شرک، صفحہ 300، کتاب التوحید 1-252)

(iv) تدعون عبادت

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 312، کتاب التوحید 1-251)

(v) یدعون پوجتے

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 312)

(vi) یدعو عبادت

(عقیدہ توحید 1-251 و عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 313)

(vii) یدعُ پرستش

(کتاب التوحید 1-252، عقیدہ توحید و حقیقت شرک، صفحہ 313)

(viii) الدعوا عبادت

(کتاب التوحید 1-251، عقیدہ توحید حقیقت شرک، صفحہ 314)

تحریف معنوی جیسے عظیم گناہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ مذکورہ آیات محض بتوں کیلئے ہیں درباروں اور اولیاء پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا اور یہ بھی کہ وہ بتوں کو پکارتے نہ تھے بلکہ ان کی عبادت کرتے تھے۔ قادری صاحب کی ناکام سعی شرک کی حمایت اور وکالت ہے اور اپنے عقائد باطلہ کے تحفظ کے سوا اس تحریف کا کوئی مقصد نہیں۔ قادری صاحب کے اس دعوی اور غلط ترجمہ سے ان کے دوسرے دعوی کی قلعی بھی کھل گئی کہ اولیاء کو پکارا نہیں جاتا محض ان کے وسیلہ سے اللہ کو پکارا جاتا ہے۔ قادری صاحب شرک کی اس وکالت سے نہ صرف خود بلکہ ہزاروں لوگوں کو بھی جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور ان کے شرک کا بار بھی ان کی گردن پر ہوگا۔ دراصل اس معاملہ میں قادری صاحب نے احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن سے مذکورہ الفاظ کے یہ معنی اخذ کئے ہیں۔ حالانکہ احمد رضا خاں بریلوی نے بھی متعدد مقامات پر اس لفظ کا ترجمہ پکارا ہی کیا ہے مگر بعض مقامات پر اپنی من مرضی سے معنوی تحریف سے کام لیتے ہوئے عبادت وغیرہ ترجمہ کیا ہے۔ جہاں بھی قرآن کریم میں اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنے والوں کو اللہ تعالیٰ کافر یا مشرک قرار دیتا ہے وہاں احمد رضا خاں صاحب نے ''دعــــو'' سے نکلے ہوئے الفاظ کا ترجمہ بندگی یا عبادت کیا ہے اور تفسیر یا حاشیہ میں بت کا لفظ لکھ دیا ہے یعنی صرف بتوں کی عبادت اور بتوں کو پکارنا منع ہے، انبیاء و اولیاء اور بزرگان دین کو نہیں اور یہی روش ''نابغہ عصر'' نے اپنائی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ درباری کاروبار یعنی نذر و نیاز اور پیری و مریدی اثر انداز نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ بریلویہ کے لوگ بلا خوف و خطر اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں اور شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کے علماء و درویش قرآن کریم میں معنوی تحریف کر کے لوگوں کو شرک پر آمادہ کرتے ہیں۔ یہی وہ علماء سوء ہیں جو جہنم میں سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

یاد رہے کہ دعو (یعنی پکارنا، دعا کرنا مانگنا) سے نکلے ہوئے لفظ کا یہی ترجمہ بذات خود احمد رضا خاں صاحب نے اپنے قرآنی ترجمہ میں بار بار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا معنی پوجا یا بندگی کرنا تحریف معنوی اور صریح دھوکہ ہے۔ اسی طرح عبد کا ترجمہ بندہ یا بندگی کرنا ہوگا۔ عبد کا ترجمہ بلانے والا پکارنے والا مانگنے والا نہیں ہوگا کیونکہ عبد کا معنی بندہ ہے دعو سے نکلے ہوئے الفاظ یدعو، تدعو، ندعو، پکارنا، دعا وغیرہ ہوں گے۔ احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے ترجمہ قرآن میں یہ گڑبڑ درج ذیل مقامات پر کی ہیں۔

(1) 117-4	(2) 108, 56-6
(3) 198 تا 189, 37-7 (دوجگہ)	(4) 101-11
(5) 14-18	(6) 48, 47-19
(7) 42-29	(8) 40,14, 13-35 (ایک غلط دوصحیح)
(9) 125-37	(10) 38-39
(11) 74, 66 تا 60,20,14-40	(12) 48-41
(13) 86-43	(14) 5, 4-46
(15) 28-52	(16) 20, 19, 18-72
(17) 67, 57-17	(18) 73, 62, 13, 12-72
(19) 106-10	(20) 86, 20-16
(21) 77, 68-25	(22) 117-23
(23) 88-28	(24) 213-26
(25) 30-31	

مندرجہ بالا جگہوں کے علاوہ باقی مقامات پر انہی الفاظ کا ترجمہ بلانا، پکارنا یا مانگنا یا پھر دعا کیا ہے کیونکہ مجبوری تھی اور تسلیم کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ خان صاحب کا ترجمہ یعنی بندگی ممکن نہیں اور اس کا صحیح معنی پکارنا ہی ہے۔

(1) 61,38,153,104,23-3	(2) 13-25
(3) 8 تا 5-71	(4) 221-2
(5) 71,63,52,41,40-6	
(6) 198 تا 189,180,134,56,55,5-7	
(7) 91-19	(8) 64-28

(9) 51,49,31,5-41 (10) 14,13

(11) 40-41تا50 (12) 44,22,10-14

(13) 71,52-17 (14) 57-18وغیرہ

دراصل احمد رضا خاں صاحب پہلے اپنا من گھڑت عقیدہ بناتے ہیں اور پھر اپنے خود ساختہ عقیدہ کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کریم کو پڑھتے اور پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنا عقیدہ بناتے لیکن یہاں الٹ معاملہ ہوا۔ طاہر القادری صاحب نے دراصل یہ تحریف معنوی اپنے اعلیٰ حضرت سے مستعار لی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء من دون اللہ کے مصداق نہیں اور انبیاء و اولیاء کو مدد کیلئے پکارنا شرک نہیں جیسا کہ طاہر القادری صاحب نے اپنی تالیف ''کتاب التوحید'' کی پہلی جلد کے باب 11 میں صرف یہی ثابت کرنا چاہا ہے کہ من دون اللہ سے مراد مشرکین کے بت ہیں۔ انبیاء و اولیاء من دون اللہ کا مصداق نہیں۔

(کتاب التوحید 547تا573)

حالانکہ یہ قادری صاحب کی جہالت یا پھر علمی خیانت ہے۔ ایک جاہل اور دولت کا پجاری جب نابغہ عصر اور مفسر قرآن بن بیٹھے تو پھر ایسی ہی حماقتیں اور جہالتیں کچھ بعید نہیں۔

اللہ کے علاوہ ہر معبود من دون اللہ میں شامل ہے

اتخذو احبارھم ورھبا نھم اربابا من دون اللّٰہ والمسیح ابن مریم ومآ امروآ الا لیعبدوآ الٰھاً واحد لا الہ الا ھو سبحنہ عما یشرکون

(التوبہ 9-31)

ان آیات کریمہ کی روشنی احبار و رہبان اور حضرت عیسیٰؑ بھی من دون اللہ میں شامل ہیں اور مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ء انت قلت للناس اتخذو نی وامی الٰھین من دون اللّٰہ

(المائدہ 5-116)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ سے فرمایا'' کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے علاوہ

''کرنی والا'' بنالو۔

واتخذو من دونہ الھۃ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون

(الفرقان25-3)

انھوں نے اللہ کے علاوہ ''کرنی والے'' بنالئے جو کچھ بھی پیدا نہی کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں

لیس لھم من دونہ ولا شفیع.

(انعام6-51)

☆☆☆

قادری صاحب کی علمی خیانت:۔

قادری صاحب اس آیت کریمہ 6-51 (سورۃ انعام) کے تحت لکھتے ہیں۔''اس آیت مبارکہ کا اشارہ بھی منکرین ومشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کی طرف ہے کیونکہ اہل ایمان کیلئے تو ولایت بھی ثابت ہے اور شفاعت بھی حتیٰ کہ خود قرآن کی رو سے انبیاء وصلحاء اہل ایمان کے ولی بھی ہیں اور شفیع بھی بلکہ ایمانداروں کو صرف انہی پر اعتماد کرنے کا حکم دیا گیا ہے''۔

(کتاب التوحید، صفحہ 250)

قادری صاحب کی الٹی سمجھ:۔

مذکورہ آیت کریمہ میں جھوٹے معبودوں کی تنقیص بیان نہیں کی گئی بلکہ انہیں معبود بنانے والوں کیلئے وعید سنائی جارہی ہے جن لوگوں کو مشرک پکارتے ہیں ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور وہ قیامت کے دن ان پکارنے والوں کے دشمن ہوجائیں گے کیونکہ انہوں نے اس کا حکم نہیں دیا وہ تو خود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔قادری صاحب نے یہاں صریح علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ہم پوچھتے ہیں کیا حضرت عیسیٰؑ موجودہ عیسائیوں کے ولی ہیں۔کیا قیامت کے روز حضرت علیؓ شیعہ حضرات کی سفارش فرمائیں گے؟ اسی طرح حضور صادق المصدوق ﷺ بھی مشرکین، مزار پرست اور بدعتیوں سے بیزار ہوں گے۔ان کی شکل وصورت دیکھ کر لاعلمی میں فرمائیں

گے اے اللہ یہ پردہ حائل کیوں ہو گیا یہ تو میرے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے دین میں کیا کیا نئی باتیں نکالیں۔ حضور ؐ فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو جس نے میرے بعد دین کو بدل دیا

☆☆☆

صریح دھوکہ اور علمی خیانت کہ شرک سے متعلقہ آیات صرف بتوں کے متعلق ہیں

قادری صاحب اپنی اکثر کتابوں میں مثلاً توحید اور تعظیم''، ''کتاب التوحید''، ''عقیدہ توحید وحقیقت شرک''، ''شہادت توحید''، ''مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت''، ''قرآن وسنت اور عقیدہ توسل'' وغیرہ میں اس علمی خیانت کے مرتکب ہوئے اور قارئین کو یہی دھوکہ دے کر گمراہ کر رہے ہیں کہ قرآن کریم میں شرک کے متعلقہ تمام آیات بتوں کے بارے میں ہیں۔ لہذا اولیاء اللہ کو پکارنے، انہیں وسیلہ بنانے، مزاروں پر چادریں چڑھانے اور ذبح کرنے والوں کو مشرک کہنا غلط ہے۔ جو کوئی بھی قادری صاحب کی مذکورہ کتابوں کا مطالعہ فرمائے گا وہ اچھی طرح جان لے گا کہ طاہر القادری صاحب کے نزدیک شرک صرف وہ ہے جو مکہ کے مشرک کرتے تھے اور استغاثہ وسیلہ، غیر اللہ سے مدد مانگنا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا شرک نہیں بلکہ توحید ہے اور یہ سب اس بناء پر ہے کہ ان کے نزدیک رد شرک کی تمام آیات بتوں اور مشرکین مکہ سے متعلق ہیں مثلاً قادری صاحب لکھتے ہیں۔

☆☆☆

قادری صاحب لکھتے ہیں ''من دون اللہ یامن دونہ جیسے الفاظ کا اطلاق اپنے معنی ومفہوم کے لحاظ سے عام چیزوں پر ہوتا ہے اور ان کا معنی غیر خدا ہی لیا جاتا ہے۔ یہاں غیر خدا کا مفہوم اپنے اندر واضح اشارہ رکھتا ہے کہ ہر وہ چیز غیر خدا ہے جو خدا سے دور لے جانے والی ہو (☆)

خدا سے انکار اور کفر وشرک کا باعث ہو اور خدا کی بارگاہ میں کسی بھی رتبے یا درجے کی حامل نہ ہو بلکہ عند اللہ محض بے حیثیت اور بے عزت و بے وقعت ہو جہاں تک انبیاء ورسل و اولیاء و مومنین کاملین اور خدا کے مقبول و برگزیدہ بندوں کا تعلق ہے وہ بارگاہ ایزدی میں مقرب ومحبوب تصور کئے جاتے ہیں، ان پر

من دون اللہ کا حکم نہیں لگایا جا سکتا''۔

(کتاب التوحید 1-250)

☆ اس سے کیا مطلب لیا جائے جو لوگ خدا کے قریب لے جانے والے ہیں معاذ اللہ وہ بھی خدا ہیں یا خدائی صفات اور اختیارات کے مالک ہیں؟

(2) قادری صاحب کہتے ہیں جن آیات میں من دون اللہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں اس سے مراد بت، اوثان، اصنام اور طوانیت وغیرہ ہیں جو کہ بالکل بے بس و بے اختیار ہیں (☆) وہ کسی چیز کے بھی مالک نہیں جبکہ انبیاء واولیاء ان آیات کے تحت من دون اللہ کے زمرے میں شامل نہیں''

(کتاب التوحید 1-559)

(3) قادری صاحب کہتے ہیں ''یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ بعض لوگ من دون اللہ پر قیاس کرتے ہوئے معاذ اللہ انبیاء و اولیاء اور صلحاء و متقین کو کافروں اور مشرکوں کی صف میں شمار کرتے ہیں (☆☆) اور ان کے بھی ولی اور نصیر ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ یہ لوگ دلیل کے طور پر ان آیات کو پیش کرتے ہیں جو کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ وہ آیات ہیں جن میں بتوں کے ولی اور نصیر ہونے کی نفی کی گئی ہے''۔

(کتاب التوحید 1-559)

قادری صاحب کی اس قرآن فہمی سے حالی مرحوم یاد آجاتے ہیں انہوں نے کلمہ گو مشرکوں کا کیا ہی عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

☆ مقصد یہ ہے کہ انبیاء واولیاء بے بس ولا چار نہیں بلکہ وہ تو مختار کل ہیں ۔

☆☆ یہ قادری صاحب کی جہالت اور اپنی اختراع ہے ۔صرف اللہ ہی مختار کل ہے اس کے سوا ہر کوئی بے بس اور مجبور ہے بھلا اس حقیقت کے اقرار سے جسے قرآن نے بھی بیان فرمایا انکار کیسے ہو سکتا ہے اور انھیں من دون اللہ کہنے سے ان کا شمار کافروں میں کیسے ہو گیا جبکہ من دون اللہ کا مطلب ہے ۔اللہ کے سوا اس میں ہر چیز داخل ہے ۔

نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

☆☆☆

کیا پکارنے اور شرک وغیرہ کی آیات صرف بتوں کے متعلق ہیں؟

طاہر القادری صاحب نے یہی دھوکہ دیا ہے حالانکہ معمولی سمجھ بوجھ والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں الا اللّٰہ یعنی اللہ کے سوا یا الا ھو یعنی اس کے سوا آئے گا وہاں وہاں وہ چیز اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے گی اور اللہ کے سوا باقی تمام مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی صرف بتوں کی ہی نفی نہ ہوگی ۔مثلاً لا الٰہ الا اللّٰہ میں اللہ کے سوا ہر ایک کی الوہیت کی نفی ہے چاہے کوئی پیغمبروں کو الٰہ سمجھے یا اولیاء کو، شمس وقمر یا بتوں کو یا آگ کی پرستش کرے یا تثلیث پرستی جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ ؑ کی الوہیت کے قائل ہیں تو کیا لا الٰہ الا اللہ سے عیسیٰ ؑ کی الوہیت کی نفی نہ ہوگی؟ لا الٰہ الا اللّٰہ میں تمام معبودان باطلہ کی نفی ہے ۔اس کا یہ مطلب نعوذ باللہ ہر گز نہیں کہ عیسیٰ ؑ یا اولیاء اللہ معاذ اللہ باطل ہیں بلکہ ان کی الوہیت باطل ہے اور اس میں وہ بری الذمہ ہیں ۔مجرم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی توحید کی تعلیمات کو فراموش کر کے اللہ کو چھوڑ دیا اور اپنے ہی من گھڑت معبود بنا لئے ۔

اب ہم قرآن کریم سے ایسی آیات نقل کرتے ہیں جو صرف بتوں کے متعلق نہیں بلکہ ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب پر ہے ۔

(۱) والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو ارحمن الرحیم

(163-2)

تمہارا الہ ایک ہی الہ ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں وہ نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(۲) ان الذین تدعون من دون اللّٰہ عباداً امثالکم

(الاعراف 7-194)

(مشرکو) بے شک تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔

(۳) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیآءٍ وما یشعرون ایان یبعثون.

اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز کیا خاک پیدا کریں گے جبکہ وہ خود پید کئے گئے ہیں وہ مردے ہیں زندہ نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کب دوبارہ اٹھائیں جائیں گے۔

(نحل 16-21)

(۴) واذا حشر الناس کانوا لھم اعداء وکانو بعباد تھم کفرین

(الاحقاف 46-6)

اور جب (قیامت کے دن) لوگ جمع کئے جائیں گے وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔

(۵) اتخذو احبارھم ورھبا نھم اربابا من دون اللّٰہ والمسیح ابن مریم وما امرو الا لیعبدوٓا الٰھاً واحد لا الہ الا ھو سبحنہ عما یشرکون

(التوبہ 9-31)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جس کے سوا کوئی الہ نہیں اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۶) والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعآء

کم ولو سمعوا ما استجابو الکم ویوم القیمة یکفرون بشرککم ولا ینبک مثل خبیر

(فاطر 14،13)

اسے چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ ایک کھجور کی جھلی کے مالک بھی نہیں ہیں، انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن نہیں سکتے اور سن لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

(۷) **ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللّٰہ فیقول ء انتم اضللتم عبادی ھولاء ام ھم ضلو السبیل قالو سبحنک ما کان ینبغی لنآ ان نتخذ من دونک من اولیآء ولکن متعتھم واباء ھم حتیٰ نسوا الذکر وکانو اقوماً بورا**

(الفرقان 18،17)

اور قیامت کے دن جبکہ (تمہارا رب) ان لوگوں کو بھی گھیر لائے گا اور ان کے ان معبودوں کو بھی بلا لائے گا جنہیں آج یہ اللہ کو چھوڑ کر پوجتے رہے، پھر وہ ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ عرض کریں گے پاک ہے آپ کی ذات ہماری تو یہ بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے سوا کسی کو اپنا مولیٰ بنائیں مگر آپ نے ان کو ان کے باپ دادا کو خوب سامان زندگی دیا حتیٰ کہ یہ سبق بھول گئے اور شامت زدہ ہو کر رہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر لکھتے ہیں من دون اللہ سے مراد انسان، فرشتے اور جن مراد ہیں جن کی یہ لوگ پوجا کرتے تھے جیسے حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیر اور فرشتے وغیرہ۔

(۸) **واذا حشر الناس کانوا لھم اعدآء وکانو ا بعبادتھم کفرین**

(الاحقاف 6،5)

اور جب انسان جمع کئے جائیں گے اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

(۹) **واتخذو ا من دونه الھة لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ولا یملکون لا نفسھم ضرًا ولا نفعاً ولا یملکون موتاً ولا حیاة ولا نشورا**

(الفرقان 3)

اور (لوگوں نے) اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں جو کوئی بھی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی اپنے نفع اور نقصان کا اختیار رکھتے ہیں۔ ان کے اختیار میں نہ موت ہے نہ زندگی اور نہ قبر سے اٹھ کھڑے ہونا۔

(۱۰) اولئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلة ایھم اقرب ویرجون رحمته و یخافون عذابه ان عذاب ربک کان محذورا

(بنی اسرائیل 57)

جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے (بذریعہ عبادت و نیک اعمال) وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

بت بھی انسانوں ہی کے مجسمے تھے:۔

بت کوئی فرضی شکلیں نہیں گھڑی گئی تھیں جیسے ہمارے فرضی مزار بنائے جاتے ہیں بلکہ بت انسانوں ہی کے مجسمے تھے اور وہ انسان نیک اور برگزیدہ انسان تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مجسمے بناء لئے گئے تھے تا کہ ان کی یاد تازہ رہے مگر بعد میں آنے والوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔

قوم نوح کے پانچ بت برگزیدہ انسانوں کے مجسمے تھے:۔

قوم نوح کے پانچ بت دراصل قوم نوح کے نیک آدمیوں کے نام تھے جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کے ارادتمندوں کو کہا کہ (ان کی یاد تازہ رکھنے کیلئے) ان کے مجسمے بنا کر اپنی بیٹھکوں میں رکھ لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن یہ (مجسمے بنانے والے) فوت ہو گئے تو ان کے بعد کی نسل نے ان کی تصویروں اور مجسموں کی عبادت شروع کر دی۔

(صحیح بخاری 2-732 کتاب التفسیر سورۃ نوح)

علامہ ابن جریر آیت کریمہ میں مذکورہ لات کے بارے میں مجاہدؒ کا قول اپنی سند سے عن سفیان عن منصور نقل کرتے ہیں کہ لات حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا جب یہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور

بن کر بیٹھ گئے۔ ابن الجوزیؒ نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے یہی نقل کیا ہے کہ لات حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔

(صحیح بخاری جلد 2، پارہ 20 کتاب التفسیر، حدیث 4859 تفسیر سورۃ نجم)

بخاری شریف میں درج ہے کہ

''مشرکین قوم نوح اور مشرکین مکہ جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ بزرگوں اور نبیوں کے تھے وہ لوگ محض اتنے بھی پاگل نہ تھے کہ پتھروں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے بلکہ بزرگوں اور نبیوں کے بت بناتے تھے۔ دومۃ الجندل نامی جگہ پر بنو کلب کا بت وَدّ تھا اور بنو ھذیل کا بت سواعا اور بنو ھمدان کا بت یعوق تھا۔ جرف نامی جگہ پر بنو غطیف کا بت یغوث تھا اور بنو حمید کا بت نصر تھا (اور یہ بزرگوں ہی کے مجسمے تھے)۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ نوح حدیث نمبر 4920)

خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل کے بھی بت تھے۔

(الرحیق المختوم صفحہ ۵۵۰) (صحیح بخاری جلد 1، کتاب المناسک، پارہ 6 حدیث 1507)

خانہ کعبہ میں حضرت ابرہیم اور حضرت مریم صدیقہ کے بت بھی تھے۔

(صحیح بخاری، جلد دوئم، کتاب بدءالخلق، پارہ 13 حدیث 576)

حضور صادق المصدوق نے بذات خود دعا فرمائی۔

اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد (مسند احمد)

☆☆☆

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا:۔

معلوم ہوا کہ قبر پرستی بھی بت پرستی ہی ہے لہذا کسی قبر کو خاص قابل تعظیم سمجھنا، صاحب قبر کا وسیلہ یا صاحب قبر سے دعا مانگنا، اس کی عبادت یا نذر و نیاز وغیرہ، پتھروں کی مورتیوں کی طرح ہے۔ مشرکین نے شرک عام فہم ہو جانے کے سبب طریقہ واردات بدل لیا ہے اور اولیاء کے مجسمے بنانے کی بجائے اولیاء کے مزار بنانے شروع کر دیئے ہیں۔

☆☆☆

قادری صاحب کا دھوکہ:۔

طاہر القادری صاحب عوام الناس کو یہ دھوکہ دے کر ان کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں کہ ''مشرکین اور یہود ونصاریٰ قیامت کے دن بے یارو مددگار ہوں گے اور ان کے جھوٹے معبود اور بت ان کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو روز قیامت ہر عمل کی بری جزا ملے گی اور من دون اللہ جہنم میں داخل ہوں گے مثلاً قادری صاحب قرآن کے حوالے سے یہ دھوکہ دے رہے ہیں کہ

انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم انتم لھا واردون

(انبیاء 21-98)

(۱) بے شک تم اور وہ (بت) جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (سب) دوزخ کا ایندھن ہیں تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔

(کتاب التوحید، صفحہ 565)

(۲) قرآن مجید میں ذکر ہے کہ سابقہ اقوام نے اپنے اپنے انبیاء کے وصال کے بعد ان کو اپنا معبود بنا لیا اور ان کی عبادت کی اب اگر اس من گھڑت اصطلاح کے مطابق اللہ کے سوا ہر چیز کو من دون اللہ میں شامل کیا جائے تو لازم آئے گا کہ انبیاء وصلحاء بھی معاذ اللہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ کیونکہ ان کی امتوں نے بھی ان کو معبود بنایا اور معبودان باطلہ (من دون اللہ) جہنم کا ایندھن بننے کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 304)

فکبکبوا فیھا ھم والغاؤن وجنود ابلیس اجمعون (سورۃ الشعراء)

سو وہ (بت) بھی اس (دوزخ) میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے اور گمراہ لوگ (بھی) اور ابلیس کی ساری فوجیں (بھی واصل جہنم ہوں گی)

''من دون اللہ کے بیان کا اطلاق بلا امتیاز اللہ کے نیک بندوں پر نہیں کیا جا سکتا صرف وہ اس زمرے

میں آتے ہیں جن کے باب میں نفی شرک اور ہر غیر اللہ سے نفی استحقاق عبادت مذکور ہو کیونکہ عبادت والوہیت فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاصہ ہے''۔

(کتاب التوحید، صفحہ 1-573)

''اپنے من گھڑت تصور توحید کے زعم میں من دون اللہ کو ایک مستقل اصطلاح بنا ڈالا اور جہاں بھی اس کا تذکرہ آیا سیاق وسباق سمجھے بغیر بعض کو اس میں داخل کیا اور بعض کو اس میں سے خارج کیا۔ اس نادانی کے نتیجہ کے باعث الزام لگانے والوں کی طرف سے بھی زیادتی ہوئی اور جواب دینے والوں کی طرف سے بھی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا مذکورہ چیزوں سے تعلق نہیں یہ تو صرف رد شرک اور نفی استحقاق عبادت کیلئے ہے''۔

(کتاب التوحید، صفحہ 1-573)

☆☆☆

قادری صاحب کے علم میں اضافہ:۔

طاہر القادری صاحب کی یہ دلیل مبنی پر جہالت یا پھر علمی خیانت اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں۔

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جائے وہ من دون اللہ ہے چاہے انبیاء و اولیاء ہوں، بت و حجر، شمس و قمر، جن و ملائکہ یا پھر اولیاء، شیطان ہوں۔ سب من دون اللہ میں داخل ہیں۔ رہی یہ بات اور وکیل شرک کا یہ دھوکہ کہ قرآن کریم سے ثابت ہے مشرکین اور ان کے معبود اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے۔ ہم کہتے ہیں یہ وکیل شرک کی جہالت یا پھر علمی خیانت ہے۔ انبیاء اور ولی اللہ حضرات جنہیں بعد وفات الہ بنالیا گیا وہ مشرکوں کے اس شرک سے بری الذمہ ہیں وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی شان میں کس قدر غلو سے کام لیا گیا اور انہیں اللہ کا شریک بنا دیا گیا۔ قیامت کے دن وہ ان سے بیگانے ہوں گے اور ان مشرکوں کا ساتھ نہ دیں گے اور ان مشرکوں کا کوئی شفیع نہ ہوگا۔

وکیل شرک کو اولیاء شیطان کے انجام کی مذکورہ آیت نظر آ گئی مگر اولیاء رحمٰن اور انبیاء کے متعلق بہت سی

آیات کیوں نظر نہ آئیں۔

(۱) والذین تدعون من دونه ما یملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعا کم ولو سمعوا ما استجابو الکم ویوم القیمة یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر

(فاطر13, 14)

اس (اللہ) کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ ایک (کھجور کی گٹھلی کی) جھلی کے بھی مالک نہیں، انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن نہیں سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

☆☆☆

حضرت عیسیٰؑ سے بھی سوال ہوگا:۔

(۲) واذ قال عیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ . قال سبحنک ما یکون لیٓ ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب

(المائدہ5-116)

اور جب (قیامت کے دن) اللہ فرمائیں گے اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنالینا؟ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے اے اللہ تو پاک ہے میں ایسی بات کیونکر کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے اس کا علم ہوتا کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تو جانتا ہے لیکن جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا تو غیب کو خوب جاننے والا ہے۔

قرآن کریم کی روشنی میں طاہر القادری صاحب کا یہ مغالطہ اور اعتراض جو درحقیقت صریح دھوکہ ہے باطل ٹھہرا اور ثابت ہوا کہ نیک آدمی مشرکوں کے شرک سے بری الذمہ ہیں۔ انہوں نے از خود انہیں الٰہ بنایا ان سے دعائیں مانگیں اور وسیلہ اور تعظیم کے پردے میں ان کی عبادت کرتے رہے اور شرک سے روکنے والوں کو گستاخ اور وہابی کے طعنے دیتے تھے۔ قادری صاحب کو یہ یاد رکھنا چاہیے اللہ

تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ مشرک کی بخشش نہ ہو گی اور اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ وکیل شرک کو ایسی آیات قرآن کریم میں کیوں نظر نہیں آتیں اور ایسے شبہے ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا مقصد؟ محض پیٹ پوجا۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ من دون اللہ میں سے نیک لوگ اور انبیاء ان کے شرک سے لاعلم ہیں اور وہ اس سے بری ہیں اور قیامت کے دن وہ ان سے لاتعلقی کا اعلان کریں گے اور مشرکوں کا کوئی مدد گار نظر نہ آئے گا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللہ فیقول ء انتم اضللتم عبادی ھو لا ء ام ھم ضلو ا السبیل قالو سبحنک ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء ولکن متعتھم وابا ء ھم حتیٰ نسو ا الذکر و کانو ا قوماً ؑ بورًا

(الفرقان 18,17)

اور قیامت کے دن جبکہ (تمہارا رب) ان لوگوں کو بھی گھیر لائے گا وران کے معبودوں کو بھی بلائے گا جنہیں یہ اللہ کو چھوڑ کر پوجتے رہے پھر وہ ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود راہ راست سے بھٹک گئے تھے؟ وہ عرض کریں گے کہ پاک ہے آپ کی ذات ہماری تو یہ بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے سوا کسی کو اپنا مولیٰ بنائیں مگر آپ نے ان کو اوران کے باپ دادا کو خوب سامان زندگی دیا حتیٰ کہ یہ سبق بھول گئے اور (بذات خود بوجہ شرک) شامت زدہ ہو کر رہے۔

☆☆☆

وہ معبود اور عابد جو دونوں جہنم میں جائیں گے:۔

اس شبہ کا پہلا جواب:۔

وکیل شرک نے جو آیات کریمہ نقل کر کے شبہ ڈالنا چاہا وہ دراصل اولیاء شیطان کے متعلق ہیں۔

ان یدعونا من دونہ الا انثاً و ان ید عون الا شیطناً مریدًا لعنہ اللہ وقال لا تخذن من عبادک نصیباً مفروضا ولا ضلنھم ولا میننھم ولاٰ مرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولاٰ مرنھم فلیغیرن خلق اللہ ومن یتخذ الشیطن ولیا من دون اللہ فقد خسر خسراناً مبینا

یعدھم ویمنیھم وما یعدھم الشیطن الاغرورًا اولئک ماوٰھم جھنم ولا یجدون عنھا محیصا

(النساء4-117تا121)

یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں حقیقت میں وہ سرکش شیطان کو پکار رہے ہوتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس نے اللہ سے کہا کہ "میں تیرے مقرر بندوں سے ایک حصہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا، انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان پھاڑ ڈالیں (مشرکین جانوروں کو دیوتاؤں کے نام کر کے چھوڑ دیتے تو علامت کے طور پر کان پھاڑ دیتے جیسے آج بھی شیخ سدو کی گائے پیر صاحب کا بکرا وغیرہ) اور انہیں یہ بھی حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کر ڈالیں اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنالیا اس نے صریح نقصان اٹھایا شیطان ان سے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا ہے اور جو وعدے بھی کرتا ہے وہ فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جس سے نجات کی وہ کوئی صورت نہ پائیں گے"۔

ان آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ شیطان اور شیطان کے ولی اور ان کی پیروی کرنے والے معبود اور عابد جہنم کا ایندھن ہیں۔

(۲) **لن یستنکف المسیح ان یکون عبدًا للّٰہ ولا الملٰئکۃ المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ و یستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعاً فاما الذین امنو وعملو الصلحت اجورھم ویزیدھم من فضلہ واما الذین استنکفو واستکبرو ا فیعذبھم عذاباً الیما ولا یجدون لھم من دون اللّٰہ ولیاً ولا نصیرا**

(4-النساء173,172)

مسیح اس بات میں عار نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو کر رہے اور نہ ہی مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اور جو شخص اس کی بندگی میں عار سمجھے اور تکبر کرے تو اللہ ان سب کو عنقریب اپنے ہاں اکٹھا کرے گا پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں ان کے پورے اجر دے گا اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا مگر جن لوگوں نے (اللہ کی بندگی) کو عار سمجھا اور اکڑے رہے تو انہیں وہ المناک عذاب دے گا اور وہ اپنے

لئے اللہ کے سوا کسی کو بھی حامی و ناصر نہ پائیں گے۔

معلوم ہوا کہ جنہیں لوگوں نے از خود معبود بنا لیا ہے حالانکہ وہ اس سے لاعلم ہیں اور وہ اللہ کی بندگی میں عار نہیں سمجھتے وہ تو ان کے شرک سے بھی بری ہیں مگر وہ شیطان کے ولی ہیں۔ ہم نے ایسے کئی دیکھے ہیں جو کپڑے پہننا بھی گناہ سمجھتے ہیں، ان کے قریب سے گزریں تو گھن آتی ہے، نماز کا کہیں تو جواب دیتے ہیں ہماری پڑھی ہوئی ہے یعنی اکڑ دکھاتے ہیں۔ لوگوں نے ان کو بھی مشکل کشا حاجت روا بنا رکھا ہے اور وہ بھیس بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے معبود اور ان کے عابد جہنم کا ایندھن ہیں۔

(۳) اللّٰہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور والذین کفروآ اولیھم الطاغوت یخرجو نھم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون

(البقرہ 2-257)

''اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے وہ انہیں (کفر و شرک کے) اندھیروں سے نکال کر (توحید و سنت کی) روشنی کی طرف لے آتا ہے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے''۔

ان آیات کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ طاغوت اور طاغوت کے پجاری دونوں جہنم کا ایندھن ہیں۔

علماءِ سوء خبردار:۔

اس شبہ کا دوسرا جواب:۔

صحیح حدیث سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم طائی کے سامنے جب یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اتخذو احبارھم ورھبا نھم ارباباً من دون اللّٰہ

(التوبہ 31)

انہوں (نصاریٰ) نے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا اللہ کے سوا تو حضرت عدیؓ نے کہا۔

یا رسول اللّٰہ لسنا نعبد ھم قالَ الیس یحلون لکم ما حرم اللّٰہ فتحلونہ ویحرمون ما

احل اللہ فتحر مونہ؟ قال بلیٰ قال النبی ﷺ فتلک عبادتھم

(مسند احمد، ترمذی، ابواب التفسیر سورۃ التوبہ حدیث نمبر 3090)

''یارسول اللہ ﷺ ہم ان (احبارو رہبان) کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو اگر وہ حلال کہہ دیتے تو تم اس کو حلال سمجھتے تھے؟ اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو اگر وہ حرام کہہ دیتے تو تم اس کو حرام سمجھتے تھے یا نہیں؟ عدیؓ بولے ہم ایسا ہی کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے''۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ علماء سوء اور ان کے ماننے والے عابد اور معبود ہیں جو اوندھے منہ جہنم میں گرائے جائیں گے۔ گویا معصیت میں کسی کی اطاعت بھی عبادت لغیر اللہ ہے۔ اس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنالیا جیسا کہ اس دور میں بعض نام نہاد مسلمان غالیوں کا وطیرہ ہے جس قوم کے ''نابغہ عصر'' قادری صاحب ہیں۔ ایسے علماء و درویش جو لوگوں کی گمراہی کا سبب ہیں قرآن کریم کی اس آیت سے وہی مراد ہیں۔

اس شبہ کا تیسرا جواب:۔

قادری صاحب نے محض دھوکہ دینے کیلئے (21انبیاء98) ایک آیت نقل کی اگر قادری صاحب یہ پورا مضمون یعنی آیت نمبر 98 سے لے کر 101 تک نقل کرتے تو اس اعتراض کا جواب انہی آیات سے حل جاتا۔ چونکہ دشمن توحید کو صرف دھوکہ دینا مقصود تھا لہذا اپنے مطلب کو حل کیا جیسے نماز نہ پڑھنے والا قرآن کریم سے دلیل دیتا ہے۔

''لا تقربوا الصلوۃ'' اور جب کہا جائے آگے بھی پڑھو تو جواب ملتا ہے پہلے اس پر تو عمل کرلیں۔ آیئے اب ہم قرآن کریم کی ان آیات کو دیکھتے ہیں جس سے قادری کا یہ شبہ باطل ٹھہرتا ہے۔

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لھا واردون لو کان ھٰؤلآء الھۃ ماوردوھا وکل فیھا خلدون لھم فیھا زفیر وھم فیھا لا یسمعون ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون۔

(الانبیاء21-98تا101)

"(اللہ تعالیٰ فرمائے گا) تم بھی اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے رہے سب جہنم کا ایندھن ہیں وہیں تم کو جانا ہے، اگر یہ معبود واقعی الٰہ ہوتے تو کبھی جہنم میں نہ جاتے ان سب کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا وہ وہاں اس طرح پھنکاریں گے کہ اس میں کوئی اور آواز نہ سن سکیں گے۔ بلاشبہ جن لوگوں (انبیاء، اولیاء اور فرشتے وغیرہ) کیلئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ جہنم سے دور رکھیں جائیں گے"۔

دیکھیں اسی مضمون میں اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا ہے کہ یہ لوگ تو اللہ کے مقرب اور نیک بندے تھے جن کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ کی طرف سے ان کیلئے نیکی یعنی سعادت ابدی یا بشارت جنت ٹھہرائی جا چکی ہے۔ وہ تو جہنم کی آہٹ تک نہ سنیں گے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ اللہ کی بجائے ان کا حکم مانا جائے مثلاً نبوت کے جھوٹے مدعی وہ بھی ایک طرح الٰہ ہیں۔ حضرت عدی والی حدیث گزر چکی دوسرے علماء سوء، جو اللہ کے شریک بنتے یعنی لوگوں سے کہتے کہ وہ مشکل کشا ہیں رزق و اولاد وغیرہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مختار کل ہیں، سیاہ کریں سفید کریں اور وہ بھی جن کی خواہش تھی کہ زندگی میں بھی اور بعد مرنے کے بھی ان کی قبر پر قبے بنا میں جائیں، نذر و نیاز پیش کی جائے اور ان سے دعائیں مانگیں اور لوگ انہیں قاضی الحاجات سمجھیں۔ یہ لوگ بھی جہنم کا ایندھن ہوں گے اور جو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں ان کا حکم مانا جائے یہ لوگ بھی جہنم کا ایندھن ہیں۔ اس شبہ کے ازالہ کے بعد ہم قادری صاحب سے درخواست کریں گے بقول شاعر

ودع عنک الکتابة لست منها ولو سودت وجهک بالمداد

کتابت کو رہنے دو تمہارے بس کا روگ نہیں خواہ تو اس سے اپنا چہرہ ہی سیاہ کر لے۔

☆☆☆

من دون اللہ کو پکارنا غیر اللہ کی عبادت ہے:۔

طاہر القادری صاحب نے پہلے تو یہ شبہ ڈالا کہ من دون اللہ میں انبیاء، اولیاء، فرشتے وغیرہ شامل نہیں پھر تدعو، یدعو وغیرہ الفاظ کا ترجمہ پکارنے کی بجائے عبادت یا بندگی وغیرہ کیا۔ ہم کہتے ہیں اگر من دون اللہ

سے مراد محض بت ہی ہیں تو قادری صاحب کو معنوی تحریف کی ضرورت پیش کیوں آئی کہ ان کے نزدیک تو انبیاء، اولیاء وغیرہ کو پکارنا شرک نہیں۔ دراصل پکار دعا ہے اور دعا عبادت ہے۔ اس سلسلے میں بھی قادری صاحب نے کئی شبے ڈالنے کی کوشش کی ہے مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا پرندوں کو پکارنا، حضرت عزرائیلؑ مردوں کو پکاریں گے، حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو للکارا، اللہ کا پکارنا واللہ یدعوا الی دار السلام اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف پکارتا ہے وغیرہ۔

حالانکہ ان واقعات کا کوئی تعلق اس "پکار" سے نہیں جو مابہ النزاع ہے پھر طاہر القادری صاحب کا ایسے حوالے دینے سے فائدہ۔ اصل اختلاف اس پکار میں ہے جو مافوق الاسباب طریقے سے کسی مردہ یا زندہ کو مشکل کشائی اور مدد حاصل کرنے کیلئے پکارا جائے۔ یہ اس کی عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں۔ دوسرا اس سے پکارنے والا یہ بھی سمجھتا ہے کہ جس کو پکارا جارہا ہے وہ حاضر و ناظر، زندہ و قائم اور قادر ہے۔ اسی لئے اسے پکارا جاتا ہے یعنی اس سے دعا کی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے

الدعاء هوا العبادة

(مشکوۃ کتاب الدعوات، صفحہ 194)

"پکارنا (دعا کرنا) یہی عبادت ہے"۔

الدعا مخ العبادت (ایضاً)

"دعا (پکارنا) عبادت کا مغز ہے"۔

اور قرآن کریم میں بھی دعا کو عبادت ہی کہا گیا ہے ارشاد ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جهنم داخرین (المومن 60)

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا بلا شبہ جو لوگ میری عبادت (یعنی مجھے پکارنے، مجھ سے دعائیں کرنے) سے انکار کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل و خوار ہوں گے۔

یہاں یستکبرون عن دعوتی کی جگہ اللہ تعالیٰ نے عن عبادتی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور قرآن مجید کا یہ سیاق صاف بتا رہا ہے کہ مافوق الاسباب طریقے سے کسی کو پکارنا اور حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اس سے دعا کرنا اس کی عبادت ہی ہے۔ اس لئے مردہ بزرگوں کو مدد کیلئے پکارنا ان سے استغاثہ کرنا اور یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ'' یا علی مدد'' وغیرہ کہنا ان کی عبادت و پرستش ہی ہے۔ قیامت کے دن یہ بزرگ اپنی اس عبادت و پرستش کا بالکل انکار کریں گے اور عرض کریں گے اللہ ہم تو ان کی اس عبادت وغیرہ سے بالکل بے خبر تھے۔ قادری صاحب کا یہ کہنا کہ ایک حدیث میں ہے کہ'' جب بیابان میں کسی کی سواری چھوٹ جائے اور نہ ملے تو وہ بلند آواز سے پکارے اللہ کے بندو میری سواری پکڑا دو''۔ ہم کہتے ہیں دشمن توحید اس کی صحت ثابت کرنے سے عاجز ہے لہذا اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

☆☆☆

نذر و نیاز اور چڑھاوے:۔

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے غیر اللہ کی نذر و نیاز مزاروں پر چڑھاوے وغیرہ جیسے افعال کو شرک قرار دیا گیا ہے جیسے مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کے نام سے جانوروں کے کان پھاڑ کر یعنی نشانی لگا کر چھوڑ دیتے۔ بعینہ ہمارے ہاں بھی بزرگوں کے نام کے جانور پالے جاتے ہیں پھر انہیں نذر غیر اللہ کر دیا جاتا ہے۔ غیر اللہ کا ذبیحہ قرآن کریم نے حرام بتایا ہے کیونکہ یہ شرک ہے۔ لہذا قادری صاحب نے اس معاملہ میں بھی قرآن کریم میں معنوی تحریف کی اور شرک کی صحیح معنوں میں وکالت کرتے ہوئے دھوکہ دہی سے کام لیا۔ آیئے وکیل شرک کی اس معنوی تحریف کا جائزہ لیتے ہیں۔

وما اھل بہ لغیر اللہ میں علمی خیانت اور معنوی تحریف:۔

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) ''محدثین کرام اور شارحین حدیث ما احل بہ لغیر اللہ سے مراد باآواز بلند بتوں کے نام ذبح کئے جانے والے جانور لیتے ہیں''۔

(کتاب التوحید، صفحہ 582)

(۲) قادری صاحب دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اکثر لوگ وما اهل به لغير الله اور وما ذبح على النصب کے معنی ومفہوم کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ درحقیقت ان دونوں کا اطلاق الگ الگ ہے۔ وما ذبح على النصب سے مراد معبود باطل کیلئے تھا۔ یعنی مخصوص چبوترہ بنا کر ان کی خوشنودی ورضا کیلئے جانور ذبح کرنا ہے۔ اہل اسلام (یعنی بریلوی اور شیعہ حضرات) کا تصور اس تصور سے پاک ہے وہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کو نہ تو کفار و مشرکین کی طرح جانور کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور نہ ان کے مجسمے اور مورتیاں بنا کر عبادت کرتے ہیں"

(کتاب التوحید، صفحہ 597)

(۳) "بعض احباب ان آیات کریمہ کا یہ معنی کرتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔ سو صدقہ و خیرات اور گیارھویں شریف حرام کے ذیل میں آجاتی ہیں کیونکہ اس کو حضور غوث اعظم اور دوسرے اولیاء کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یہ عمل معاذ اللہ شرک ہے۔ حالانکہ ایسی چیزیں جو فقط ایصال ثواب کیلئے کسی بزرگ ہستی کی طرف منسوب کی جائیں وہ ہرگز ما اہل لغیر اللہ میں داخل نہیں اور نہ ہی یہ شرک ہیں"۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 248)

قادری صاحب کی زور زبردستی دیکھئے کبھی مزاروں کو شعائر اللہ بنا دیتے ہیں اور کبھی عام انسانوں کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں اور کبھی صریح دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے نذر لغیر اللہ کو صدقہ و خیرات اور ایصال ثواب کا نام دیتے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ جو بذات خود ایصال ثواب کے محتاج ہوں انہیں حاجت روا مشکل کشا اور مختار کل سمجھنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ ایک عیسائی پادری نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ میں نے جاننا چاہا کہ کس بات سے آپ نے اسلام قبول کیا؟ جواب ملا کہ حضرت یسوع یعنی عیسیٰ خود بھی عبادت کرتے تھے مروجہ اناجیل اس بات پر شاہد ہیں۔ میں حیران تھا کہ جو قادر مطلق ہوا سے عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ معلوم ہوا عیسیٰ قادر مطلق نہ تھے قادر مطلق صرف وہ ہستی ہے جس کی عبادت حضرت عیسیٰ کرتے تھے۔ معقول جواب تھا میرے دل سے آہ نکلی کاش! ہمارا بریلوی طبقہ بھی اس بات کو سمجھ لے تو

کلمہ گو مشرک ختم ہو جائیں۔

(۴)

قادری صاحب کی علمی خیانت ملاحظہ فرمائے لکھتے ہیں۔ ''ما احل لغیر اللّٰہ سے مراد وہ جانور ہیں جن پر ذبح کے وقت اللہ کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے ایسے جانور کا کھانا حرام ہے۔ رہ گئے دوسرے صدقات اور خیرات تو ان پر اللہ کے محبوب و مقرب کا نام لینے سے وہ حرام نہیں ہوں گے کیونکہ نام لینے سے صرف ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے اور خیرات وصدقات ما احل لغیر اللّٰہ میں شامل نہیں شرعاً یہ امر جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی نیک عمل کو کسی دوسرے کے نام منسوب کر دے''۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 250)

طاہر القادری صاحب محض دھوکہ دے رہے ہیں کہ اس نذر کا مقصد ایصال ثواب ہے کیا نبی اکرمؐ نے مروجہ طریقہ اپنایا ہے یا صحابہ کرام نے کسی کو ایصال ثواب کی خاطر اس کی قبر پر جا کر ذبیحہ کیا ہو۔ اصل میں اس دھوکہ کی وجہ یہ ہے کہ خود قادری صاحب کے نزدیک بھی ''تقرب لغیر اللہ والی نذر نا جائز ہے''۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 254)

قادری صاحب کے نزدیک مشرکین کی نذر تو شرک ہے لیکن کلمہ گو بے شک مشرکین مکہ سے بھی دو ہاتھ آگے نکل جائیں وہ ایصال ثواب ہی شمار ہوگا۔ قادری صاحب نے اپنا اور مشرکین مکہ کا تقابل اس طرح کیا ہے۔

مشرکین مکہ کی نذر	بریلوی حضرات کی نذر
(۱) کفار و مشرکین نے بتوں کی خوشنودی اور رضا کیلئے ذبح کے تھان بنائے تھے۔	(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب ہی پیش نظر ہوتا ہے ہرگز کسی غیر اللہ کا تقرب اور خوشنودی و رضا کا حصول مدنظر نہیں ہوتا۔
(۲) وہ تقرب اور عبادت کیلئے اپنے باطل معبود کی تعظیم میں ان تھانوں پر جانور ذبح کرتے تھے۔	(۲) وہ شرعی طریقے پر جانور ذبح کرتے ہیں اور یہ عمل بطور خیرات خالصتاً اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے۔اس کا ایصال ثواب اولیاء و صالحین اور مرحومین کیلئے ہوتا ہے اور گوشت پکا کر شرکاء حاضرین اور فقراء و مساکین کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔
(۳) وہ ان جانوروں کا خون مورتیوں پر مل دیتے تھے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ان پر رکھتے تھے اس وجہ سے ان کا یہ عمل شرک ٹھہرا۔	(۳) مسلمانوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جانور کا گوشت فی نفسہ مرحومین کو پہنچتا ہے بلکہ اس عمل میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندگی و عاجزی پہنچتی ہے جب کہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کو ہدیہ ثواب پہنچتا ہے اور موجودہ و زندہ افراد کھانے سے مستفید ہوتے ہیں۔

(کتاب التوحید، جلد 1 صفحہ 597، صفحہ 598)

طاہر القادری صاحب کا یہ تقابل دھوکہ دہی اور علمی خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اب ہم قارئین کے سامنے حقائق پیش کرتے ہیں جس سے قادری صاحب کی جہالت اور علمی خیانت واضح ہو کر سامنے آ

جائے گی۔

(۱) مشرکین مکہ کا مقصد بھی غیر اللہ کی نذر و نیاز سے تقرب الی اللہ تھا ان کا بھی یہی دعوی تھا جو وکیل شرک کا دعوی ہے جیسے وکیل شرک نے دھوکہ دیا ہے مشرکین مکہ کا بھی یہی جواب تھا۔

ما نعبد ھم الا لیقر بونا الی اللہ زلفیٰ

(زمر 39-3)

(۲) ہم گزشتہ صفحات میں ثابت کر چکے ہیں کہ بت درحقیقت انبیاء و اولیاء ہی کی شکلوں کے مجسمے تھے جو ان کی وفات کے بعد گھڑ لئے گئے اور اگر وہ مشرک جانوروں کا خون ان مورتیوں پر مل دیتے تھے تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ آج کے مشرک اگر مزاروں پر خون نہیں ملتے تو یہ مشرک نہیں، دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔

(۳) طاہر القادری صاحب نے انتہائی غلط بیانی اور صریح دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے علمی خیانت کا مظاہرہ کیا ہے یا پھر اپنی جہالت کو اجاگر کیا ہے کہ مزاروں پر ذبح وغیرہ صدقہ و خیرات ہے نذر غیر اللہ نہیں ۔ہم کہتے ہیں کہ اگر سود کا نام نفع رکھ لیا جائے تو کیا وہ سود نہ رہے گا؟ اسی طرح نذر لغیر اللہ کا نام صدقہ یا ایصال ثواب رکھ لینے سے اس کی حقیقت بدل نہیں جاتی ۔اگر یہ محض صدقہ و خیرات ہے تو ایک دن مثلاً گیارہویں معین کیوں؟ صدقہ و خیرات کیلئے قبر یا مزار کی جگہ مخصوص کیوں؟ نذر و نیاز اور صدقہ و خیرات کے طریقہ سے ہر کوئی واقف ہے اور اس کے مصرف کا بھی ۔ہم کہتے ہیں کہ حضور صادق المصدوق ﷺ کی زندگی کا ہر فعل امت کیلئے نمونہ اور باعث خیر و برکت ہے ۔آپ کی حیات مبارکہ میں کئی اصحاب نے وفات پائیں ۔قبل ازیں آپ کے والدین، دادا وغیرہ وفات پا چکے تھے ۔آپ نے کسی کو ایصال ثواب پہنچانے کی غرض سے اس کی قبر پر جا کر نہ ذبیحہ کیا نہ قبر پر جا کر کچھ تقسیم کیا نہ کوئی مزار بنایا نہ چادروں کے چڑھاوے چڑھائے اور نہ اصحاب پیغمبر نے ہی ایسا کوئی کام کیا نہ آئمہ دین سے کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے۔درحقیقت مسلمانوں میں یہ شرک و بدعت بعد کی ایجادات ہیں جو گمراہ اور اسلام دشمن لوگوں نے محض شکم پری کی غرض سے ایجاد کیں ۔خود بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے اسے نذر کا نام دیا ہے ۔لہذا قادری صاحب کی یہ علمی خیانت تقیہ بازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔احمد رضا خاں صاحب لکھتے

ہیں" زائر کو چاہیے کہ وہ کچھ نذر کرے تاکہ اس سے مسلمانوں کی اعانت ہو اس طرح سے زیارت کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو ثواب ہوگا۔ ایک نے سعادت و برکت دے کر ان کی مدد کی اور دوسرے نے متاع قلیل سے فائدہ پہنچایا۔ حدیث میں ہے تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو اسے چاہیے کہ نفع پہنچائے (طرز استدلال ملاحظہ فرمایئے) اور حدیث میں ہے اللہ اپنے بندوں کی مدد میں ہے خصوصاً جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں تو ان کی خدمت اعلیٰ درجے کی برکت و سعادت ہے"۔

(بدر الانوار در مجموعہ رسائل، صفحہ 50 و مابعد)

دیکھئے عوام الناس کو کس طرح بے وقوف بنا کر یہ لوگ اپنا کاروبار چمکانا چاہتے ہیں۔ یہ قوم نذر و نیاز پر ہی جیبیں گرم نہیں کرتی بلکہ عجیب و غریب حیلے محض شکم پری کیلئے گھڑ رکھے ہیں مثلاً حیلہ اسقاط

(دیکھئے غاية الاحتياط في جواز حيلة الاسقاط صفحہ 34 و جآ الحق احمد یار گجراتی)

درحقیقت اب باشعور طبقہ ایسی خرافات سے منہ موڑ چکا ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ ایسی خرافات کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا بریلوی طبقہ دن بہ دن سکڑ رہا ہے اور ایسے مشرکانہ افعال کو تیزی سے چھوڑ رہا ہے۔ خود قادری صاحب کو بھی تسلیم ہے نذر لغیر اللہ شرک ہے۔ قادری صاحب لکھتے ہیں۔

"نذر صدقہ کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اس میں عبادت، نیاز مندی، جھکنے اور غایت تعظیم کے معنی پائے جاتے ہیں۔ نذر کے بارے میں درست عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور صرف اسی کے لئے ماننا جائز ہے۔ اس لئے نذر شرعی نہ تو کسی رسول اور نبی کیلئے جائز ہے اور نہ ہی اولیاء و صلحا کیلئے (اب دھوکہ ملاحظہ فرمایئے) یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ انبیاء و اولیاء کیلئے جو نذر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ مجازی معنی میں ہوتا ہے حقیقی نہیں۔ ان کیلئے جب نذر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد نذر عرفی بمعنی ہدیہ، نذرانہ اور ایصال ثواب ہے جو انبیاء اولیاء اور تمام مسلمانوں کیلئے ہے جس طرح قربانی عبادات اور دعا خالصتاً اللہ کیلئے ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم نذر اللہ رب العزت کی خوشنودی کیلئے مانتے ہیں جبکہ اس کا فائدہ اطعام الطعام اور صدقہ و خیرات کی صورت میں غریب، مسکین محتاج، مفلس، یتیم اور بے سہارا افراد کو پہنچاتے ہیں۔ (کتاب التوحید 1-372)

بس یہی وجہ ہے دھوکہ دینے کی کیونکہ اب ہر کوئی اسے شرک سمجھتا ہے لہذا شکاری نے جال بدلا ہے باقی سب کچھ وہی ہے ہر کوئی مزاروں پر جا کر مشاہدہ کر سکتا ہے کہ کلمہ گو مشرک نذریں اور نذرانے اپنے ولیوں کے نام پر مانتے ہیں، چادریں چڑھاتے ہیں، ذبح کرتے حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے قبر کو سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللّٰہ بہ و المنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالا زلام ذالکم فسق

(المائدہ-3)

تم پر مردار اور (بہتا ہوا) خون اور سور کا گوشت، جو اللہ کے سوا کسی اور کے نامزد کیا گیا ہو اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جس کو درندے پھاڑ کھائیں یہ سب حرام ہیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو، اور وہ جانور بھی جو تھانوں پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے قسمت معلوم کرو۔

(۲) انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر ومآ اھل بہ لغیر اللّٰہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللّٰہ غفور رحیم

(البقرہ،2-173)

اس نے بلاشبہ تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے اور وہ چیز بھی جو غیر اللہ کے نام سے مشہور ہو پھر جو مجبور ہو حالانکہ نہ قانون شکنی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں اللہ یقیناً بخشنے والا رحیم ہے۔

"جو چیز غیر اللہ کے نام سے مشہور ہو یا غیر اللہ کے نام سے پکارا جائے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا حرام ہے بلکہ غیر اللہ کی نذر کی گئی چیز اگرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح کی جائے وہ بھی حرام ہے اور یہ بات فقہ حنفی کی کتابوں سے بھی ثابت ہے"۔

☆☆☆

فقہ حنفی کا فتوی:۔

''جس جانور پر نام غیر اللہ کا پکارا گیا ہو اگر چہ وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا ہو وہ ذبح حرام ہے''۔

(درمختار 4-195 اردو ترجمہ)

☆☆☆

قادری صاحب کا دھوکہ اور تحریف معنوی:۔

قادری صاحب اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے معنوی تحریف کرتے ہوئے مذکورہ آیات کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

(۱) ''تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ کر مرا ہوا جانور ......اور (وہ جانور بھی حرام ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کیلئے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو''۔ (سورۃ المائدہ۔ ۳)

(کتاب التوحید، صفحہ 1-592)

''اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے سے) کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے''۔

(کتاب التوحید، صفحہ 1-584)

☆☆☆

قادری صاحب اپنے مقصد کو مزید واضح کرتے ہیں:۔

''اس آیت مبارکہ میں **اهل به لغير الله** کے جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کا مفسرین کرام نے شرعی معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جس پر عین ذبح غیر اللہ کا نام بلند کر کے چھری پھیر دی جائے''۔

(کتاب التوحید، صفحہ 1-584)

حالانکہ آیات مبارکہ میں اھل غیر اللّٰہ جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پکارا جائے یعنی وہ جانور اپنے معبودان باطلہ کے نام سے چھوڑ دیا گیا ہو جیسے ہمارے ہاں شیخ سدو کی گائے، پیر صاحب کا بکرا وغیرہ مگر قادری صاحب نے علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے یہ دھوکہ دیا کہ عین ذبح کے وقت تکبیر کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے صرف وہ حرام ہے۔ اس میں تو اختلاف ہی نہیں اختلاف تو منسوب چیز پر ہے جو معبود باطل کیلئے ذبح کیا جائے اگر چہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اور مقصود بھی۔ بے شک تقرب الی اللہ ہو وہ حرام حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما ذبح علی النصب"" جو تھانوں پر ذبح کیا جائے" یعنی چبوترے، مزار وغیرہ اگر چہ اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔ صرف ذبح یا جانور ہی نہیں غیر اللہ کی جانب کوئی بھی منسوب چیز اسی زمرہ میں آتی ہے مثلاً مشرکین مکہ فصل کاٹنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا حق بھی نکالتے اور اپنے معبودان باطلہ کے حصے بھی الگ کرتے بعینہ ہمارے ہاں فصل کاٹتے وقت مزاروں کے حصے بھی الگ کئے جاتے ہیں مثلاً گیارہویں کی کھیر کیلئے چاول اور دودھ میں پیر عبد القادر جیلانی کا حصہ وغیرہ۔ لہٰذا قادری صاحب کا وما اھل لغیر اللہ کا یہ ترجمہ کرنا کہ "جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو" صریح دھوکہ اور دیدہ دانستہ معنوی تحریف ہے۔ قادری صاحب نے کس لفظ کا ترجمہ "جانور" اور "ذبح کے وقت" کیا ہے؟ اور پھر ذبح علی النصب کا ترجمہ یہ کرتے ہیں جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کیلئے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو۔ یہاں بھی دھوکہ وہی اور معنوی تحریف سے کام لیا گیا ہے "باطل معبودوں" کس کا ترجمہ کیا گیا ہے؟ جہالت دیکھئے مقصد یہ ہے کہ بت باطل معبود ہیں اور انبیاء و اولیاء باطل معبود نہیں حالانکہ اللہ کے سوا جسے بھی معبود بنا لیا جائے وہ معبود باطل ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں بت پرستی اور قبر پرستی ایک ہی بات ہے۔ نبی ﷺ کی دعا سے بھی ظاہر ہے آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد (مسند احمد)

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ اس کی عبادت کی جائے۔

لہٰذا نہ صرف ذبیحہ بلکہ کوئی بھی عبادت خواہ بت کی جانب منسوب کی جائے یا صاحب قبر کی اگر چہ وہ پیغمبر یا پھر ولی ہی کیوں نہ ہو شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان صلاتي ونسكي محياي و مماتي لله رب العالمين .

(الانعام 163,162)

کہو میری نماز میرے تمام مراسم عبودیت (سجدہ سجود، دعا، جہاد، ذبیحہ وغیرہ) میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔

ثوریؒ السدی عن سعید بن جبیر کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ نسکی کے معنی ذبح کے ہیں نیز ضحاک نے بھی یہی معنی بتائے ہیں۔

☆☆☆

مکھی کا چڑھاوا چڑھانے اور نہ چڑھانے سے جنت اور جہنم:۔

وعن طارق ابن شهابؓ ان رسول الله قال: دخل الجنة رجل في ذباب ودخل النار رجل في ذباب قالوا وكيف يارسول الله ﷺ قال مر رجلان علىٰ قوم لهم صنم لا يجاوزه إحد حتىٰ يقرب له قرب ولو زباباً فقرب ذباباً فخلوا سبيله فد خل النار وقالو للآخر قرب لا حد شيئاً دون الله عزوجل فضربوا عنقه فد خل الجنة

(راوہ احمد)

''حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ ایک شخص صرف مکھی کی وجہ سے جنت میں پہنچ گیا اور ایک جہنم میں چلا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ وہ کیسے؟ نبیؐ نے فرمایا کہ دو شخص چلتے چلتے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے اور اس قبیلے کا ایک بہت بڑا بت تھا وہاں سے کوئی شخص بغیر چڑھاوا چڑھائے نہ گزر سکتا تھا۔ چنانچہ ان میں سے ایک کو کہا گیا کہ یہاں ہمارے بت پر چڑھاوا چڑھائے۔ اس نے معذرت کی کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں انہوں نے کہا کہ تمہیں یہ عمل ضرور کرنا ہوگا اگرچہ ایک مکھی پکڑ کر ہی چڑھادو اس مسافر نے مکھی کو پکڑا اور چڑھاوا اس کی نذر کر دیا انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا آپؐ فرماتے ہیں یہ ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا دوسرے شخص سے کہنے لگے تم بھی کسی چیز کا چڑھاوا چڑھادو تو اس اللہ کے بندے نے جواب دیا کہ میں غیر اللہ کے نام پر کوئی

چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا یہ جواب سنتے ہی انہوں نے اس مرد موحد کو شہید کر دیا تو یہ سیدھا جنت میں پہنچ گیا"۔

قارئین محترم غور فرمایئے اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں وما اھل لغیر اللہ اور ذبح علی النصب کی وضاحت ہوگئی کہ ہر وہ چیز جو غیر اللہ کی نذر کی جائے حرام اور شرک ہے۔ ذبح شرط نہیں۔ دوسرا یہ بھی کہ جس شخص نے ایک مکھی کا چڑھاوا نذر کیا تو وہ دوزخ کا ایندھن بنا تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو جانور، غلہ اور ننو گز کی چادریں غیر اللہ کی نذر کر دے۔ خواہ مقصد کچھ بھی ہو تقرب الی اللہ یا اپنی کسی مشکل کا حل اور پھر یہ غیر اللہ خواہ کوئی پیغمبر ہو یا کوئی فوت شدہ ولی یا بزرگ ہو، کوئی طاغوت اور شہید ہو یا کوئی بت، شجر و حجر وغیرہ۔ دشمن توحید اور وکیل شرک دھوکہ دہی سے محض یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں وما اھل به غیر الله وغیرہ جیسی آیات اور ذبح علی النصب سے مراد محض بت ہیں حالانکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ بت دراصل نیک انسانوں اور انبیاء کی شکلوں کے مجسمے تھے۔ اُس دور میں بت بنا لئے جاتے تھے۔ اِس دور میں دربار، مقصد دونوں کا ایک ہی ہے۔

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کی جگہ پر اللہ کے نام سے بھی ذبح نہ کیا جائے

نبی اکرمؐ صحابہ کرام کو شرک سے اس قدر محتاط فرماتے کہ جس جگہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ہوتا وہاں اللہ کے نام سے بھی ذبح کرنے سے منع فرمایا کیونکہ شرک نا قابل معافی جرم ہے۔

عن ثابت بن الضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال نذر رجل ان ینحر ابلاً ببوانة فسال النبی ﷺ فقال هل کان فیها وثن من اوثان الجاهلیة یعبد ؟ قالوا لا قال فهل کان فیها عید من اعیادهم؟ قالوا لا فقال رسول ﷺ اوف بنذرک فانه لا وفآء لنذر فی معصیة الله و لا فیها لا یملک ابن آدم

(راوہ ابوداؤد)

"حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر جا کر چند اونٹ ذبح کرے گا، اس نذر کے ماننے والے نے نبیؐ سے پوچھا کہ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہاں کوئی بت تھا؟ صحابہؓ نے عرض کی کہ نہیں دوبارہ پوچھا کہ کیا وہاں کوئی

میلہ لگتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر کا پورا کرنا درست نہیں اور نہ وہ نذر پوری کرنا صحیح ہے جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو''۔

لہذا غیر اللہ کا نہ صرف ذبیحہ بلکہ ہر قسم کی نذر و نیاز حرام اور شرک ہے۔ قبروں کے ان محافظوں اور مجاوروں کو نذر پیش کرنے کی حیثیت عیسائیوں کی صلیب کے محافظ پہریداروں کی سی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ماننے والا شخص صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا سو ہوا اور جو چاہے گا وہی ہوگا اور یہ کہ وہ جسے دینا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے نہ دینا چاہے اسے کوئی دے نہیں سکتا لہذا یہ کہنا کہ صرف بتوں کی نذر و نیاز شرک ہے دھوکہ دہی اور علمی خیانت ہے۔

☆☆☆

فقہ حنفی ذبح غیر اللہ اور غیر اللہ کی نذر و نیاز:۔

(۱) فتاوی غرائب فی تحقیق المذاہب کا فتویٰ:۔

ما يفعل الجهلة من الذبح على قبور المشائخ و الشهداء و غير هم فهذا يوجب الحرمة اذا كان لغير الله و ان ذكروا اسم الله عليه و يكفرون بتلك

(فتاوی غرائب فی تحقیق المذاہب)

''جو جاہل لوگ مشائخ اور شہداء کی قبروں پر (چڑھاوے کے) جانور ذبح کرتے ہیں وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جائے اور ایسا کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے''۔

(۲) ردالمختار شرح درمختار کا فتویٰ:۔

والنذر للمخلوق لايجوز لا نه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق....و منها انه ان ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله تعالىٰ و اعتقاده ذلك كفر

(ردالمختار شرح درمختار 2-131 طبع مصر)

''نذر مخلوق کیلئے ماننا جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کیلئے جائز نہیں.....خدا کے سوا اوروں کیلئے نذر و نیاز کے حرام اور باطل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس کیلئے نذر مانی گئی ہے اگر اسے کائنات میں تصرف کرنے کا اہل سمجھ کر ایسا کیا گیا تو یہ عقیدہ کفر ہے''۔

(۳) ''جس جانور پر نام غیر اللہ کا پکارا گیا ہو اگر چہ وقت ذبح کے بسم اللہ اللہ اکبر کہا ہو وہ ذبح حرام ہے''۔

(درمختار 4-195 اردو ترجمہ)

(۴) درمختار اور شرح وقایہ کا فتویٰ

''سید احمد کبیر کی گائے شیخ سدو کا بکرا اور اجالا شاہ کا مرغا حرام ہے''۔

(درمختار 4-196، شرح وقایہ 4-49 اردو ترجمہ)

(۵) ''نبی اور ولی کے نام سے ذبح کرنا حرام ہے''۔

(شرح وقایہ 4-46 اردو ترجمہ)

(۶) فتاوی عالمگیری کا فتویٰ

''سنت سے صاحب قبر اور صاحب قبر کیلئے دعا کے علاوہ کچھ ثابت نہیں''۔

(فتاوی عالمگیری 1-264)

(۷) مالابد کا فتویٰ

''انبیاء و اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور طواف کرنا اور مراد ماننا اور نذریں چڑھانا حرام ہیں اور کفر ہیں''۔

(مالابدمنہ، صفحہ 82 اردو ترجمہ)

☆☆☆

صفات مشترکہ:۔

قادری صاحب عقیدہ توحید سے دشمنی اور شرک کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شہید کہا۔ان اللّٰہ علی کل شئیٍ شھیدا

(الاحزاب 33-53)

جبکہ اپنے نبی کو بھی شہید کہا۔ویکون الرسول علیکم شھیدا

(البقرہ ۲-۱۴۳)

(۲) اپنے لئے فرمایا۔ان اللّٰہ بالناس لروف رحیم

(البقرہ 2-143)

اپنے رسول کیلئے بھی فرمایا۔بالمومنین رء وف رحیم

(التوبہ 128)

(۳) اپنے لئے فرمایا۔انہ ھوا لسمیع البصیر

(بنی اسرائیل 17-1)

(۴) عام مخلوق کیلئے فرمایا۔فجعلنا ہ سمعیاً بصیرا

(الدھر 74-1)

معلوم ہوا کہ درجنوں صفات واسماء ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کیلئے بھی ثابت ہیں.....اس پر اگر معترضین یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سمیع ہونا ''اور معنیٰ'' ہے اور مخلوق کیلئے ''اور معنیٰ'' تو اس پر پھر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے جو وہ خاص کے حوالے سے کرتے ہیں کہ یہ ''اور معنیٰ'' آپ نے کہاں سے نکالا کس آیت میں لکھا ہے؟ اگر کوئی غیر مسلم ہی اعتراض کرے کہ قرآن سے ''اور معنیٰ'' ثابت نہیں (جہالت دیکھئے نابغہ عصر کی) اس پر اگر وہی جواب ہو کہ ''بنانا پڑتا'' ہے تو یہی ہمارا جواب ہے جس کو وہ ''اور معنیٰ'' کہتے ہیں اسی کو ہم ''خاص'' کہہ دیتے ہیں۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک، صفحہ 37)

قادری صاحب کی جہالتوں سے ہم بخوبی واقف ہیں مگر اس قدر جہالت اور کم علمی کا ہمیں اندازہ نہ تھا

جس صاحب کی قرآن فہمی کا یہ حال ہو ایمان سے بتایئے کیا ایسے شخص کو علم التفسیر پر قلم اٹھانے کا کوئی حق حاصل ہے؟ حالانکہ اس تقابل میں بھی جو موصوف نے پیش کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ جبکہ رسولؐ کے بارے میں فرمایا علیکم شھیدا یعنی امت پر گواہ مقرر کئے گئے جیسا کہ دوسری آیت مبارکہ میں فرمایا انا ارسلناک شاھد و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا اور اللہ تعالیٰ بالناس لروف الرحیم ہے جبکہ نبی اکرمؐ بالمومنین روف رحیم ہیں۔ فرق صاف ظاہر ہے۔ رہی قادری صاحب کی دوسری جہالت کہ ''اور معنیٰ'' کا قرآن میں ذکر نہیں۔ حالانکہ عام فہم اور مشہور آیت مبارکہ ہے مگر نابغہ عصر کو زعم ہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کیلئے اور مخلوق کیلئے ''اور معنوں'' میں ہے۔ اس کا ثبوت کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی اس کی مثل کوئی شئے نہیں

سچ یہ ہے کہ نیم ملاں خطرہ ایمان جب قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اللہ کی کوئی مثال نہیں تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات ہر معاملہ میں اللہ کی کوئی مثال نہیں وہ بے مثل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے۔

فلا تضر بو لِلّٰہ الامثال اللہ کے بارے میں مثالیں بیان نہ کرو

قادری صاحب لوگوں کو دھوکہ دیتے ہوئے علمی خیانت سے کام لیتے ہیں اور اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 70 پر ''صفات مشترکہ'' کا عنوان قائم کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور نبی اکرمؐ کی صفات مشترکہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب، کتاب التوحید باب نمبر 10 صفحہ نمبر 489 پر لمبا چوڑا تقابل کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات انبیاء و اولیاء میں بھی موجود ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم قادری صاحب کا تقابل جو دیدہ دانستہ علمی خیانت سے لبریز ہے نقل کرنے سے قاصر ہیں۔ البتہ ہم قادری صاحب کے علم میں اضافہ کیلئے اور وکیل شرک کے اس باطل استدلال کے جواب میں قرآن کریم سے ہی اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کا تقابل پیش کرتے ہیں۔ شاید کہ آپ کے دل پر لگے قفل کھل جائیں۔

(۱)لاالہ الا اللّٰہ

(۲)الحمد اللّٰہ رب العالمین

(۳)لیس کمثلہ شیئا وھو السمیع البصیر

(۴)ان اللّٰہ علی کل شئی قدیر

(۵)علم الغیب فلا یظھرہ علیٰ غیبہ احداً

(۶)قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ

(۷)قل ھو االلّٰہ احد اللّٰہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد

(۸)اللّٰہ لا الہ الا ھوا لحی القیوم

(۹)وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون

(۱) محمد رسول اللّٰہ

(۲) وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین

(۳) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد

(۴) قل لا املک لنفسی نفعاً ولاضراً الا ماشااللہ

(۵) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نزیر و بشیر لقوم یومنون

(۶) یا ایھا النبی قل لازواجک وبنتک ......!

(۷) ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم ....!

(۸) انک میت وانھم میتون

(۹)قل ان الصلاتی و نسکی و محیای ومماتی للّٰہ رب العالمین

(۱۰) ان اللّٰہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء (116-4)

(۱۰) لئن اشرکت لیحبطن عملک

(۱۱) وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فا عبدون

(۱۱) ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من المشرکین

(۱۲) ولکن اللّٰہ یھدی من یشآء

(۱۲) انک لا تھدی من احببت (56-28)

(۱۳) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ

(۱۳) ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ (الانبیاء -28)

(۱۴) اللّٰہ نور السموات والارض

(۱۴) قل انما انا بشر مثلکم

(۱۵) قل ان الامر کلہ للّٰہ

(۱۵) لیس لک من الامر شی

☆☆☆

قادری صاحب کا دھوکہ کہ کلمہ گو مشرک نہیں ہوسکتے:

قادری صاحب صریح دھوکہ دہی اور علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمدؐ پر بے پایاں لطف وکرم اور نوازشات فرمائی ہیں من جملہ اکرام نوازشات میں سے ایک یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد یہ امت دوبارہ کفر وشرک کی مرتکب نہیں ہوگی۔ سابقہ امم میں ایسا کئی بار ہوتا رہا کہ کسی نبی کی امت ایمان لائی مگر اس برگزیدہ نبی کے اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ طرح طرح کے خرافات میں مبتلا ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ شرک کے اندھیروں میں راہ حق سے دور ہوگئی لیکن امت مصطفوی کے باب میں اللہ کے نبیؐ نے اپنی زبان اقدس

سے اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے آخری ایام میں اس چیز کا اعلان فرمایا تھا کہ اب مجھے اس امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں رہا۔ اب ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ اس بات پر غور کریں کہ وہ نبیؐ جو شرک و بدعات کا قلع قمع کرنے کیلئے تشریف لائے جن کے وسیلے سے ہمیں راہ ہدایت نصیب ہوئی وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے اپنی امت کے دوبارہ شرک کی طرف پلٹ جانے کا اندیشہ نہیں رہا۔ ایک ہم ہیں محض مسلکی تعصب اور عناد کی بناء پر اپنی جھوٹی انا کی تسکین کیلئے ایک دوسرے پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگاتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بدبختی کوئی نہیں حضورؐ کی حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ ہمیں دعوت غور فکر دے رہے ہیں۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ ایک دن (احد) تشریف لے گئے اور احد والوں کیلئے نماز پڑھی جس طرح (عام) مردوں پر پڑھی جاتی ہے پھر منبر کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اپنے حوض (کوثر) کو اس وقت دیکھ رہا ہوں مجھے زمین کے خزانوں (یا زمین) کی کنجیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے حصولِ دنیا میں ایک دوسرے سے مقابل کا اندیشہ ہے۔

(صحیح بخاری و مسلم، مسند احمد، المعجم الکبیر، بیہقی وغیرہ)

یہ نبی کریمؐ کا فرمان اقدس ہے۔ آپؐ نے تو اپنی امت کے بارے میں ذات خداوندی کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتا دوسری طرف قابل افسوس مقام یہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ بلاوجہ ایک دوسرے پر شرک کے فتوے صادر کر رہے ہیں وہ پیارے نبیؐ کی اس صحیح حدیث کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے؟ اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔ اتنے بڑے آئمہ حدیث کا اس روایت کو بار بار ذکر کرنے کے باوجود ہمارا رویہ اس کے خلاف ہونا دین کی حقیقی روح سے ناآشنائی کے سوا کچھ نہیں۔

(عقیدہ توسل، صفحہ 119 تا صفحہ 121)

جواب: کلمہ گو مشرک ہو سکتے ہیں

(۱) طاہر القادری صاحب نے صریح دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے یہ جو حدیث پیش کی ہے اس سے استدلال کرنا قرآن وحدیث سے ناواقفیت اور محض جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے مگر دشمن حق کی جہالت کا علاج کون کرے جو ایسا باطل استدلال کر رہے ہیں۔ اس حدیث کا حقیقی مفہوم کیا ہے اس پر انشاء اللہ آئندہ مفصل بحث ہوگی۔ سر دست ہماری گزارش یہ ہے کہ

(۱) کلمہ گو ماں باپ کی نافرمانی اور گستاخی کرے وہ کلمہ پڑھنے کے باوجود ماں باپ کا نافرمان اور گستاخ ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر کلمہ گو کلمہ پڑھنے کے باوجود زنا کرے تو وہ زانی ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر کلمہ گو شراب پیئے تو وہ شرابی

(۴) اگر کلمہ گو قتل کرے تو وہ قاتل

(۵) اگر کلمہ گو سود کا کاروبار کرے تو وہ سودی ہو سکتا ہے

اور اگر کلمہ گو کلمہ پڑھنے کے باوجود شرک کرے تو وہ مشرک کیوں نہیں ہو سکتا؟

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے

وما یومن اکثرھم باللّٰہ الا وھم مشرکون (یوسف 12-106)

ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہیں۔

قرآ کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض ایمان رکھنے والے بھی مشرک ہوتے ہیں۔

(۲) پہلے مشرکین فرشتوں، اولیاء اور اوثان کو عام اوقات میں پکارتے تھے جب کوئی سخت وقت آجاتا تو وہ صرف اللہ وحدہ کو پکارتے تھے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا

واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ فلما نجکم الی البر اعرضتم و کان الانسان کفورًا

(الاسرا 1-67)

"جب تمہیں دریا میں تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم پکارا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا وہ سب گم ہو جاتے ہیں

پھر جب وہ تمہیں نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا''۔

کیسی عجیب بات ہے کہ مکہ کے مشرک اگر لات ومنات کو چھوڑ کر مصیبت میں اللہ کو پکاریں تو وہ مشرک اور کلمہ گو مشکلات میں بھی کہے عبدالحق بیڑا دھک، یا پھر لے یارہویں والے داتاں تے ڈبی ہوئی تر جائے گی تو یہ پکے مسلمان اور موحّد۔

قل ارء یتکم ان اتکم عذاب اللّٰہ او اتتکم الساعۃ اغیر اللّٰہ تدعون ان کنتم صدقین بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شآ ء و تنسون ما تشرکون

(الانعام 40-41)

کہہ دو (اے مشرکو) بھلا بتاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر سچے ہو؟ بلکہ اس وقت تم اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کیلئے تم اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے تو وہ دور فرما دیتا ہے اور تم ان کو اس وقت بھول جاتے ہو جن کو شریک بناتے ہو''۔

گزشتہ دنوں جب شدید زلزلہ آیا اور لاکھوں گھر اجڑے بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ قبروں کو سجدہ کرنے والے مشرک بھی باآواز بلند پکار رہے تھے یا اللہ تو ہی بچانے والا ہے، اے اللہ اس مصیبت سے نجات دے۔

واذا مسّ الانسان ضر دعا ربہ منیباً الیہ (الیٰ قولہ تعالیٰ) قل تمتع بکفرک قلیلاً انک من اصحٰب النار

(الزمر-8)

واذا غشیھم موج کا لظلل دعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین

(لقمان-32)

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اس کی طرف دلی رجوع کر کے پکارتا ہے یہاں تک کہ..... کہہ دیجئے اپنے کفر سے تھوڑا فائدہ اٹھالے پھر تو دوزخیوں میں ہوگا------ اور جب ان کو سمندر کی لہریں سائبان کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ اللہ کو پکارنے اور خالص اسی کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

جس نے توحید کا یہ مسئلہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں وضاحت سے بار بار بیان فرمایا

ہے سمجھ لیا اس کو صاف نظر آئے گا کہ ہمارے زمانے کے لوگوں کے شرک کے درمیان اور پہلوں کے شرک کے درمیان بہت فرق ہے۔ مگر کہاں ہیں ایسے لوگ جو فہم راسخ کے ساتھ یہ مسئلہ دل کی گہرائیوں سے سمجھیں؟ وہ مسئلہ یہ ہے کہ جن مشرکین سے رسول اکرمؐ جہاد کرتے رہے وہ آسودگی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتے تھے مگر مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور اپنے سادات کو بھول جاتے تھے۔ مگر ہمارے دور کے مشرک تو؟......

(۳) پہلے کافر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے لوگوں کو بھی پکارتے تھے جو اس کے مقرب تھے یعنی انبیاء اولیاء، فرشتوں، درختوں، پتھروں کو پکارتے تھے جو اس کے فرماں بردار ہیں نافرمان نہیں ہیں۔ ہمارے زمانے کے مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ فساق وفجار کو بھی پکارتے ہیں اور جن کو وہ پکارتے ہیں ان سے فسق وفجور بھنگ، چرس، زنا، چوری، بے نماز ہونے وغیرہ کی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو صالحین سے عقیدت و محبت رکھتا ہے اور ایسی چیزوں کو پوجتا ہے جو نافرمان نہیں مثلاً لکڑی، پتھر، سورج وغیرہ وہ ان سے کمتر ہے جو فساق وفجار سے عقیدت رکھتا ہے ان کے فسق وفجور اور خرابیوں کا مشاہدہ بھی کرتا ہے پھر ان کو پکارتا ہے۔ اب یہ بات بالکل واضح ہے کہ جن سے رسول اللہؐ نے جہاد کیا تھا وہ موجودہ مشرکین سے زیادہ عقلمند اور ان سے کم درجہ کا شرک کرتے تھے لیکن اب یہ لوگ ہمارے بیان پر ایک اور شبہ وارد کرتے ہیں اور یہ ان کا سب سے بڑا شبہ ہے پھر اس کے جواب کو غور سے پڑھیے اور ذہن نشین کر لیجیے۔

☆☆☆

ایک شبہ کہ مشرکین مکہ کلمہ گو نہ تھے

موجودہ دور کے مشرکین لوگوں کہ یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ مشرکین مکہ کلمہ گو نہ تھے جب کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ تھے اور رسول کریمؐ کو بھی جھٹلاتے تھے، قیامت کا انکار کرتے تھے، وہ قرآن مجید کی تکذیب کرتے تھے اور اس کو جادو کہتے تھے جب کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن مجید کی تصدیق کرتے ہیں اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، حج کرتے ہیں۔ پھر ہم کو ان کی مانند کس طرح بناتے ہو؟

جواب نمبر 1

علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آدمی جب ایک بات میں رسول اللہ ؐ کی تصدیق کرے اور دوسری میں تکذیب کرے تو وہ کافر ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح وہ شخص ہے جو قرآن کے کچھ حصے کو مانے اور کچھ کا انکار کردے، ایک شخص جو توحید کو مانے اور نماز کی فرضیت کا منکر ہو یا سب کچھ مانے مگر روزے کا یا پھر حج کا یا محض زکوٰۃ کا انکار کردے تو وہ کافر ہے۔

رسول اکرمؐ کے زمانہ مبارک میں لوگ جب حج کیلئے تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین

(آل عمران 97)

''اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر حق ہے جس کو بیت اللہ تک جانے کی استطاعت ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کفر کرے تو وہ بے شک اللہ تعالیٰ سب دنیا سے بے نیاز ہے''۔

اور جو ان سب باتوں پر ایمان لائے اور محض قیامت کا انکار کردے وہ بالا جماع کافر ہے، اس کا مال اور خون حلال ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض و یریدون ان یتخذ و ا بین ذلک سبیلاً اولئک ھم الکافرون حقا

(النسآء-150)

جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض پر ایمان لائے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ایمان اور کفر کے درمیان ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں، بلاشبہ وہ کافر ہیں۔

جب انہیں بذات خود بھی اقرار ہے کہ جو شخص ہر بات میں رسول کریم ؐ کی تصدیق کرے، لیکن نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس کا مال وخون بالا جماع حلال ہے۔ اسی طرح جو سوائے قیامت کے ہر بات کو مانے، اسی طرح جو رمضان کے روزوں کی فرضیت کا منکر ہو اس کے کفر میں سب کا اتفاق ہے اور قرآن مجید اس پر ناطق ہے جیسا کہ گزر چکا ہر شخص کو معلوم ہے کہ توحید سب سے بڑا فرض ہے۔ جو رسول کریمؐ لے کر تشریف لائے وہ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ سب سے بڑا اور پہلا فریضہ ہے۔ جب کوئی ساری شریعت اسلامیہ پر ایمان لائے اور عمل کرے مگر ان میں سے کسی ایک کا انکار کر دے وہ کافر ہوا اور جب توحید کا معاملہ آئے جو سب انبیاء و رسل سلام اللہ علیہم کا دین ہے کا انکار کر دے تو کافر نہ ہو؟ سبحان اللہ کتنی بڑی جہالت ہے۔

جواب نمبر 2

صحابہ کرام نے قبیلہ بنی حنیفہ سے جہاد کیا حالانکہ وہ کلمہ گو تھے

صحابہ کرامؓ قبیلہ بنی حنیفہ سے لڑے حالانکہ قبیلہ کے لوگ نبی کریمؐ پر ایمان لا چکے تھے اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے تھے، وہ نمازیں پڑھتے اور اذانیں کہتے تھے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ قبیلہ تو مسیلمہ کذاب کو نبی مانتا تھا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو کوئی کسی شخص کو اٹھا کر نبی کے رتبہ پر لے جائے وہ تو کافر ہوا، اس کا مال و جان حلال، اس کو کلمہ شہادت اور نماز کوئی نفع نہ دے تو جو شخص کسی ولی یا صحابیؓ یا نبیؐ کو آسمانوں اور زمینوں کے زبردست رب کے مرتبہ پر پہنچا دے۔ اس کا شریک بنا دے اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کی شان عظیم ہے، لوگ ہی ناشکرے ہیں۔ ماقدر اللہ حق قدرہ جو اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانتے جس طرح کہ اس کا حق ہے۔

كذالك يطبع الله علىٰ قلوب الذين لا يعلمون (الروم-59)

اللہ تعالیٰ اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے جو بے علم ہیں۔

جواب نمبر 3

حضرت علیؓ نے کلمہ گو مشرکوں کو جلا دیا

جن لوگوں کو حضرت علیؓ نے جلا دیا تھا وہ سب اسلام کے مدعی تھے وہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے تھے اور مسلمان ہونے کے دعویدار تھے۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے علم سیکھا تھا لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی عقیدت میں غلو کیا جس طرح کہ مشرک لوگ اولیاء اللہ کی عقیدت میں غلو کرتے ہیں تو صحابہ کرامؓ نے ان کے قتل اور کفر پر کیسا اجماع کیا؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ صحابہ کرامؓ مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے؟

جواب نمبر 4

بنی عبید القداح جو کلمہ گو تھے ان کا علاقہ دار الحرب کہلایا

بنی عبید القداح جو عباسی خلفاء کے زمانہ میں مغرب اور مصر کے حاکم بن گئے تھے، سب ظاہراً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور اسلام کے دعویدار تھے۔ جمعہ و جماعت کے پابند تھے جب انہوں نے ہمارے مسئلہ توحید سے کم درجہ کی شرعی چیزوں کی مخالفت کی تو علماء نے ان کے کفر و قتال پر اجماع کیا تھا اور فتویٰ دیا تھا کہ ان کے زیر تصرف علاقہ دار الحرب ہے پھر مسلمان ان سے لڑے یہاں تک کہ ان سے مسلمانوں کے علاقے واپس لے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

يحلفون بالله ما قالوا و لقد قالوا كلمة الكفر و كفروا بعد اسلامهم

(التوبہ 84)

''وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے تو کچھ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اسلام لانے کے بعد وہ کافر ہو گئے''۔

آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک کلمے کی وجہ سے کافر کہا باوجود اس کے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے۔ آپؐ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے۔ زکوٰۃ دیتے حج کرتے تھے اور توحید کے قائل تھے اسی طرح وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا۔

قل اباللہ وآیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزء و لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

(التوبہ 65-66)

''آپ کہیے کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہنسی کرتے ہو؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو''۔

یہ وہ لوگ ہیں جو غزوہ تبوک میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔ انہوں نے کچھ باتیں کیں اور کہا ''ہم نے ہنسی مذاق میں یہ باتیں کی تھیں'' مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تم ایمان کے بعد ان باتوں سے کفر کے مرتکب ہوئے ہو''۔

ایک اور شبہ کا ازالہ:

دین اور حق کے دشمنوں کو ایک اور شبہ ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ حضرت اسامہؓ سے کلمہ گو کو قتل کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے تھے اور فرمایا تھا۔

(۱) اقتلتہ بعد ان قال لا الہ الا اللہ؟

کیا تم نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کیا تھا؟

(۲) امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الہ الا اللہ.

مجھے لوگوں سے لڑائی کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں۔

اسی طرح اور احادیث جن میں کلمہ گو سے ہاتھ روک لینے کا حکم ہے۔ ان جاہلوں کا مطلب یہ ہے جو چاہے کوئی کرتا پھرے بس کلمہ پڑھ لے نہ ہی اس کو کافر کہا جائے گا اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے۔

جواب:۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ نبی کریمؐ نے یہودیوں سے لڑائی کی وہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے بنی حنیفہ سے لڑائی کی وہ بھی لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے، نمازیں ادا کرتے تھے اور اسی طرح اسلام کے دعویدار تھے اسی طرح منکرین زکوٰۃ کا معاملہ ہے، ایسے ہی وہ لوگ جن کو حضرت علیؓ نے آگ میں جلا دیا تھا یہ جاہل تو یہ کہتے ہیں جو قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے اس کو قتل کیا جائے چاہے وہ کلمہ گو ہی ہو اور جو کلمہ گو ہو کر اسلام کے کسی رکن کا انکار کردے وہ بھی کافر ہے اس کو قتل کیا جائے۔ جب کوئی دین کی کسی فرع کا انکار کرے تو اس کو کلمہ پڑھنا مفید نہیں لیکن جب رسولوں کے دین کی اساس اور اہم مسئلہ

توحید کا انکار کردے تو پھر وہ کلمہ اس کو بچالے گا اور وہ کافر نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے احادیث کا مطلب ہی نہیں سمجھا

احادیث اسامہ

حضرت اسامہؓ نے ایک شخص کو اس گمان پر قتل کر دیا تھا کہ وہ مال و جان کے خوف کی وجہ سے مسلمان ہوا ہے جب کوئی آدمی اسلام ظاہر کرے تو اس سے رک جانا ضروری ہے یہاں تک کہ اس سے خلاف اسلام باتیں ظاہر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا

یا ایھا الذین امنوآ اذا ضربتم فی سبیل اللّٰہ فتبینو

(النساء 94)

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو (جہاد پر نکلو) تو تحقیق کر لیا کرو۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا نئے مسلمان سے رک جایا کرو جلد بازی نہ کیا کرو اور غور و فکر سے کام لیا کرو ۔ جب تحقیق کے بعد ظاہر ہو کہ وہ دشمن اسلام ہے تو پھر قتل کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فتبینوا'' اگر قتل نہ کرنے کا حکم ہوا تو پھر تحقیق کی ضرورت ہی نہ تھی۔ دوسری احادیث کا بھی یہی معنی ہے جو شخص توحید اور اسلام کو ظاہر کرے اس سے رکنا واجب ہے۔ الا یہ کہ اس سے خلاف اسلام امور ظاہر ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کیا تو نے اس کو **لا الہ الا اللہ** کہنے کے بعد قتل کیا تھا؟ اور فرمایا مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ **لا الہ الا اللہ** کہیں۔ آپؐ نے ہی خوارج کے بارے میں فرمایا تھا۔

اینما تقفتموھم فاقتلوھم لئن ادرکتھم لا قتلنھم

''جہاں وہ (خارجی) ملیں ان کو قتل کر دو اگر میں نے ان کو پالیا تو ان کو قتل کر دوں گا''۔

باوجود اس کے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے اور لا الہ الا اللہ پڑھنے والے ہوں گے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ ان کے سامنے اپنے آپ کو کمتر سمجھیں گے۔ حالانکہ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے علم پڑھا جب ان سے اسلام کے خلاف امور ظاہر ہوئے تو ان کو لا الہ الا اللہ کچھ مفید نہ ہوا، نہ ہی کثرت عبادت اور دعویٰ اسلام ان کو بچا سکا۔ یہی صورت یہودیوں اور بنی حنیفہ سے صحابہ کرامؓ کے قتال کی ہے۔ جب بنی

المصطلق ﷺ کے بارے میں ایک آدمی نے خبر دی کہ وہ زکوۃ سے انکاری ہیں تو آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ ان سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔

یا ایھا الذین امنو ان جآء کم فاسق بنباء فتبینوا

(الحجرات -6)

اے ایمان والو جب کوئی فاسق تمہیں خبر پہنچائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اس آدمی نے ان سے دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔ ان سب سے معلوم ہوا کہ جن احادیث سے وہ دلیل لیتے ہیں ان سے نبی کریمؐ کی مراد یہی ہے کہ تحقیق کے بغیر قتل کے مرتکب نہ ہوں۔

جواب نمبر 5

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم بالضرور اپنے سے پہلی امتوں سے آپ کی پیروی کرو گے اور پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ (بخاری و مسلم)۔

آپ بائبل اٹھا کر دیکھئے آج بھی سب حکموں سے پہلا حکم توحید کا ہے۔ بزعم خود وہ مشرک نہ تھے ان کے نزدیک بھی محض بت پرست، آتش پرست وغیرہ مشرک تھے جیسا کہ قادری صاحب کا عقیدہ ہے حالانکہ یہود و نصاریٰ طاغوت پر ایمان لاتے اور طاغوت کی بندگی کرتے تھے۔

الم ترالی الذین او تو نصیباً من الکتاب یومنون بالجبت و الطاغوت

(النساء 4-51)

کیا تم نے اہل کتاب کو نہیں دیکھا کہ وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کی ایک جماعت مشرکوں سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے لوگ بت پرستی نہ کریں۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۴۲۵، ترمذی جلد ص: ۲۱۹، ابن ماجہ جلد ۲ ص: ۳۹۵، مسند احمد جلد ۵ ص: ۲۷۸، تاریخ اصفہان جلد ا ص: ۴۴ ا ہدایہ جلد ۵ ص: ۲۸۴)

جواب نمبر 6

شیعہ حضرات بھی کلمہ گو ہیں قادری صاحب کے اعلیٰ حضرات کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر مشرک ہیں اور مرتد ہیں۔ خود قادری صاحب کے نزدیک شیعہ حضرات دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس کی وضاحت ہم پہلے حصے میں کر چکے ہیں۔

☆☆☆

قادری صاحب کی علمی خیانت اور شبہ کا ازالہ

قادری صاحب نے جس حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے بلا شبہ وہ حدیث صحیح ہے مگر استدلال غلط ہے۔

''مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے''۔

درحقیقت یہ پیشن گوئی ہے اور یہ دلائل نبوت سے ہے پہلی بات کا مطلب کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اس سے مراد فتوحات ہیں اور اس کا تعلق صحابہؓ کے زمانہ سے ہے اور دوسری بات ''اللہ کی قسم مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلے کا اندیشہ ہے''۔

اس کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں ہے۔

حضرت براءؓ کا بیان ہے کہ خندق (کی کھدائی) کے موقع پر بعض حصے میں ایک سخت چٹان آ پڑی جس سے کدال اچٹ جاتی تھی کچھ ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ ہم نے رسول اللہؐ سے اس کا شکوہ کیا۔ آپ تشریف لائے کدال اٹھائی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں واللہ میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا بسم اللہ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی

کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ میں اس وقت اپنی جگہ سے صنعا کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

(مسند احمد، سنن نسائی 2-56، سیرت ابن ہشام 2-219)

لہذا ان دونوں پیشین گوئیوں کا تعلق صحابہ کے زمانہ اور بعد میں تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ سے ہے اور نبی کریم ؐ کی دونوں پیشین گوئیاں خیر القرونی قرنی کے زمانہ میں ہی پوری ہوئیں۔ الحمد للہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں کوئی مشرک نہ تھا اور شام، فارس، یمن وغیرہ صحابہ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ اس حدیث سے تو یہ مراد ہے مگر دیکھئے قادری صاحب کی علمی خیانت اس سے جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ کلمہ گو مشرک نہیں ہوسکتا اور قرآن کریم کی متعدد آیات کا موصوف انکار کر گئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ گنجے کو ناخن نہ دے۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجہ جنوں

بخیے ادھیڑ دے گا تمام عقل کے تو

☆☆☆

سماع موتی

یہ مسئلہ اس وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ شرک و بدعت کے دروازے اسی راستے سے کھلتے ہیں۔ قارئین کرام اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھیں کیونکہ اہل شرک و بدعت کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے۔ دشمن حق نے اس مسئلہ میں بھی علمی خیانتوں سے کام لیا ہے۔ حالانکہ سماع موتی کا مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ البتہ اس سے وہ صورتیں مثنیٰ ہوں گی جہاں سماعت کی صراحت نص سے ثابت ہے مثلاً جنگ بدر کے مقتولین جن کو بعد مرنے کے رسول اللہ ؐ کی آواز معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے سنا دی۔ سماع موتی کے معاملہ میں اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ مردوں کا ہر وقت سننا اور ہر ایک پکارنے والے کی آواز کو سمجھنا اور سننا یہ عقیدہ نہ صرف قرآن وسنت کے خلاف ہے بلکہ فقہ حنفی میں بھی اس کا رد موجود ہے۔ ایسے من گھڑت سماع موتی کے عقیدہ سے کون کون سی برائیاں اور گناہ کبیرہ جنم لیتے ہیں ان کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے تاہم غیر اللہ سے فریاد رسی، وسیلہ، قبروں پر مزار، مزاروں پر چادریں چڑھانا، اولیاء اللہ کے نام پر ذبح کیا جانا اور

ایسی ہی بہت سی نذر و نیاز وغیرہ ایسے شرکیہ امور سماع موتی سے ہی جنم لیتے ہیں حالانکہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ حتیٰ کہ فقہ حنفی سے بھی سماع موتی کا رد ثابت ہے اور تو اور خود بریلوی حضرات کی متعدد تحریروں اور ''نابغۂ عصر'' کے چند اپنے ہی بیان کردہ واقعات سے سماع موتی کا رد ثابت ہے۔

قرآن کریم اور سماع موتیٰ

(1) انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعآء اذا ولو مدبرین

(النمل -80)

بے شک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں۔

(2) فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعآء اذا ولو مدبرین

(الروم -25) (ترجمہ مذکورہ)

(3) وما یستوی الاحیآء والاموات ان اللّٰہ یسمع من یشآء وما انت بمسمع من فی القبور

(فاطر-22)

زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور (اے محمدؐ) تم ان کو جو قبروں میں دفن ہیں نہیں سنا سکتے۔

(4) والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیآء وما یشعرون ایان یبعثون

(النحل 16-21)

اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں یہ بھی علم نہیں کہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

(5) والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعآء کم ولو سمعوا ما استجابو الکم و یوم القیمۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک

مثل خبیر

(فاطر 35-13,14)

اللہ کے علاوہ جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو (کھجور کی گھٹلی کے اوپر کی) جھلی کا بھی اختیار نہیں رکھتے اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تو وہ تمہارے شرک کا انکار ہی کر دیں گے اور اللہ خبیر کی طرح آپ کو کوئی دوسرا صحیح خبر نہیں دے سکتا۔

جواب نمبر ۱

امام ابو حنیفہ اور عقیدہ سماع موتی

حنفیوں کے امام اعظم ابو حنیفہؒ جن کا ایک قول رد کرنے پر حنفیوں پر ریت کے ذرات سے زیادہ لعنت برستی ہے۔ اب حنفی بریلویوں کی مرضی کہ وہ امام صاحب کے اس فرمان کو تسلیم کریں یا پھر ریت کے ذروں کے برابر لعنت کے مستحق بنیں۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کا یہ واقعہ اور فرمان ملاحظہ فرمایئے جس کو شاہ محمد اسحاق دہلوی حنفی کے ایک شاگرد رشید مولانا محمد بشیر الدین قنوجی حنفی (متوفی 1692ء) نے فقہ کی ایک کتاب "غرائب فی تحقیق المذاہب" کے حوالہ سے لکھا ہے۔

رأى الا مام ابو حنيفه من ياتي القبور لا هل الصلاح فيسلم و يخطب و يتكلم و يقول يا اهل القبور هل لكم من خبرٍ وهل عندكم من اثرٍ اني اتيتكم من شهورٍ وليس سوالي الا الدعاء فهل دريتم ام غفلتم فسمع ابو حنيفه بقول يخاطبه هم فقال هل اجابوا لک؟ قال لا فقال له سحقاً و تربت يداک كيف تكلم اجسادًا لا يستطيعون جواباً ولا يملكون شيئاً ولا يسمعون صوتاً و قرأ وما انت بمسمع من في القبور

(تفہیم المسائل از محمد بشیر قنوجی، صفحہ 91)

امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کچھ قبروں کے پاس آ کر ان سے کہہ رہا تھا۔ اے قبر والو! کیا تمہیں کچھ خبر بھی ہے اور کیا تمہارے پاس کچھ اثر بھی ہے؟ میں تمہارے پاس کئی مہینوں سے آ رہا ہوں اور تمہیں

پکار رہا ہوں تم سے میرا سوال بجز دعا کرانے کے اور کچھ نہیں تم میرے حال کو جانتے ہو یا میرے حال سے بے خبر ہو۔ امام ابوحنیفہ نے اس کی یہ بات سن کر اس سے پوچھا کیا (ان قبروں والوں نے) تیری بات کا جواب دیا؟ کہنے لگا نہیں تو آپ نے فرمایا تجھ پر پھٹکار ہو تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ تو ایسے (مردہ) جسموں سے بات کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کی آواز (فریاد) سن سکتے ہیں۔ پھر امام صاحب نے یہ آیت پڑھی بمسمع من فی القبور (سورۃ فاطر) اے پیغمبرؐ تو ان کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔

جواب نمبر۲

فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کا فتویٰ

فقہ کی معتبر ترین کتاب ہدایہ کا فتوی ہے کہ "مردے نہیں سنتے"۔

(ہدایہ جلد 4 صفحہ 314 اردو ترجمہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

ہدایہ کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے۔

و کذلک الکلام و الدخول لان المقصود من الکلام الافہام و الموت ینافیہ

(ھدایہ ج 1 صفحہ 484)

ترجمہ: اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں تم سے کلام نہیں کروں گا نہ تمہارے پاس آؤں گا پھر مرنے کے بعد اس کی قبر کی زیارت کی یا کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس (افہام) سے روک دیتی ہے۔

جواب نمبر۳

موت اور نیند برابر ہے

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی

علیھا الموت و یرسل الاخری الیٰ اجلٍ مسمیً ان فی ذلک لایتٍ لقوم یتفکرون.

(سورۃ الزمر 39-42)

اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرا نہ ہو اس کی روح نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے اور پھر جس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحیں ایک مقررہ وقت تک کیلئے واپس بھیج دیتا ہے۔ غور و فکر والوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

☆☆☆

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار چلے گی

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

نام نہاد نابغہ عصر کو کھلا چیلنج

قرآن کریم نے وضاحت فرمادی کہ غور فکر کرنے والوں کیلئے اس میں بکثرت نشانیاں ہیں۔ حدیث مبارکہ میں بھی موت کو نیند کی چھوٹی بہن کہا گیا ہے۔ پنجابی کی مشہور کہاوت ہے "سویا تے مویا اک برابر" اگر چہ نینداور موت میں بڑی مماثلت اور مشابہت ہے پھر بھی نیند، نیند ہی ہے اور موت، موت۔ ان میں فرق بھی بڑا ہے نیند میں نبض بھی چلتی ہے اور آدمی سانس بھی لیتا ہے نیند میں کھانا بھی ہضم ہوتا رہتا ہے اور سونے والے کو بروقت جگایا بھی جا سکتا ہے اور سونے کے وقت جان کنی کی تکلیف آدمی کو نہیں ہوتی جبکہ موت اس کے برعکس ہے۔ موت نیند سے بھاری ہے جن کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ بعد موت سنتے ہیں وہ یقیناً نیند کی حالت میں تو بہت زیادہ سنتے ہوں گے۔ آیئے اس اختلاف کو ختم کرتے ہیں اس کا حل یہ ہے کہ ہمارا چیلنج قبول کیا جائے۔ طاہر القادری صاحب بڑے صاحب کرامت بزرگ ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی بھی خود حضرت محمد ﷺ نے تجویز فرمایا، ان کا ادارہ بھی حضورؐ نے بنوایا، حضورؐ موصوف قادری صاحب کے مہمان بھی رہ چکے ہیں، جناب قادری صاحب کو کشمیری فرشتہ بھی ملتا رہا ہے۔ ایسے صاحب کرامت بزرگ تو شاید ان کے بڑے بھی نہ ہوں گے۔ ہم ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ قادری صاحب بھی آ جائیں اور اپنے پیرو مرشد کو بھی بلا لیں اور چالیس ابدال جو ہر وقت دنیا میں

موجود رہتے ہیں ان کو بھی ڈھونڈ لائیں اور مینار پاکستان کے گراؤنڈ میں لاکھوں کروڑوں ناظرین کی موجودگی میں مصنوعی نیند یعنی خواب آور گولیاں کھا کر سو جائیں اور یہ منظر ویڈیو کیمرہ میں محفوظ کیا جائے۔

ہم ان سے باتیں کریں گے پھر نیند سے جاگنے کے بعد وہ دوران نیند کی حالت میں سننا ثابت کر دیں تو وہ سچے پھر یہ بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ موت کی حالت میں بھی سن سکتے ہیں اور اگر وہ سننا ثابت نہ کر سکیں تو پھر انہیں تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ مرنے کے بعد بھی نہیں سن سکتے اور محض درباری کاروبار چلانے کی خاطر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے
ہم یہ چیلنج قادری صاحب کو ان کی زندگی میں کر رہے ہیں دم ہے تو قبول فرمائیں مگر------

جواب نمبر۴

قادری صاحب کا اپنا بیان

ہم طاہر القادری کے حوالے سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس سے نہ صرف ہمارے موقف کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اس نام نہاد نابغہ عصر کی جہالت بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ چنانچہ قادری صاحب لکھتے ہیں۔

''اصحاب کہف کے حوالے سے قرآن مجید کہتا ہے کہ جب ان پر صدیوں کا عرصہ چند ساعتوں میں گزر گیا اور بیدار ہونے پر انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ ابھی کتنا عرصہ گزرا ہوگا تو ان میں سے ایک نے کہا ''یوماً او بعض یوم'' ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ قرآن کریم کی اس بات سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ ان پر صدیاں گزر گئی تھیں مگر ان کے کپڑے بوسیدہ نہ ہوئے تھے اور جسموں میں کوئی کمزوری اور نقاہت کے آثار نہ تھے بلکہ یک گونہ تازگی اور بشاشت تھی جیسے وہ چند گھنٹے نیند کر کے تازہ دم اٹھے ہوں۔ پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک ساتھی کو کچھ دے کر کہا کہ جاؤ اس رقم سے کھانے کی کچھ چیزیں خرید لاؤ جب وہ سودا سلف خریدنے بازار گیا تو دوکانداران سکوں کو دیکھ کر حیرت اور بے یقینی سے تکنے لگا کہ یہ شخص

صدیوں پرانے سکے کہاں سے لے کر آ گیا وہ انہیں قبول کرنے سے انکاری تھا کہ اتنی صدیوں پرانے سکے اب نہیں چلتے وہ (اصحاب کہف کا فرد) کہنے لگا بھئی یہ سکے ابھی ہم کل ہی تو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔ دوکاندار نے کہا کیا بات کرتے ہو یہ صدیوں پرانے سکے جانے تم کہاں سے لے کر آ گئے ہو۔ پھر اصحاب کہف کے اس فرد نے اپنے گرد و پیش توجہ کی اور غور سے دیکھا تو اس ماحول کی ہر چیز کو بدلا ہوا پایا"

(شان اولیاء صفحہ 66)

طاہر القادری صاحب کے اپنے اس بیان سے معلوم ہوا۔

(۱) اولیاء اللہ کو اپنی بھی خبر نہ تھی اور وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ وہ کتنی دیر سوئے حالانکہ موت نہ تھی محض نیند تھی۔

(۲) حتیٰ کہ جاگنے پر اور سودا سلف خریدنے تک بھی انہیں علم نہ تھا۔

(۳) جب اس نے بہت غور سے دیکھا تو ارد گرد کے ماحول کی ہر چیز کو بدلا ہوا پایا۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ نہ ہی مردے سنتے ہیں اور نہ ہی انہیں کچھ علم ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے اولیاء کے علم الغیب کی بھی نفی ہوگئی۔

☆☆☆

سماع موتیٰ پر طاہر القادری کے دلائل کا جائزہ

(۱) ابراہیمؑ کا چار پرندوں کو ذبح کرنا پھر ان کے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر رکھنا پھر ان کو آواز دینا اور ان کا صحیح سلامت ابراہیمؑ کی طرف اڑ کر آنا (البقرہ 2-260) اس بات کی دلیل ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا (3-49) اس آیت کریمہ سے صراحتاً یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور زندہ کرتے وقت قم باذن اللہ فرماتے، جب حضرت یہ لفظ کہتے مردہ کھڑا ہو جاتا چنانچہ اولاً مردے کا قم لفظ سننا ثابت ہوا اور پھر عیسیٰؑ کے مذکورہ بالا معجزے کا

ظہور۔

(۳) حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کی ہلاکت کے فوراً بعد ان سے خطاب فرمایا (اعراف 7-77 تا 79

جس سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔

(۴) حضور نبی کریمؐ نے بدر کے مقتول کفار کو خطاب فرمایا۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے نبی اکرمؐ بدر کے کنویں میں پھینکے ہوئے مقتولین کفار پر جا کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا ہے؟ تو آپ سے عرض کیا کیا آپ مردوں کو پکار رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔

(۵) حضرت شعیب کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ حضرت شعیب نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد ان کو خطاب کر کے یہ الفاظ کہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔

(حیات النبی، صفحہ 41 تا 45)

قادری صاحب سماع موتی کے سلسلہ میں یہ دلائل پیش کرنے کے بعد بذات خود جو کچھ لکھتے ہیں ان دلائل کے رد میں وہی ہمارا جواب ہے۔ چنانچہ قادری صاحب قرآن کریم کی یہ آیات مبارکہ نقل کرتے ہیں۔

ان اللہ یسمع من یشآء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر

(23, 22-35)

''اللہ جسے چاہے سنا سکتا ہے لیکن آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں آپ تو صرف ایک ڈرانے والے ہیں''۔

اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ چاہے تو مردوں کو سنا سکتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مردے سن سکتے اور سننے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور دوسری بات کہ اللہ کے چاہنے کے بغیر کوئی سنا نہیں سکتا کیونکہ کوئی بھی چیز اللہ کے اذن کے بغیر اور اللہ کے ارادے کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر رسول اللہؐ کو یا کسی اور ہستی کو اذن ہو تو ایسا ممکن ہے۔''

(حیات النبی 45, 46)

(۱) قادری صاحب کے اس اپنے ہی بیان سے مذکورہ تمام دلائل کی نفی ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ اگر خاص حالتوں اور خاص موقع پر مردہ کو سنایا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ورنہ عام حالات میں مردے نہیں سنتے جیسا کہ قرآن کریم کے متعدد مقامات سے ثابت ہے۔

(۲) مردوں کا سننا فطرت نہیں اگر کسی خاص موقع پر مردوں کو سنایا گیا تو یہ خرق عادت واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ قادری صاحب کے مذکورہ تمام دلائل خرق عادت سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بدر والے مردوں کو سنایا اور یہ وضاحت بھی فرما دی کہ اے محمدؐ آپ ہرگز مردوں کو نہیں سنا سکتے مگر اللہ ہر کام پر قادر مطلق ہے۔ لہٰذا دشمن حق کے یہ دلائل محض دھوکہ دہی اور علمی خیانت پر مبنی ہیں۔ حضرت عائشہؓ خود بدر کے اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں۔

قالت انما قال النبی ﷺ انهم لیعلمون الآن ان ماکنت اقول لهم حق وقد قال الله تعالیٰ انک لا تسمع الموتی.

(صحیح بخاری کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے بدر کے کافروں کو صرف یہ کہا تھا میں جو ان سے کہا کرتا تھا اب ان کو معلوم ہوگا کہ وہ سچ ہے اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ روم) میں فرمایا کہ اے پیغمبر تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔

(۳) تیسری اہم بات یہ بھی ہے کہ محض خطاب سننے کی دلیل ہے مثلاً ہم جانتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حجر اسود سے خطاب کیا حالانکہ پتھر سنتے نہیں۔

☆☆☆

قدموں کی آہٹ سننے سے سماع موتی پر استدلال

قادری صاحب نے حدیث کے ان الفاظ سے کہ مردہ دفنا کر واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔ یہ استدلال کیا کہ فوت شدگان قبروں میں سنتے ہیں حالانکہ موصوف بریلوی حنفی ہیں اور احناف کا یہ اصول ہے کہ جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہو وہ قابل رد اور باطل ہے اور قرآن کریم کے متعدد

مقامات سے یہ خبر ملتی ہے کہ مردے نہیں سنتے جیسے گونگے بہرے نہیں سنتے۔اور یہ حدیث کہتی ہے کہ مردے دفنا کر جانے والوں کے قدموں کی آہٹ کی آواز سنتے ہیں، احناف کے اصول کے مطابق یہ خبر واحد چونکہ قرآن کے خلاف ہے اس لئے اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا اور قرآن کریم کی بیان کردہ بات پر ایمان رکھا جائے گا جب احناف کے اصول کے مطابق یہ حدیث ہی قابل رد ہے تو قرآن کریم کی نص صریح (مردوں کو نہیں سنا سکتے) کے مقابلے میں اسے کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ پہلے احناف اپنے اس اصول کو غلط تسلیم کریں ورنہ وہ اس حدیث سے استدلال کے مجاز ہی نہیں۔ دشمن حق وصداقت یہ بھی یاد رکھیں کہ مذکورہ حدیث مردوں کے عام حالات میں سننے کے متعلق کارگر ہی نہیں دوسرا یہ احناف کے اصول کے خلاف ہے۔رہی بات محدثین یعنی اہلحدیث کی تو اہلحدیث کسی صحیح السند حدیث کو خود ساختہ اصولوں کی بنیاد پر رد نہیں کرتے بلکہ ہر صحیح السند حدیث کو مانتے ہیں۔لہذا یہ حدیث ہمارے نزدیک قابل تسلیم ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تازہ دفنائے ہوئے مردوں کو اپنی قدرت سے قدموں کی آہٹ سنا دیتا ہے جبکہ آیت قرآنی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی بات مردوں کو سنوانا چاہے تو اللہ اس پر قادر ہے۔ دونوں کا مفہوم اپنی اپنی جگہ صحیح ہے اور آیت وحدیث کے مابین کوئی تضاد نہیں۔ البتہ قدموں کی آہٹ سننے کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ وہ مطلقاً ہر وقت ہر بات سنتے ہیں تو یہ حدیث کے مفہوم سے بھی تجاوز ہے اور یہ مفہوم قرآن کریم کی نص صریح کے بھی خلاف ہے۔لہذا اس حدیث کا یہ مفہوم پیش کرنا قادری صاحب کی علمی خیانت کے سوا کچھ نہیں اور دوسری خاص بات یہ کہ اس واقع سے حسرت اور افسوس دلانے کا پہلو نکلتا ہے مردہ محض قدموں کی چاپ سنتا ہے ان کی باتیں کیوں نہیں؟ یا صرف دفنا کر واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ ہی کیوں سنتا ہے۔ آنے والوں کے قدموں کی آہٹ کیوں نہیں سنتا اور ایک حدیث میں ہے کہ جب دفنائے ہوئے کے پاس منکر نکیر آتے ہیں تو اسے محسوس ہوگا کہ عصر کا وقت ہوگا اور مومن کہے گا کہ پہلے مجھے عصر کی نماز پڑھنے دو جس وقت مرضی دفناؤ وقت عصر کا ہی ہوگا لہذا معلوم ہوا کہ حسرت اور تاسف کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہے۔

☆☆☆

نبی اکرمؐ پر درود پہنچائے جانے سے استدلال

قادری صاحب حدیث فہمی میں بھی انتہائی جاہل ثابت ہوئے ہیں۔ موصوف کی حدیث فہمی پر ہم آئندہ مفصل لکھیں گے۔ قادری صاحب کی کتابوں میں ضعیف اور من گھڑت روایتوں کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بھی موصوف نے ایک ایسی ہی روایت کا سہارا لیا ہے چنانچہ قادری صاحب لکھتے ہیں ''بے شک ایک فرشتہ جمعہ کے روز مقرر ہوتا ہے جو کوئی بھی نبی اکرمؐ پر درود پڑھتا ہے وہ نبیؐ کی بارگاہ میں اس کا درود پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی امت سے فلاں آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے''۔

(حیات النبیؐ، صفحہ 58)

قادری صاحب نے ایسی ہی کئی ایک روائتیں نقل کی ہیں۔

توجہ طلب

ہم کہتے ہیں قادری صاحب نے جو دلیل پیش کی ہے اس سے (۱) پہلے تو یہ ثابت ہوا کہ نبی اکرمؐ بذاتِ خود درود نہیں سن سکتے (۲) پھر یہ ثابت ہوا کہ نبی اکرمؐ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں (۳) نبی اکرمؐ عالم الغیب نہیں (۴) ہمارا مطالبہ اس حدیث کی سند کی صحت پر بھی ہے جو دشمن حق جیسے مریض شرک و بدعت سے محال ہے۔

نبیؐ کا بذاتِ خود درود سننے سے استدلال؟

قادری صاحب اکثر یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ

من صلی علی عند قبری سمعتہ یعنی جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں۔

(شعب الایمان للبیہقی حنفی بہشتی زیور از عالم فقری بریلوی صفحہ 490)

مگر یہ دلیل قابل قبول نہیں کیونکہ یہ اور اسی سند سے اس جیسی متعدد روائتیں من گھڑت ہیں کیونکہ اس کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی ہے۔

(دیکھئے بیہقی، میزان الاعتدال وغیرہ)

محمد بن مروان السدی

(۱) عبداللہ بن نمیر اور جریر بن عبدالحمید نے کہا یہ کذاب یعنی جھوٹا ہے۔

(تہذیب التہذیب)

(۲) امام صالح جزرۃ فرماتے ہیں یہ ضعیف تھا اور جھوٹی روائتیں گھڑتا تھا۔

(تہذیب التہذیب 9-387)

(۳) حافظ برہان الدین الحلبی نے اس کا تذکرہ الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث میں کیا ہے۔(صفحہ 404)

(۴) بعض لوگوں نے اس روایت کی ایک اور سند الشیخ الاصبہانی کی کسی کتاب سے تلاش کی ہے (تسکین الصدور، صفحہ 32,327) حالانکہ یہ روایت بھی باطل ہے اس میں ابوالشیخ کے استاد عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کی عدالت نامعلوم ہے، نیز دیکھئے۔

(آئینہ تسکین الصدور ،صفحہ 113)

ان دونوں سندوں میں الاعمش ہیں جو کہ بالاتفاق مدلس ہیں۔

(آئینہ تسکین الصدور، صفحہ 121)

(۵) مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(کتاب الرسالۃ للشافعی، عام کتب اصول حدیث، خزائن السنن، فتاوی رضویہ 5-245،266)

☆☆☆

سماع موتی کا جھگڑا کیوں؟

سماع موتی کا جھگڑا کیوں کیا جاتا ہے؟ اور من گھڑت رواتیوں کا سہارا لے کر اور پھر قرآن کریم کی آیات سے منہ موڑ کر سماع موتی ثابت کرنے کی اصل وجہ کیا ہے؟ درحقیقت اس کی اصل وجہ اپنی دوکانداری چمکانا ہے تاکہ درباری کاروبار میں ترقی ہو اور طریقت کا سلسلہ چلتا رہے اور اسی عقیدے پر دشمن حق اپنی عمارت قائم کرسکتے ہیں کیونکہ انتقال کے بعد صرف وہی شخص مخلوق کی دادرسی و دستگیری کرسکتا ہے جو ان کی

پکار کو سن سکتا ہو۔ مذہب بریلویت کا اپنے بزرگوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے کہ وہ اپنے مریدوں کی نداء کو سنتے ہیں اور پھر ان کی مدد کیلئے بھی پہنچتے ہیں خواہ ان کا مرید اس دنیا کے کسی بھی گوشے سے بھی پکارے اور کسی بھی زبان میں پکارے اسی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ

''اولیاء کرام اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں ان کے علم و ادراک اور سمع و بصر پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ قوی ہیں''۔

(بہار شریعت از امجد علی، صفحہ 58)

''بے شک پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی ہیں جیسے حاضر ہوں''۔

(بہار شریعت، صفحہ 18,19)

''شیخ جیلانی ہر وقت دیکھتے ہیں اور ہر ایک کی پکار سنتے ہیں اولیاء اللہ کو قریب اور بعید کی چیزیں برابر دکھائی دیتی ہیں''۔

(ازالۃ الضلالۃ از مفتی عبدالقادر، صفحہ 7)

''حضورؐ مدینہ منورہ میں رہ کر ذرے ذرے کا مشاہدہ فرما رہے ہیں''۔

(مواعظہ نعیمیہ از احمد یار، صفحہ 326)

بریلویت کا ایک پیروکار حضورؐ کی ذات کی نسبت جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے ''میرا علم میری وفات کے بعد بھی اسی طرح ہے جس طرح میری زندگی میں تھا''۔

(خالص الاعتقاد بریلوی، صفحہ 114)

☆☆☆

بریلویت کے اعلیٰ حضرت سے منقول ہے۔

سید اسمٰعیل حضرمی ایک قبرستان سے گزرے تو مردوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے دعا کر کے ان سے عذاب اٹھوا دیا۔ ایک قبر میں سے آواز آئی حضرت مجھ سے عذاب نہیں اٹھا، آپ نے دعا فرمائی

عذاب اٹھالیا گیا"۔

(حکایات رضویہ، صفحہ 57)

سماع موتیٰ کا اصل جھگڑا یہ ہے کیونکہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مردے بالکل بے جان ہیں اور بے جان دیکھتے اور سنتے نہیں پھر قبر پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے اور گدی نشینوں کا سلسلہ ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے پہلے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء مرتے نہیں بلکہ وصال پاتے ہیں یعنی زندہ ہوتے ہیں مگر آنکھیں ان کا ادراک نہیں کرسکتیں لہذا سب سے پہلے حیات النبی پر بحث کی جاتی ہے کیونکہ یہ بات دشمن حق اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر اپنے اولیاء کی حیات اور سماع و بصر پر بات کی تو کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا اس لئے پہلے نبی کا نام لے کر لوگوں کو ورغلایا جاتا ہے کہ نبیؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں سنتے اور دیکھتے ہیں۔ جب ذہن بن جائے پھر اپنے بزرگوں کے بارے میں یہ عقیدہ بیان کیا جاتا ہے غور فرمایئے بقول ان کے نبیؐ تو اپنی قبر کے پاس پڑھا گیا درود سن سکتے ہیں دور سے پڑھا گیا بذریعہ فرشتہ پہنچایا جاتا ہے مگر شیخ عبدالقادر جیلانی ہر وقت دیکھتے اور ہر ایک کی پکار سن سکتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو قریب اور بعید کی سب چیزیں برابر دکھائی دیتی ہیں۔

(ازالۃ الضلالۃ مفتی عبدالقادر، صفحہ 7)

اصل میں سماع موتیٰ کا جھگڑا محض اس لئے ہے کہ اولیاء اللہ کو الوہیت کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔ بریلوی فرقہ کے ایک اور امام کا غیر اسلامی فیصلہ دیکھئے ارشاد ہوتا ہے۔

"یاعلی یا غوث کہنا جائز ہے کیونکہ اللہ کے پیارے بندے برزخ میں سن لیتے ہیں"

(فتاویٰ رضویہ نور اللہ قادری، صفحہ 537)

گویا سماع موتیٰ کا عقیدہ شرک کی کنجی ہے اور اس کنجی کے کچھ دندانے بھی ہیں مثلاً پختہ قبریں، مزار اور نذر و نیاز وغیرہ۔ لہذا یہ صراط ابلیس ہے جس کی منزل جہنم ہے، دشمن حق کی کتابیں اسی رستے کی حمایت میں ہیں۔ اگر چہ ہم قرآن و حدیث حتیٰ کہ فقہ حنفی کی معتبر کتب سے بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مردے نہیں سنتے جب مردوں کا سننا ہی قرآن و سنت اور خود حنفیوں کی فقہ کے خلاف عقیدہ ہے تو پھر بخوبی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا نہیں۔ اگر فرض محال سماع موتیٰ کا من

گھڑت عقیدہ محض بحث کی خاطر چند منٹوں کیلئے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس صورت میں ہم چند سوال پیش کرنا چاہیں گے۔

☆☆☆

قبر پرستوں سے چند سوال

(۱) سائل کو کوئی مشکل پیش آ سکتی ہے اب وہ مشکل کے حل میں مدد کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور ہستی کو پکارتا ہے تو کیا وہ ہستی قبر میں یا زندہ حالت میں ہزاروں میل کی دوری سے سائل کی آواز سن سکتی ہے؟

(۲) بالفرض یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو مشکل کشا ہے وہ آواز سن لیتا ہے تو ہر باشعور کے ذہن میں اگلا سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے؟ مثلاً پٹھان اپنی مشکل پشتو میں پیش کرے گا پنجابی، پنجابی میں، عربی، عربی میں، ایرانی، فارسی میں اسی طرح کوئی انگریزی میں کوئی تیلگو وغیرہ زبان میں؟

(۳) بالفرض یہ بات بھی ثابت کر دی جائے کہ وہ ہر زبان سمجھ لیتا ہے تو اگلا سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا مشکل کشا ایک لمحے میں کئی ضرورت مندوں کی سنتا ہے یا اس کیلئے باری کا انتظار کرنا ہوگا مثلاً رات کے نو بجے مختلف جگہوں پر مختلف لوگوں کو کوئی حاجت ہے کیا مشکل کشا ایک لمحے میں سب کی سن لے گا یا لائن بنانے کی ضرورت ہے اور کیا ایک لمحے میں سب کی مشکل حل بھی کر دے گا؟

(۴) ایک شخص کو اغواء کیا گیا ہے اس کے منہ پر ٹیپ لگا دی گئی ہے یا وہ گونگا ہے بول نہیں سکتا اب وہ دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے تو کیا مشکل کشا اس کے دل کی آواز بھی سن لے گا اور پھر مدد کرنے پر قادر بھی ہے؟

(۵) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور مشکل کشا کو نیند نہیں آتی اگر آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ٹائم ٹیبل ہونا چاہیے تاکہ جب وہ بیدار ہو تو تب ہی اپنی حاجت پیش کی جائے؟

(۶) اگر مشکل کشا بعد مرنے کے جنت میں ہیں تو کیا کسی کا دل کرے گا کہ جنت سے نکل کر دنیا میں آ جائے؟ جبکہ عمل بھی موت کے آنے تک ہے۔

(۷) دو شخص آپس میں جھگڑ پڑتے ہیں دونوں قبر پرست ہیں ایک شخص حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ کی قبر میں چادر چڑھاتا ہے نذر و نیاز گزرانتا ہے اور اپنے مخالف پر غلبہ کی دعا مانگتا ہے جبکہ دوسرا مخالف حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی قبر پر یہی عمل کرتا ہے تو اس صورت میں نتیجہ کیا نکلے گا۔

(۸) مشکل کشا مشکل حل کرنا چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سائل کو ابھی امتحان میں رکھنا چاہتے ہیں کون سی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے گی اللہ یا من گھڑت مشکل کشا؟

(۹) سائل فوت ہو گیا ہے اس کا جنازہ کیسے پڑھا جائے گا اللہ سے مغفرت کی جائے گی یا مشکل کشا سے؟

☆☆☆

وفات انبیاء در جواب حیات انبیاء

قادری صاحب کی کتاب ''حیات النبیؐ'' بھی علمی خیانتوں سے بھری پڑی ہے اور اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیؐ اپنے جسم و روح کے ساتھ اسی حالت میں زندہ ہیں جو آپ کی وفات سے پہلے تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آپؐ تصرف فرماتے ہیں زمین میں یا آسمان میں جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ آپؐ لوگوں کی نگاہوں سے اسی طرح اوجھل ہیں جس طرح فرشتے اوجھل ہیں حالانکہ وہ جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو آپؐ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہے تو حجاب اٹھا دیتے ہیں اور وہ آپ کو اسی ہیت میں دیکھتا ہے جس پر آپ تھے اس میں کوئی مانع نہیں رؤیت مثال کی تخصیص کا کوئی سبب نہیں۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس کا یہی مذہب ہے کہ وہ زندہ ہیں موت کے بعد ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی گئی ہے اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے اور عالم ملکوت، علوی و سفلی میں تصرف کرنے کی اجازت ہے۔ اس نے اس سلسلہ میں علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے بہت سی قرآنی آیات کے مفہوم کو غلط انداز میں پیش کیا ہے، ضعیف اور من گھڑت روایتوں کا سہارا لیا ہے اور بہت سے اخبار بطور شہادت پیش کئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور اس ساری بحث کے پیچھے اس بات کی وکالت ہے کہ انبیاء کی طرح اولیاء بھی زندہ ہیں اور عالم ملکوت علوی و سفلی میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اور یہ بدنصیب

اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کی خاطر تحریف معنوی سے ڈرتے ہیں نہ توہین رسالت سے۔ چنانچہ قادری صاحب ایک من گھڑت روایت کا سہارا لیتے ہوئے اپنے موقف کی تائید میں لکھتے ہیں "حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کو قبر انور میں رکھا گیا تو میں نے آخری دیدار سے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی جب میں نے دیکھا تو آپ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے میں نے اپنے کانوں کو نزدیک کر کے سنا تو آپ فرما رہے تھے "اے اللہ میری امت کو بخش دے"۔ میں نے یہ بات سب حاضرین کو سنائی تو سب شفقت امت پر دنگ رہ گئے"

(حیات النبی، صفحہ 62)

یعنی مقصد یہ ہوا کہ نبی اکرمؐ زندہ تھے باتیں کر رہے تھے مگر صحابہ کرامؓ نے زندہ نبی ﷺ کو دفنا دیا استغفر اللہ من ذالک الھفوات اور یہیں پر بس نہیں بلکہ قادری صاحب کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی جن کے ایک ایک فتوی ایک ایک بات اور ایک ایک جملہ پر قادری صاحب کا ایمان ہے وہ تو اس معاملہ میں انتہا سے گزر گئے اور خاں صاحب نے بھی اپنی ذہنی پستی کا ثبوت کچھ اس طرح فراہم کیا۔

"انبیاء علیھم السلام کی قبور مطہرات میں ازواج مطہراۃ پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں"۔

(ملفوظات اعلحضرت حصہ دوئم، صفحہ 26)

یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ آج نام نہاد اور جاہل مولانا، علامہ، نابغہ عصر اور نہ جانے کیا کیا بن بیٹھے ہیں اور بد نصیب اپنی من گھڑت باتوں سے غیر مسلم معترضین کو اعتراض کے ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

ہم پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں انہیں انبیاء کی حیات یا ممات سے کوئی سروکار نہیں۔ درحقیقت اس پردے میں اپنے بزرگوں کی حیات ثابت کی جاتی ہے تاکہ درباری کاروبار چلتا رہے اور لوگ انہیں مختار کل سمجھ کر نذرو نیاز گزرانتے رہیں اور یہ لوگ اولیاء اللہ کی شان میں غلو مچا کر عوام الناس کو گمراہ کرتے رہیں۔

☆☆☆

روحانی اسلام کی ایک جھلک

(۱) خانہ کعبہ رابعہ بصری کا طواف کرتا ہے

''ابراہیم بن ادھم قدم قدم پر دو نفل پڑھتے ہوئے چودہ برس میں بلخ سے خانہ کعبہ کے مقام پر پہنچے تو خانہ کعبہ ندارد ہاتف غیبی نے آواز دی کہ وہ جنگل میں ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے وہاں پہنچے تو دیکھا خانہ کعبہ رابعہ بصری کا طواف کر رہا ہے''۔

(انیس الارواح مترجم صفحہ 17، ملفوظات عثمان ہاردنی مرتبہ معین الدین اجمیری)

(۲) خانہ کعبہ نے بایزید بسطامی کا طواف کیا

• بایزید بسطامی نے فرمایا کہ خانہ کعبہ نے میرے گرد طواف کیا۔

(دلیل العارفین ملفوظات معین الدین چشتی مرتبہ بختیار کاکی، صفحہ 97

(۳) دو انگلیوں کے درمیان دنیا و مافیہا کو دیکھتا ہوں۔

(ایضاً صفحہ 100)

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت بایزید کو سونپ دی

مقام قرب میں پہنچے تو ہاتف نے آواز دی کہ بایزید ہم نے بہشت و دوزخ، عرش و کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہے تجھے دے دی کہا تیرے عزت و جلال کی قسم قیامت کے دن آتش دوزخ کے سامنے کھڑا ہو کر ایسی سرد آہ کھینچوں گا کہ دوزخ کی حرارت زائل ہو جائے گی حتیٰ کہ کچھ نہ رہے گی۔

(ایضاً صفحہ 97)

(۵) فرمایا سبحانی ما اعظم شانی۔

(فوائد فریدیہ مترجم صفحہ 73)

(۲) حضرت محمدؐ کے جھنڈے سے بڑا جھنڈا

فرمایا میرا جھنڈا محمدؐ کے جھنڈے سے زیادہ ہے۔

(ایضاً صفحہ 73)

پیر صاحب حاضر ناظر

بریلویوں کے اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں ۔سیدی عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری بیوی سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیے ۔عرض کی حضور وہ اس وقت سو رہی تھی فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی (یعنی تھی تو جاگتی مگر سونے والوں کی صورت بنا رہی تھی) عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کی ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا شیخ مرید سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتا"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوئم صفحہ 169)

انوکھے نذرانے

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات پڑھیے تو یہ انوکھا نذرانہ بھی دیکھیے

"حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں حضرت سید احمد کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلا اور ہجوم ہوتا ہے اس مجمع میں چلے آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔

النظرة الاولیٰ لک و الثانية عليک

پہلی نظر تیرے لئے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کی ہاں ۔اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے ۔ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں ۔معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی ۔خادم کو ارشاد ہوا انہوں نے آپ کی نظر کر دی ۔ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب دیر

کا ہے کی ہے فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

(ملفوظات اعلیحضرت حصہ سوئم صفحہ 35)

یاد رہے کہ قادری صاحب کا دعوی ہے کہ نذر و نیاز محض اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور قادری صاحب کا یہ دعوی بھی ہے کہ اعلیحضرت کے ہر فتویٰ اور ہر حرف پر میرا ایمان ہے ملاحظہ فرمایئے کس ڈھٹائی اور بے شرمی سے عورتیں بھی نیاز میں پیش کی جارہی ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں انتہائی غلو

''شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا میں نے داروغہ جہنم سے دریافت کیا میرے مریدوں میں سے تمہارے پاس کوئی ہے؟ جواب دیا عزت پروردگار کی قسم کوئی بھی نہیں دیکھو میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان کے اوپر۔ اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا میں تو اچھا ہوں۔ جلال پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہ خداوندی میں نہیں جاؤں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردہ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا''

(اخبار الخیار مترجم، مولانا سبحان اللہ صاحب، صفحہ 39)

آپ کی مجلس میں انبیاء بھی حاضری دیتے تھے

آپ کی مجلس وعظ میں تمام اولیاء و انبیاء جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے''۔

(اخبار الخیار، صفحہ 39)

مختار کل

(پیر عبدالقادر جیلانی) باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب مارنے اور زندہ کرنے کے ساتھ متصف ہونا اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، مریضوں کی صحت، بیماروں کو شفا، طی زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کو بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کرنا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اس طرح کی دوسری کرامت مسلسل اور ہمیشہ عام و

خاص کے درمیان آپ کے قصد وارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقہ پر ہوئیں۔

(اخبار الاخیار، صفحہ 45)

بارہ سالہ ڈوبی کشتی

"آپ کی کرامت سے بارہ برس بعد ڈوبی ہوئی کشتی مع اسباب اور گھوڑے، اونٹ، چھکڑے، براتی دولہا اور دلہن بعافیت تمام اسی مقام سے کہ جہاں وہ کشتی ڈوبی تھی باہر نکل آئی"۔

(زندہ اور نادرہ کرامات شائع کردہ بزم احناف مسجد غوثیہ کوچہ غوثیہ لاہور)

معین الدین چشتی رسول اللہ

خواجہ معین الدین چشتی نے امتحان کی غرض سے مرید کو یہ کلمہ پڑھایا لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔

(فوائد السالکین، صفحہ 127)

فوائد السالکین سے چند اور حوالے

خدائے وقت اور مصطفٰی وقت

ایک دن کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آ کر اترا اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید اور شبلی ہوں۔ آپ نے بھی کھڑے ہو کر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت اور مصطفائے وقت ہوں۔

(فوائد السالکین، صفحہ 289)

آسمان کا مالک

فرمایا میں اگر چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان پکڑ کر کھینچ لوں۔

(ایضاً، صفحہ 289)

زمین و آسمان پلکوں پر

"شبلی نے کہا عارف کی شان یہ ہے کبھی تو اپنے جسم پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں فلک اور زمینوں کو اٹھا لیتا ہے"۔

(فوائد السالکین، صفحہ 317)

روز محشر سب سے بڑا جھنڈا کس کا؟

''ابوالعباس قصاب نے کہا محشر میں تمام پرچموں سے زیادہ بلند پرچم میرا ہوگا اور جب تک حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک میرے پرچم تلے نہیں آجائیں گے میں باز نہیں آؤں گا''

(ایضاً، صفحہ 322)

پیریا ملک الموت

ابوعلی دقاق نے بے حد اصرار کے بعد منبر پر دائیں جانب اللہ اکبر بائیں جانب واللہ خیر وابقیٰ اور قبلہ رو رضوان من اللہ اکبر کہا بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے۔

(ایضاً، صفحہ 241)

امپورٹ ایکسپورٹ

اکبر بادشاہ کی قسمت میں اولاد نہیں تھی۔ شیخ سلیم چشتی نے اپنی بیوی کا حمل بذریعہ کرامت اکبر کی بیوی کے پیٹ میں منتقل کر دیا تو جہانگیر پیدا ہو۔

(تذکرۃ الاولیاء وفوائد السالکین، صفحہ 249)

بارہ سال

درس و تدریس چھوڑ کر بوعلی قلندر 12 سال تک پانی میں کھڑے رہے۔ پنڈلیوں کا گوشت مچھلیاں کھا گئیں۔

(تذکرۃ اولیاء پاک، صفحہ 106)

رات کو دوپہر اور گدھی سے مصروفیت

''پھر بہاور گڑھ کی مسجد میں ایک گدھی سے مصروف بھی ہوئے پھر اپنا لنگوٹ دھلوانے کیلئے میرا اعظم علی شاہ کو دیا۔ شہر میں آدھی رات تھی اور باہر دوپہر لگی ہوئی تھی''

(تذکرہ غوثیہ)

☆☆☆

کلمہ گو مشرکوں کے شرک کی چند جھلکیاں

اللہ تعالیٰ بھی غوث اعظم کا ذکر کرتا ہے۔

ملک مشغول ہیں اس کی ثناء میں
وہ تیرا ذکر وشاغل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ج (۲) صفحہ 7، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

کن فیکون کے اختیار

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

اللہ تعالیٰ کی ہوا پر بے اختیاری

رب عزوجل نے (غزوہ احزاب میں) حضور ؐ کی مدد کرنی چاہی اور شمالی ہوا کو حکم دیا کہ جا میرے حبیب کی مدد فرما اور کافروں کو نیست ونابود کر دے۔ ہوا نے انکار کر دیا اور کہا الحائل لا یخرجن باللیل (بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں) فاعقمھا اللّٰہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔

(ملفوظات اعلحضرت حصہ (۴) صفحہ 93)

غور فرمایئے ایک طرف تو پیر کن فیکون کے مالک ہیں اور دوسری طرف احمد رضا خاں بریلوی کے قلم سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کا ہوا پر بھی اختیار نہیں۔

اللہ بشریت کے روپ میں

اللہ و محمد میں جو ہے فرق تو اتنا
واں پردہ نشینی ہے، یہاں پردہ دری ہے

تثلیث سے بھی آگے

فرید باصفا ہستی محمد مصطفیٰ ہستی
چہا گویم چہا ہستی خدا ہستی خدا ہستی

(دیوان محمد، صفحہ 91)

غوث اعظم دنیا جہان پر محیط

ہم توئی قطب جنوب وہم توئی قطب شمال
نے غلط کر دم محیط عالم عرفاں تو ئی

(حدائق بخشش ج(۲) صفحہ 81)

خدا یا حبیب خدا

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے کھلے آنکھ صلے علیٰ کہتے کہتے
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے
خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے

(نعت مقبول نور محمد، صفحہ 25، جہانگیر بکڈ پو لاہور)

☆☆☆

احمد رضا خاں بریلوی اور عقیدہ تثلیث

تین خدا کا قائل مشرک نہیں

(فتاویٰ رضویہ جلد 1، صفحہ 738)

قادری صاحب کا دعویٰ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ہر فتویٰ پر میرا ایمان ہے نہ صرف احمد رضا خاں بلکہ اس طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والا ہر آدمی ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے، چنانچہ دو مشہور شعر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

چاچڑ شہر مدینہ دے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ
پردہ انسان میں آ کر خود دکھاتا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد ؐ تاکہ رسوائی نہ ہو

علاوہ ازیں درباروں پر جا کر ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ ان اولیاء کو زندہ اور صاحب اختیار بلکہ کن فیکون کے مالک سمجھتے ہوئے کس قدر لوگ نذرو نیاز گزارتے ہیں، ان کی قبر پر ماتھا رگڑتے ہیں اور پھر ان پیروں کی شان میں گھڑی گئی قوالیاں تو ہر کسی نے سنی ہوں گی۔ درحقیقت یہ لوگ تقیہ کی آڑ میں اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ سماع موتی اور حیات برزخی کے عقیدہ کے پیچھے یہی راز چھپا ہے تا کہ شرک کے دروازے کھول دیئے جائیں اور امت مسلمہ کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیا جائے۔ اب ہم قادری صاحب کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔

☆☆☆

مسئلہ حیات النبیؐ میں قادری صاحب کی علمی خیانتیں اور ان کے دلائل کا جائزہ

قادری صاحب کی علمی خیانت اور صریح دھوکہ

كيف تكفرون بالله و كنتم امواتاً فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون

(البقرہ 2-28)

''کافرو تم خدا کا کیونکر انکار کر سکتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے پھر اس نے تمہیں جان بخشی پھر وہی تم کو موت دے گا پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''۔

یہ ترجمہ کرنے کے بعد آگے چل کر قادری صاحب اس طرح دھوکہ دیتے ہیں کہ ''جس طرح یکے بعد دیگرے انسان پر دو موتیں وارد ہوتی ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے انسان کو دو زندگیوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان میں پہلی زندگی تو واضح ہے کہ اس سے مراد عالم شہادت میں رنگ و کیف کی موجودہ زندگی ہے یہ نور و ظلمت اور ہست و بود کی زندگی ہے مگر دوسری زندگی سے مراد قیامت کی زندگی نہیں بلکہ عالم برزخ یعنی مرنے سے لے کر قیامت تک کی زندگی ہے جس کے دوران منکر نکیر کے سوال و جواب ہوتے ہیں اور انسان عذاب قبر سے دو چار ہوتا ہے یا رحمت خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ اس زندگی کا اصطلاحی نام حیات برزخی ہے''۔

(حیات النبیؐ صفحہ 30 تا 32)

حقیقت

قادری صاحب کی اس علمی خیانت پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ۔ درحقیقت عام اصطلاح اور اسی طرح شرعی اصطلاح میں بھی روح اور بدن کے اتصال کا نام زندگی ہے اور ان کے انفصال کا نام موت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو روح پیدا ہو چکی ہے اس پر موت نہیں آئے گی ،جسم سے روح کی جدائی کا نام ہی موت ہے ۔اب آیت بالا میں جو قادری صاحب نے نقل کر کے اپنا مقصد حل کرنے کی ناکام سعی کی ہے اس میں پہلی کیفیت یہ ہے کہ روح تو پیدا ہو چکی ہے لیکن اسے ابھی جسم نہیں ملا دوسری کیفیت شکم مادر میں جنین میں روح داخل ہونے سے لے کر موت تک ہے تیسری کیفیت موت سے لے کر قیامت تک ہے جب دوبارہ جسم میں روح داخل کی جائے گی اور چوتھا مرحلہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دینے سے متعلق ہے ۔اب دیکھئے یہاں نہ تو کوئی روح کی ذات یا فلسفہ کی زبان میں روح کلی میں شامل ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی انسان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا جیسا کہ گمراہ کن لوگوں کا عقیدہ ہے ۔آخری منزل الیہ ترجعون کے الفاظ ان سب نظریات کو مردود قرار دیتے ہیں اگر روح کلی میں اتصال کا نظریہ صحیح ہوتا ہے تو پھر الیہ ترجعون کی بجائے فیہ یلحقون یا پھر اس قسم کے الفاظ ہونے چاہیں تھے ۔لہذا تناسخ اور حلول کا عقیدہ بھی غلط ٹھہرا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان آیات کریمہ میں جن دو باتوں کا ذکر ہے نمبر 1 پیدائش سے قبل اور دوسرا پیدائش کے بعد جب روح جسم سے خارج ہو جاتی ہے

جواب نمبر 2

قادری صاحب کا یہ اعتراض اس لئے بھی کسی اہمیت کا حامل نہیں کیونکہ اگر یہ عذر معقول تسلیم کیا جائے تو پھر صرف انبیاء و اولیاء کی حیات برزخی کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ہر کسی کیلئے یہی قانون تسلیم کرنا پڑے گا اور ہم کہتے ہیں کہ جب کسی کو دفنا دیا جاتا ہے ماسوائے انبیاء کے تو کچھ عرصہ بعد اس کے جسم کو مٹی یا پھر حشرات الارض کھا جاتے ہیں ،ہڈیاں بھی ایک مدت بعد بوسیدہ ہو کر مٹی بن جاتی ہیں ۔بعض اوقات قبروں کے نشان تک بھی مٹ جاتے ہیں تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح کا یہ جزاء اتصال آخر کون سے بدن سے ہوتا ہے اور جب قبر کے نشان تک مٹ کر اس پر بازار بن چکے ہیں یا کھیتی کاشت کی جا چکی ہے تو وہ قبر کون سی ہے جس میں مرنے والا زندہ ہو جاتا ہے ۔ اس سے آگے چلئے بعض لوگ اپنے مردوں کو دفن

ہی نہیں کرتے بلکہ لاش کو جلا دیتے ہیں پھر اس کی راکھ کو بھی دریا میں بہا دیتے ہیں ۔ بعض لوگوں کو درندے پھاڑ کھاتے ہیں ۔ میت اس درندے کا جز و بدن بن جاتی ہے ۔ مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ لاش کی دو صورتیں ایک ابتدائی صورت جب تک اس کا جسد قبر میں بحال رہتا ہے یا پھر قبر کے نشانات قائم رہتے ہیں اس حالت کیلئے اللہ نے لفظ قبر کا استعمال فرمایا ہے ۔

وما انت بمسمع من فی القبور

(اے محمدؐ) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں دفن ہیں ۔

اور دوسری حالت آخری حالت ہے جبکہ نہ تو قبر کا نشان باقی رہ جاتا ہے اور نہ جسم کا بلکہ وہ مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے یا پھر کسی کے نصیب میں دفن ہونا ہی نہیں تو ایسی حالتوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

فاذا انفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون

(31-56)

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے ۔

لہذا قادری صاحب کی دلیل ذرہ بھر اہمیت کی حامل نہیں رہتی ۔

عذاب قبر سے استدلال کا جواب

رہی بات عذاب قبر کی تو ہم کہتے ہیں کہ جس طرح شہید زندہ ہیں مگر ان کی زندگی کا کسی فرد یا بشر کو اللہ نے شعور عطا نہیں کیا اور دوسرا ان کی یہ دنیاوی زندگی نہیں نہ ہی وہ دنیاوی حالات سے باخبر ہیں اور نہ اپنی کوئی بات ان تک پہنچا سکتے ہیں ۔ جیسا کہ سورۃ یٰسین میں ایک شہید کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ شخص جنت میں داخل ہوا تو اس نے کہا ۔

قیل ادخل الجنة قالت یلیت قومی یعلمون

کہا گیا جنت میں داخل ہو جا وہ بولا کاش میری قوم جانتی ہوتی

یہی صورت کچھ عذاب قبر کی ہے ۔ لہذا جس طرح شہید کی زندگی کا کسی کو شعور نہیں اسی طرح بعد مرنے کے کافروں اور مشرکین کے عذاب کا بھی یہی حال ہے انہیں عذاب دیا جاتا ہے مگر ہمیں شعور نہیں کہ کیسے یعنی دنیاوی زندگی سے اس زندگی کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مشابہت ۔ لہذا عذاب قبر یا مرنے کے بعد

جنت وغیرہ میں داخل ہونا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کیونکہ وہ عالم برزخ کے معاملات ہیں جن کا اس دنیا سے اب کوئی تعلق نہیں نہ تو اب وہ اس دنیا میں آسکتے ہیں اور نہ ہی ان کی کسی بات کو سن سکتے نہ سنا سکتے ہیں ۔ سماع موتی پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں اور قادری صاحب کی نقل کردہ وضعی روایتوں پر زیادہ بحث کرنے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے اور نہ ہی اکابرین کے اقوال پر بحث کر کے ہم وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں جبکہ قرآن کریم سے واضح طور پر ان تمام شبہوں کا ازالہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

☆☆☆

رسول کریم ﷺ کی وفات قرآن کریم کی روشنی میں

(۱) کل نفس ذائقة الموت ہر ایک نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

(الانبیاء-35)

(۲) انک میت و انھم میتون (الزمر-30)

(اے نبیؐ) بیشک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی موت آنی ہے۔

(۳) وما جعلنا لبشرٍ من قبلک الخلد افائن مات فھم الخلدون کلّ نفس ذائقة الموت

(الانبیاء34-35)

ہیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کیلئے نہیں رکھی (اے نبیؐ) اگر آپ مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

(۴) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموت غیر احیآءٍ وما یشعرون ایان یبعثون

(نحل 20-21)

''اور اس کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی) کیلئے پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں وہ بالکل مردہ ہیں ان میں زندگی کی رمق تک باقی نہیں ہے انہیں اپنے متعلق

بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے"۔

اس ارشاد میں کسی قسم کا کوئی استثنیٰ نہیں نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق تک باقی نہیں رہتی پھر حیات برزخی، سماع موتی اور عرض اعمال کا اثبات کیسا؟

کتنے انبیاء کرام ایسے ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے پکارا گیا ہے اگر انبیاء اکرام کے بعد مرنے کے زندہ ہونے کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔ درحقیقت یہ عقیدہ عیسائیت کی تقلید میں گھڑا گیا ہے۔ عیسائی حضرات کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ مرنے کے تین دن بعد زندہ ہو گئے وگرنہ قرآن کریم، حدیث مبارکہ اور صحابہ کرام کے اقوال اس عقیدہ کے رد میں ہیں۔

(۵) وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم

(آل عمران-144)

اور محمدؐ تو صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اگر آپ کو موت آجائے یا قتل (کر کے شہید) کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

(۶) قل ان صلاتی و نسکی ومحیای و مماتی للّٰہ رب العالمین

(انعام-162)

(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کیلئے ہی ہے۔

(۷) وما جعلنھم جسدًا لا یاکلون الطعام وما کانو خٰلدین

(الانبیاء -8)

اور ہم نے ان نبیوں کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

(۸) کل من علیھا فان و یبقی وجه ربک ذوالجلال و الاکرام

جو کوئی ہے سب کچھ فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو صاحب جلال واکرام ہے

قادری صاحب کے دلائل کا جائزہ

(۱) ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون

(البقرہ2-154)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

(۲) ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللّٰہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

(آل عمران69, 170)

اور تم ان لوگوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور ان انعامات پر خوش ہوتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں اور وہ بشارتیں پاتے ہیں۔ قادری صاحب ان دونوں آیات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ دونوں آیات حیات شہدا پر بصراحت دلالت کرتی ہیں لیکن انبیاء علیھم السلام شہدا سے کہیں ارفع واعلیٰ ہیں اس لئے انبیاء علیہ السلام کیلئے بطریق اولیٰ حیات ثابت ہوگی اور حضور اکرم ؐ کی شان تو تمام انبیاء سے بھی بلند و بالا ہے۔ اس لئے حضور ؐ کی حیات مبارکہ بھی ان آیات سے ثابت و متحقق ہوگی۔

(حیات النبی، صفحہ 107-108)

جواب

حیات نبوی کے قائلین کا یہ پرانا ہتھیار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا جواب صاحب عقل وخرد کیلئے انتہائی سادہ اور آسان ہے مگر یہ نشانیاں تو عقل والوں کیلئے ہیں، کفار موت کو عدم محض یا کلی فقدان سمجھتے تھے۔ قرآن کریم نے موت کے اس اصطلاحی مفہوم کا شہدا کے حق میں انکار کیا یہ درست ہے لیکن قتل کے عنوان سے جسم اور روح کے انفصال کا اعتراف فرمایا یا ان کا خیال تھا کہ موت کے بعد دار فنا میں ان اعمال پر کوئی

جزاء مرتب نہ ہوگی۔ قرآن کریم نے اس معنی سے نفی فرمادی اور اس دنیا سے رخصت کے بعد رزق اور نئی زندگی کا اعلان فرمایا جو دنیاوی زندگی سے مختلف ہوگی اور اس کے بارے میں کسی کو شعور بھی نہیں یہ بالکل صحیح ہے لیکن بمعنی انفصال روح سے انکار قطعاً غلط ہے اور ہدایت حسی سے جنگ **ولا یرغب عن نفسه الا من سفه نفسه**

پھر یہ زندگی اگر دنیاوی زندگی ہی تھی تو **لا تشعرون** کیوں فرمایا گیا؟ اور انسان اس قدر بے شعور ہیں کہ اس زندگی کو بھی نہیں سمجھتے جس کی زلف پریشان کے بناؤ سنگار میں پوری زندگی صرف ہو رہی ہے یہ تو وہی فسطائیت ہوئی جسے عقل گوارا کرتی ہے نہ نقل اس کی تائید کرتی ہے۔

☆☆☆

انوکھی خبر

ہم کہتے ہیں کہ قتل کے مفہوم میں موت شامل ہے انسانیت کی پیدائش سے لے کر آج تک کبھی بھی کسی آدمی نے یہ نہیں سنا یا کہا ہوگا کہ فلاں آدمی قتل ہوگیا ہے لیکن مرا نہیں وہ قتل بھی ہوگیا مگر جیتا جاگتا کھاتا پیتا ہے کبھی بھی اخبار میں آپ نے یہ مضحکہ خیز خبر نہیں پڑھی ہوگی کہ فلاں ملک یا فلاں شہر میں تین آدمی قتل ہوگئے لیکن مرے نہیں۔ جب ہم دنیاداری کے لحاظ سے اس قسم کی خبر کو مضحکہ خیز اور واہیات سمجھتے ہیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے یہ توقع کریں کہ وہ ہم کو اس قسم کی مضحکہ خیز اور واہیات باتیں بتائے کہ میری راہ میں جو آدمی قتل ہو جائے اس کو موت نہیں آتی۔ درحقیقت اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو کر مرجانے والے کو مردہ کہنے کی ممانعت اس مفہوم میں ہے جو مفہوم کفار کہتے تھے یعنی وہ ہمیشہ کیلئے مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک رزق دیئے جاتے ہیں یعنی ان کی زندگی دنیاوی نہیں اور نہ ہی دنیا سے رزق دئے جاتے ہیں۔ اس لئے دنیاوی زندگی دنیاوی معاملات اور سماع موتی وغیرہ ناممکن ہے کیونکہ وہ روحیں جسم چھوڑ کر علیین یا سجین پہنچ چکی ہیں۔ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ جنت میں شہدا سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری کوئی آرزو ہو تو بتاؤ تاکہ وہ پوری کر دی جائے تو شہدا جواب دیں گے کہ ہمیں تو یہاں سب نعمتیں میسر ہیں اور ہمیں کیا درکار ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بار بار اصرار پر شہدا جواب

دیں گے کہ پھر ہماری آرزو یہ ہے کہ ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ ہم پھر شہید ہو کر مزید بلند درجات حاصل کر سکیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ بات میرے قانون کے خلاف ہے تم دنیا میں واپس جاؤ یہ نہیں ہو سکتا کوئی اور بات ہو تو بتلایئے۔ پھر شہدا جواب دیں گے کہ "پھر کم از کم دنیا والوں کو اور ہمارے عزیز واقارب کو اس بات پر مطلع کر دیا جائے کہ ہم یہاں کس قدر خوش ہیں اور ہر طرح کے انعامات سے متمتع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں میں یہ اطلاع کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ عند ربهم يرزقون غور فرمایئے کہ جنت میں شہدا کی آزاد روحیں بھی نہ اپنے عزیز واقارب کو کوئی پیغام سنا سکتی ہیں اور نہ ہی ان کی قبر پر پکارنے والوں کو کچھ کہہ سکتی ہیں تو وہ روحیں جو سجین اور علیین میں مقید ہیں وہ کیسے دنیا میں واپس آ کر دنیا والوں کی بات سنتی یا ان سے ہم کلام ہو سکتی ہیں؟ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

(i) سماع موتی ناممکن ہے

(ii) مرنے کے بعد قیامت سے قبل ارواح کا دوبارہ جسموں میں آنا ناممکن ہے۔

(۲) رزق سے استدلال بے معنی ہے۔

ویسے بھی رزق سے زندگی پر استدلال بالکل بے معنی اور غلط ہے رزق تو انبیاء اور شہدا کے علاوہ باقی ایماندار مرنے والوں کو بھی ملتا ہے۔

والذين هاجروا في سبيل الله ثم قتلوا او ماتوا ليرزقنهم الله رزقاً حسناً وان الله هو خير الرزقين

(الحج 22-58)

دیکھئے اس آیت مبارکہ میں موت اور قتل دونوں پر رزق کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ پس جب رزق طبعی موت سے مرنے والوں کو بھی ملتا ہے تو رزق سے زندگی کا استدلال صحیح نہ رہا۔ آپ حضرات کے نظریات سے لازم آتا ہے کہ کوئی بھی مرتا نہیں۔ یوں ہی موت کا لفظ لغت میں رکھ لیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیاوی زندگی اور برزخی زندگی کا فرق ہے جیسا کہ ماں کے رحم میں جنین کی زندگی اور دنیاوی زندگی کا فرق ہے۔

مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمتہ اللہ فرمایا کرتے تھے اگر مردے دنیاوی زندگی رکھتے ہیں اور ہر جمعرات کو

اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہیں پھر یہ ٹولہ تو بڑا صاحب کرامت ہے ہم بھی مان لیں گے اگر کوئی صاحب عالم دنیا سے دوبارہ واپس عالم بطن میں جا کے دکھا دے۔

☆☆☆

معراج کی رات نبیؐ کا انبیاء کی جماعت کرانے سے استدلال:

قادری صاحب سورہ زخرف کی آیات نقل کرتے ہیں۔

وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الھة یعبدون

(الزخرف 43-45)

وہ رسول جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمائے ان سے پوچھئے کیا ہم نے رحمٰن عزوجل کے علاوہ کوئی معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

پھر تفسیر کبیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں "حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب شب معراج آنحضرت کو مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد سے تمام رسولوں کو جمع فرمایا۔ جبرائیلؑ نے آذان کہی اور پھر اقامت اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آگے تشریف لایئے اور انہیں نماز پڑھایئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث کیا ہے دریافت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا میں نہیں پوچھتا کیونکہ اس میں مجھے کوئی شک نہیں"۔

(تفسیر کبیر 27-216)

پھر قادری صاحب لکھتے ہیں انبیاء علیہم السلام سے خطاب کرنے کا حکم دیا جانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔

(حیات النبی، صفحہ 113)

جواب

اگرچہ موصوف کی یہ دلیل بظاہر ایک قوی دلیل ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جب اسے معجزہ تسلیم کر لیں تو معجزہ خرق عادت کا نام ہے۔ اگرچہ لوگوں کے نزدیک یہ کتنا ہی مشکل ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی مشکل نہیں

اس لئے کہ وہ اسباب کا پابند نہیں وہ تو لفظ کن سے جو چاہے پلک جھپکنے میں کرنے پر قادر ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی اس دلیل کی کوئی اہمیت نہ رہی اور قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے جو تفسیر بیان کی جاتی ہے ہمارے نزدیک اتباع کا لفظ محذوف ہے یعنی ان کے پیروکاروں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے پوچھو کیونکہ وہ ان کی تعلیمات سے آگاہ ہیں اور ان پر نازل شدہ کتابوں میں توحید ہی کا حکم دیا گیا ہے اور اہل کتاب کو یہ دعوت کہ قل تعالوا الی کلمة سواء سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے اور قادری صاحب کا یہ دلیل دینا اور بھی تعجب کی بات ہے کیونکہ قادری صاحب کا عقیدہ ہے کہ نبیؐ عالم الغیب ہیں۔ لہذا پوچھا تو اس چیز کے متعلق جاتا ہے جس کا علم نہ ہو یا یقین نہ ہو یا معاملہ مہمل ہو جب نبیؐ عالم الغیب ٹھہرے تو پھر یہ پوچھنا کس لئے؟

☆☆☆

نبیؐ امت پر گواہ ہیں اس سے استدلال

وکذلک جعلنا کم امة وسطاً لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا

(البقرہ 2-143)

''اس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں''۔

فکیف اذ جئنامن کل امة بشھید وجئنا بک علیٰ ھولآء شھیدا

(النساء 4-41)

''تو کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوبؐ تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے''۔

ویوم نبعث فی کل امة شھیدًا علیھم من انفسھم و جئنا بک شھیدًا علیٰ ھٰؤلآء

(النحل 16-89)

''اور جس دن ہم ہر گروہ میں سے ایک گواہ انہی میں سے اٹھائیں گے اور اے محبوب ہم تمہیں ان سب پر گواہ لائیں گے''۔

مذکورہ آیات کریمہ نقل کرنے کے بعد قادری صاحب لکھتے ہیں۔ مذکورہ آیت کریمہ میں حضورؐ کے وصف شہادت کا بیان ہے اور شہادت مشہود کا معنی یہ ہے کہ

الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة (المفردات)

مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا خواہ وہ ظاہری آنکھ کے ساتھ ہو یا باطنی آنکھ کے ساتھ ہو۔

چونکہ مشاہدہ کیلئے علم ضروری ہے اور جب علم ثابت ہوگا تو حیات کا خود بخود ثبوت ہو جائے گا.... یہ مشاہدہ اب بھی اسی طرح قائم ودائم ہے جس طرح کہ ظاہری حیات مبارکہ میں تھا اور آج بھی آپ امت کے احوال واعمال پر واقف ہیں۔ اعمال آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(حیات النبی 115-116)

جواب

مذکورہ آیات کریمہ سے یہ استدلال صریح دھوکہ دہی ہے حالانکہ صرف رسول اکرمؐ ہی گواہ نہیں بلکہ امت مسلمہ بھی شہید یعنی گواہ ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

ليكون الرسول شهيدًا عليكم و تكونوا شهدآء على الناس

(الحج 78)

رسول تم پر اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

لہذا قادری صاحب کے اس اصول سے ہر کلمہ گو بعد مرنے کے دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ اور پھر اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے اور یہ باطنی آنکھ بھی عجیب بات ہے۔ اس ٹولے کی عادت ہے کہ کہیں موت کا ترجمہ وصال کرتے ہیں اور یہاں موصوف بصیرت کا ترجمہ باطنی آنکھ کرتے ہیں اور مذکورہ نقل کردہ آیات میں گواہ کے ساتھ نگہبان کا اضافہ قادری صاحب کی باطنی آنکھ ہی کا کمال ہے حالانکہ مذکورہ آیات میں گواہی سے مراد صحیح حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے۔

ہر امت میں سے اس کا پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں گواہی دے گا کہ یا اللہ ہم نے تو تیرا پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا

تھا اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا قصور پھر ان سب پر نبی کریم ؐ گواہی دیں گے کہ یا اللہ یہ سچے ہیں آپ یہ گواہی اس قرآن کی وجہ سے دیں گے جو آپؐ پر نازل ہوا اور جس میں گزشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کی سرگزشت بھی حسب ضرورت بیان کی گئی ہے۔ شہادت یقینی علم کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ مشاہداتی شہادت ہو مثلاً ہم سب گواہ ہیں کہ عیسیٰؑ مصلوب نہیں کیے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شبہ میں ڈال دیا اور عیسیٰؑ کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ کیا یہ ہماری مشاہداتی شہادت ہے؟ یا پھر کیا ہماری یہ شہادت غلط ہے یا پھر ہم سب شہادت دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد ؐ اللہ کے رسول ہیں اور قرآن اللہ کا کلام، یہ ایمان بالغیب کی شہادت ہے اور یہ یقینی علم قرآن کریم سے حاصل ہوا ہے اسی یقینی علم کی بنیاد پر خود امت محمدیہ کو بھی شہداء علی الناس تمام کائنات کے لوگوں پر گواہ کہا ہے اگر گواہی کیلئے زندہ اور حاضر و ناظر ہونا ضروری ہے تو پھر امت محمدیہ کے ہر فرد کے متعلق یہی عقیدہ تسلیم کرنا پڑے گا اور قادری صاحب کا یہ لکھنا کہ اعمال آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے شہید ہیں بڑی عجیب بات ہے حاضر و ناظر بھی مان لیا عالم الغیب کا بھی عقیدہ ہے اور پھر شہید بننے کیلئے آپ ان کے اعمال دیکھنے پر بھی مجبور ہیں۔

☆☆☆

اصحاب کہف کے واقعہ سے استدلال

قادری صاحب نے اس واقعہ پر بھی سرخی قائم کی ہے کہ ''اولیاء اللہ کی بعد از وفات زندگی'' اور پھر لکھتے ہیں ''اصحاب کہف کے حوالے سے قرآن مجید کہتا ہے کہ جب ان پر صدیوں کا عرصہ چند ساعتوں میں گزر گیا اور بیدار ہونے پر انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ ابھی کتنا عرصہ گزرا ہوگا تو ان میں سے ایک نے کہا یوماً او بعض یوم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ......

''یہ اہل اللہ وہ اہل مشاہدہ ہوتے ہیں کہ جن پر غاروں میں ہزاروں برس بھی بیت جائیں مگر ان کی جسمانی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی اسی طرح وہ اہل مشاہدہ جو قبروں میں برزخی زندگی گزار رہے ہیں، ہزاروں سال ان پر اسی طرح بیت جائیں گے جیسے دو لمحے ہوں یہ کوئی من گھڑت قصہ نہیں۔

قرآن حکیم کا بیان کردہ واقعہ ہے جس کی صداقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اولیاء کرام کا یہ عالم ہے کہ وصال کے بعد بھی مشاہدہ حق کی زندگی گزار رہے ہیں۔ پھر اس پیغمبر حق کا ذکر ہی کیا جو آئے ہی مردہ انسانوں میں زندگیاں بانٹنے کیلئے تھا اور جو آج تک زندگیاں بانٹ رہے ہیں''۔

(شان اولیاء، صفحہ 65-66)

قادری صاحب کا صریح دھوکہ

غور فرمایئے جس واقعہ کا حوالہ دے کر قادری صاحب نے یہ غلط استدلال قائم کرنا چاہا ہے اور دھوکہ اور علمی خیانت سے یہ ثبوت پیش کیا ہے، ان کی اس مکاری پر داد دینی چاہیے کہ جو واقعہ ان کے عقائد و نظریات کو جڑ سے اکھیڑ کے رکھ دیتا ہے۔ انہوں نے اسے ہی بطور دلیل پیش کیا حالانکہ قادری صاحب کو تسلیم ہے کہ انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ وہ کتنی دیر سوئے اور وہ سب مل کر بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ چند گھڑیاں ان بیچاروں کو یہ بھی علم نہ تھا کہ ہمارے پاس موجود سکے اب کھوٹے ہو چکے ہیں اور بازار میں نہیں چلتے۔ یہ سارا واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بعد مرنے یا سونے کے انہیں دنیاوی حالات و معاملات کا کوئی علم نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کی زندگی دنیاوی زندگی ہوتی ہے۔

قادری صاحب کی دوسری دلیل بھی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں

درج ذیل آیت کریمہ بھی حیات برزخی کو ثابت کرتی ہے۔

یثبت اللّٰہ الذین اٰمنو بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ

(ابراہیم 14-27)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ اس دنیا میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

(حیات النبی، صفحہ 40)

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں برزخی حیات سے انکار نہیں اور نہ ہی آپ کو حیات برزخی ثابت کرنا ہے۔ آپ کو یہ ثابت کرنا ہے برزخی زندگی اور دنیاوی زندگی میں کوئی فرق نہیں اور مردے دنیا میں آزادانہ آ جا سکتے ہیں، پکارنے والے کی سنتے اور اسے جواب دیتے، پکارنے والے کی مدد، اسباب کے تحت یا ماوراء اسباب کرنے پر قدرت رکھتے ہیں وغیرہ۔ لہٰذا مذکورہ آیات کو نقل کر کے اپنا موقف ثابت کرنا علمی خیانت ہے

☆☆☆

حدیث نبوی سے دلائل کا جائزہ

احادیث مبارکہ سے استدلال کے متعلق قادری صاحب کی ساری بحث عذاب قبر کے گرد گھومتی ہے۔ہم پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ عذاب قبر سے کسی کو انکار نہیں اس کی کیفیت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔قادری صاحب کو بذات خود تسلیم ہے۔

☆☆☆

عذاب وثواب کیلیے بدن کا سلامت رہنا ضروری نہیں:۔

عذاب وثواب کیلیے بدن کا سلامت رہنا ضروری نہیں خواہ جسم گل سڑ جائے۔آگ میں جل کر فنا ہو جائے سمندروں کی عمیق گہرائیوں میں غرق ہو جائے یا خونخوار درندے کے پیٹ میں چلا جائے،روح کا جسم کیساتھ تعلق ہونے کے سبب ان مذکورہ چیزوں کے باوجود اس پر عذاب وثواب کے اثرات ہوں گے''۔

(حیات النبی،صفحہ 25)

دیکھیے یہاں قادری صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ جسم فانی ہے،عذاب وثواب روح سے متعلق ہے اور روح ایک امر ربی ہے جس کی حقیقت اور زندگی کی کیفیت کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

☆☆☆

میت جنازہ اٹھتے وقت پکارتی ہے:۔

قادری صاحب صحیح بخاری کتاب الجنائز کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور جب آدمی اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ (میت) نیک ہو تو کہتی ہے مجھے جلدی لے جاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو وہ کہتی ہے ہائے افسوس!تم کہاں لے جا رہے ہو۔اس آواز کو انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

(حیات النبی،صفحہ 63)

غور فرمایئے کہ یہ حدیث قادری صاحب کے موقف کی تردید کرتی ہے کیونکہ میت کی آواز انسان نہیں سن سکتا ن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ یہ زندگی دنیاوی نہیں ورنہ دنیاوی زندگی میں انسان اس کی آواز سے بے ہوش نہیں ہوتا مگر قادری صاحب کی عیاری دیکھئے کہ جو ان کے موقف کے خلاف ہے اسے بطور دلیل پیش کر رہے ہیں۔

☆☆☆

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور عبادت کرتے ہیں:

یہ سرخی قائم کرنے کے بعد قادری صاحب خصائص الکبری کے حوالے سے بطور ثبوت نقل کرتے ہیں۔

الا نبیاء احیاء فی قبور هم یصلون ۰ (حیات النبیؐ صفحہ 131)

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں۔

جواب

قادری صاحب کا صریح نص قرآنی کے خلاف اور پھر حنفیہ کے اصول کے بھی خلاف ایسی من گھڑت روایتیں نقل کرنا علمی خیانتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مذکورہ روایت میں ایک راوی حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جس کو امام ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ تو ہلاک ہونے والا شخص ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے، ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے، ازدی کا قول ہے کہ واہی الحدیث ہے، عقیلی کا کہنا ہے کہ یہ کثیر الوہم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ج (۱) صفحہ 519 ،لسان المیزان جلد (۲) صفحہ 346)

علاوہ ازیں قادری صاحب نے اس سلسلے میں جتنی بھی روایتیں بیان کی ہیں سب من گھڑت ہیں۔ حافظ ابن قیم نے الصواعق المرسلہ میں اپنے قصیدہ نونیہ میں ان روایات کی کہانی بیان کی ہے

"وحدیث ذکر تهم بقبور هم لما یصح و ظاهر الذکران"۔

قبر میں انبیاء کی زندگی جس روایت میں مذکور ہے وہ صحیح نہیں اور اس کا منکر ہونا صاف ظاہر ہے۔

☆☆☆

قبروں سے پردہ:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

''میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تھی پردے کا اہتمام نہ کرتی تھی اور کہتی یہ میرے خاوند اور دوسرے میرے باپ ہیں اور جب حضرت عمر فاروقؓ مدفون ہوئے تو پھر میں اچھی طرح پردہ کئے بغیر نہ جاتی تھی حضرت عمرؓ سے حیاء کرتے ہوئے''۔

''اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا عقیدہ تھا کہ حضورؐ اور ابوبکر و عمر نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دیکھتے بھی ہیں''۔

(حیات النبی، صفحہ 163-164)

قادری صاحب کا اس روایت کو نقل کرنا بھی علمی خیانت ہے کیونکہ یہ روایت مشکوٰۃ باب زیارت القبور کی تیسری فصل میں درج ہے اور تیسری فصل میں جو حدیث ملی درج کر دی۔ صحیحین میں ایسی کوئی حدیث نہیں اس بات کی وضاحت کے بغیر یہ دلیل علمی خیانت کے سوا کچھ نہیں۔ اب اس روایت کی ہم حقیقت بیان کریں گے۔

(1)

اس روایت کی سند میں حماد بن اسامہ ہیں:۔

حماد بن اسامہ کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں دوسروں کی کتابوں سے روایت لیتا تھا، اس نے اپنی لکھی ہوئی کتابیں دفن کر دی تھیں۔ وکیع کہتے ہیں میں نے حماد بن اسامہ کو دوسروں کی کتابوں سے عاریتاً لینے سے منع کیا اس نے اپنی لکھی ہوئی کتابیں دفن کر دی تھیں اور راوی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد(۳))

ابن نمیر فرماتے ہیں کہ ابواسامہ نے جانتے بوجھتے عبدالرحمان بن یزید بن تمیم کو عبدالرحمٰن بن یزید بن

جابر کہا۔

(تہذیب التہذیب 2-295)

لہذا اس روایت کے مجروح اور من گھڑت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(2)

اور یہ روایت عقل وخرد کے بھی خلاف ہے۔ رسول اللہؐ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی قبور حضرت عائشہؓ کے حجرہ یا گھر میں ہی تو تھیں پھر حضرت عائشہؓ اپنے ہی گھر میں کہاں سے داخل ہوتی تھیں۔ آپ کا یہ گھر کوئی دو چار کنال کا بنگلہ تو نہ تھا کہ قبور کی طرف آئیں تو پردہ فرمالیں اور وہاں سے جانا ہو تو پردہ اٹھالیں۔ آپ کے اس گھر کے تقریباً تہائی حصہ میں یہ قبور تھیں باقی جگہ آپ کی رہائش گاہ تھی۔ قبور کے ساتھ بیرونی دیوار تھی جس میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ ایک عبداللہ بن عمرؓ ہی ایسے صحابی تھے جو کبھی کبھار حضرت عائشہؓ سے اذن لے کر گھر کے دروازے سے آتے اور تینوں قبروں کے پاس کھڑے ہو کر سلام کہتے تھے حضورؐ کی قبر مبارک کو اس طرح بند رکھنے کی وجہ آپ کا یہ فرمان تھا کہ "میری قبر کو زیارت گاہ نہ بنانا بلکہ دور نزدیک جہاں کہیں سے بھی تم مجھ پر سلام پڑھو گے وہ پہنچا دیا جاتا ہے"۔

اس صورت حال کو سامنے رکھ کر اندازہ کر لیجئے کہ حضرت عائشہؓ کب ایسا سخت پردہ کرتی ہوں گی اور کب اٹھاتی ہوں گی؟ ایسا سخت پردہ کرنے سے کیا یہی بہتر نہ تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کو اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت ہی نہ دیتیں؟

(3) گزشتہ صفحات میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت عائشہؓ تو سماع موتی کی بھی قائل نہ تھیں اب یہ بعد از مرگ حضرت عمرؓ کے انہیں دیکھنے کے متعلق سوچیں۔

(4) پھر یہ بات بھی ناقابل فہم ہے کہ اگر قبر پر منوں مٹی سے حضرت عمرؓ حضرت عائشہؓ کو دیکھ سکتے ہیں تو معمولی کپڑے کا حجاب "ایسی نظر" کیلئے روک کیونکر بن سکتا ہے؟ اسی لئے کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

☆☆☆

السلام علیک ایھا النبی سے قادری صاحب کا حیات نبی کی دلیل لانا:۔

''ابو معمر فرماتے ہیں مجھے ابن مسعودؓ نے تشہد سکھایا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے یہ تشہد ایسے سکھایا کہ جیسے آپؐ ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے (اور وہ تشہد ہے)

التحیات للہ و الصلوٰت و الطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ اللہ و بر کاتہ

مذکورہ حدیث میں جس تشہد کے پڑھنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے اس میں السلام علیک ایھا النبی کے الفاظ ہیں اور ان میں صیغہ خطاب ہے۔ ظاہر ہے کہ حضورؐ کے ظاہری دور رسالت سے لے کر قیامت تک یہی تشہد صیغہ خطاب سے پڑھا جاتا ہے۔ حضورؐ کی حیات کی دلیل ہے جیسا کہ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں

''یہ خطاب اور ندا ایسے وجود کیلئے درست ہے جو کہ سنتا ہو''۔

(حیات النبی صفحہ 151-152)

☆☆☆

تشہد اور صحابہ کرام کا عقیدہ:۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تک رسول اللہؐ ہمارے درمیان موجود رہے ہم السلام علیک ایھا النبی کہتے رہے۔ جب آپ فوت ہو گئے تو ہم نے خطاب کا صیغہ چھوڑ کر غائب کا صیغہ پڑھنا شروع کر دیا یعنی پھر ہم السلام علی النبی پڑھتے تھے''۔

(صحیح بخاری ، الا ستئذان ، باب الاخز بالیدین حدیث 6265)

تاہم بعد میں اسلام علیک ایھا النبی پڑھا جانے لگا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نبی اکرمؐ کو عالم الغیب یا حاضر ناضر نہ سمجھتے تھے ورنہ وہ علیک ایھا النبی کی جگہ علی النبی نہ پڑھتے۔ صحابہ کرام کی پیروی میں آج تک مسلمان انہی الفاظ میں تشہد پڑھتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ نبی اکرمؐ ہر نمازی کے پاس حاضر ناظر ہوتے ہیں بلکہ یہ اس لئے کہ یہ اتباع سنت کا تقاضا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا درود وسلام اپنے حبیب تک پہنچانے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔

(2) دوسرا یہ کہ جس طرح ہم اپنی خط وکتابت میں صیغہ خطاب کیساتھ ایک دوسرے کو سلام بھیجتے ہیں ۔اسی طرح ہمارا سلام بھی اللہ تعالیٰ ان تک پہنچا دیتے ہیں۔الغرض الفاظ تشھد علیک ایھا النبی سے شرکیہ عقیدہ کی قطعاً تائید نہیں ہوتی ہے۔البتہ علمی خیانتوں کا سہارا لے کر جو کچھ مرضی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

(3) تیسری خاص بات یہ سلام خطاب یا سلام تحیہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ایسے سلام کو حضور نے کبھی سنا اور نہ کبھی اس کا جواب دیا نہ نماز میں نماز کے بعد حتیٰ کہ جب صحابہ کرامؓ سیکھنے کی غرض سے اونچی آواز سے یہ سلام رسول اللہؐ کے سامنے پڑھتے یا السلام علیک ایھا النبی کہتے تھے تو حضور اس کا جواب نہ دیتے تھے۔

حضور اکرمؐ کی زندگی میں لاکھوں صحابہ کرام / تابعین کرام ہر وقت کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی نماز پڑھتا رہتا ہوگا اور السلام علیک ایھا النبی پڑھتا رہتا ہوگا۔اس طرح اگر ان کا جواب دینا ضروری ہوتا تو حضور اکرمؐ ۲۴ گھنٹے سلام کا جواب ہی دیتے رہتے اور دیگر کوئی کام نہ کرسکتے جبکہ ایسا نہیں ہوا یعنی نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کسی بھی صحابی کی نماز کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

☆☆☆

اصحاب پیغمبر کا عقیدہ:۔

انبیاء کے بعد سب سے افضل واعلیٰ شخصیت صدیق اکبرؓ کی ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی اکرمؐ کی وفات پر مختصر مگر انتہائی مدلل خطاب فرمایا جس سے نبی اکرمؐ کی وفات کا یقین ہوگیا۔اصحاب پیغمبر کی رو رو کر ہچکیاں بندھ گئیں۔صحیح بخاری میں روایت ہے فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے۔

اما بعد من کان منکم یعبد محمدًا فان محمد قدمات ومن کان منکم یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیی لا یموت قال اللّٰہ تعالیٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ؟ ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللّٰہ شیئا و سیجزی اللّٰہ الشکرین (آل عمران 144)

حضور کی زندگی میں لاکھوں صحابہ کرامؓ ہر وقت کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی صحابی، تابعی نماز پڑھتا رہتا ہوگا اور السلام علیک ایہا النبی کہتا رہتا ہوگا اس طرح اگر ان کا جواب دینا ضروری ہوتا تو حضور اکرم ﷺ ۲۴ گھنٹے سلام کا جواب ہی دیتے رہتے اور کوئی کام نہ کر سکتے تھے جبکہ ایسا نہیں ہوا یعنی نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کسی بھی صحابی کے نماز کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے عروۃ بن الزبیر نے کہا اور انہوں نے عائشہؓ سے سنا جو نبیؐ کی زوجہ محترمہ تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت ہوئی جب ابو بکرؓ السنح کے مقام پر تھے اسماعیل راوی کہتے ہیں یعنی عالیہ میں اس وقت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم نبیؐ کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم میرے ذہن میں یہی بات آئی اور عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پھر ضرور زندہ کرے گا اور آپ لوگوں کے (منافقوں کے جو خوشیاں منا رہے تھے) ہاتھ اور پیر ضرور کاٹ ڈالیں گے۔ پھر ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے نبیؐ سے چادر ہٹائی اور آپ کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان زندگی اور موت دونوں میں آپ پاکیزہ رہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا۔ پھر وہ باہر نکل گئے اور عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے اتنی تیزی نہ کر الزہری کہتے ہیں کہ ابو سلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جب ابو بکرؓ باہر نکلے اور عمرؓ لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے تو انہوں نے کہا عمرؓ بیٹھ جاؤ لیکن عمرؓ نہ بیٹھے۔ اب لوگوں نے ابو بکرؓ کی طرف توجہ کی اور عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد ابو بکر نے فرمایا کہ سن رکھو کہ تم میں سے جو محمدؐ کی بندگی کرتا تھا اسے معلوم ہو کہ محمد ﷺ تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی بندگی کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ اور قائم ہے اسے موت نہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی ''محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر گئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پیروں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کر رہے گا''۔

عبداللہ بن عباس نے کہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوگ اس آیت کے متعلق یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے نازل کر چکا ہے یہاں تک کہ ابو بکرؓ نے اس کی تلاوت فرمائی اور تب سارے لوگوں نے سن کر

اس کو سمجھ لیا اور میں ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سننے لگا۔ الزہری کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے مجھے بتلایا کہ عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم جس دم ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا میں گھٹنوں کے بل گر پڑا اور ایسا بے دم ہوا کہ میرے پاؤں مجھے سہارا نہ دے سکے یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک پڑا جس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ نبی اکرمؐ وفات پا چکے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد (۱) صفحہ 517)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام اس بات پر متفق ہو گئے کہ نبی اکرمؐ وفات پا چکے ہیں اور ہمیشہ قائم اور زندہ رہنا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو زیبا ہے۔

☆☆☆

قادری صاحب کی علمی خیانتیں:۔

بخاری شریف کی صحیح روایت کو چھوڑ کر قادری صاحب نے من گھڑت روایتیں اصحاب پیغمبرؐ سے منسوب کی ہیں مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ

(دیکھئے حیات النبی، صفحہ 171-178)

علاوہ ازیں قادری صاحب نے بہت سے علماء اور آئمہ وغیرہ کے اقوال سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نبیؐ آج بھی زندہ ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کا جواب دینا بھی ضروری نہیں جب قرآن و حدیث سے وضاحت ہو چکی تو پھر قرآن کے مقابلہ میں آئمہ دین کی کیا اہمیت رہی۔ اب ہم دو حدیثیں بیان کریں گے جس سے قادری صاحب کے موقف کی قلعی خوب اچھی طرح کھل جائے گی۔

☆☆☆

واقعہ معراج اور عقیدہ حیات النبی:۔

(۱) ترجمہ (نبی ﷺ فرماتے ہیں) میں نے کہا تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے اب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذاب تھا، جھوٹی باتیں بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اڑتے تھے یہاں

تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا (علماء سوء کیلئے لمحہ فکریہ ہے) تو اس کے ساتھ جو آپ نے دیکھا ہے قیامت تک ہوتا رہے گا اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جار ہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا اور یہ عمل قیامت تک اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ اور جن کو آپ نے سوراخ میں دیکھا تھا وہ زنا کار تھے اور جس کو آپ نے دریا میں دیکھا تھا وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے قریب تھے وہ ابراہیمؑ تھے اور بچے جو ان کے گرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے۔ اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سر اوپر اٹھائیے تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا ان دونوں نے کہا یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے (نبیؐ نے) نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہوں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے اگر آپ ان کو پورا کرلیں تو اپنے گھر میں آجائیں گے"۔

(صحیح بخاری جلد (۱)، صفحہ 185 مطبوعہ دہلی)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیؐ بعد وفات مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر عرش الٰہی سے نیچے سب سے بلند و بالا مقام ہے۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جنت میں سے نکل کر دنیا میں آنے کی کسی کو اجازت نہیں۔ مومنین کا تو دل نہ چاہے گا البتہ شہید کی تمنا ہوگی مگر اللہ فرمائے گا اب یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ میرے قانون کے خلاف ہے اور جو بدبخت ہیں وہ بھی نہیں آسکتے۔ لہذا قبر میں زندہ ہونا یا بعد موت دنیاوی زندگی محض من گھڑت مفروضے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں نبیؐ کو جنت میں زندہ ہونے کی بجائے جو لوگ مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ امام بخاری ایک اور صحیح حدیث متعدد مقامات پر اپنی کتاب صحیح بخاری میں لائے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد (۲)، صفحہ 939 مطبوعہ دہلی)

(۲) نبی ﷺ کی دعا اللھم الرفیق الاعلیٰ:

''سعید بن مسیّب اور عروہ بن الزبیر اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دیئے جانے کے بعد اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ کا سر میرے زانو پر تھا۔ آپ کو تھوڑی دیر کیلئے غش آ گیا پھر آپ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور فرمایا اللھم الرفیق الاعلیٰ پس میں نے کہا یہ کہنے کے بعد اب آپ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے میں نے جان لیا کہ جو بات آپ فرمایا کرتے تھے اس کے صحیح ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ اللھم الرفیق الاعلیٰ تھا''

آخر میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ عقیدہ حیات النبی ایمان کا جز یا حصہ نہیں کہ اس پر ایمان لائے بغیر ایمان کامل نہیں البتہ اس من گھڑت عقیدہ سے شرک اور بدعت کے باب کھل جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اس شرک کی وجہ سے اپنی ابدی زندگی کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔

☆☆☆

پختہ قبریں مزار اور عرس وغیرہ:۔

شرک کا دوسرا بنیادی پتھر مزار اور قبریں وغیرہ ہیں۔ غیر اللہ سے فریاد رسی نذر و نیاز اور توسل وغیرہ جیسے شرکیہ عقائد کا سبب پختہ قبریں اور مزار ہیں۔

دراصل بریلوی حضرات کے عقائد اکل و اشرب اور کسب معاش کے گرد گھومتے ہیں اور دولت کے حصول کیلئے اس مذہب کے رہنما سب کچھ کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے قادری صاحب جس مسلک کے پیروکار ہیں اس میں اکثر مسائل صرف اس لئے وضع کیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے سادہ لوح عوام کو اپنے جال میں پھنسا کر کھانے پینے کا سلسلہ جاری رہے۔ ان نام نہاد ''نابغہ عصر'' اور

''اعلحضرت'' ملاؤں نے نئے نئے مسائل وضع کر کے اور نئی نئی بدعتیں گھڑ کے دین کو ایسی نفع بخش تجارت بنالیا ہے جس میں راس المال کی بھی ضرورت نہیں۔ان حضرات نے پختہ قبریں اور مزارات کی تعمیر کو جزو ایمان بنالیا اور پھر خود ان کے دربان اور مجاور بن کر بیٹھ گئے اور نذر و نیاز کے نام پر جاہل لوگوں نے دولت کے انبار لگا دیئے۔انہوں نے اسے سیٹنا شروع کر دیا اور ان کا شمار بڑے بڑے جاگیرداروں میں ہونے لگا۔خود ہی سوچئے قادری صاحب جیسا مفلس وقلاش کہ جس کے مکان کا کرایہ بھی کوئی خدا ترس آدمی ادا کرتا تھا آج ارب پتی کیسے بن گیا؟ حالانکہ مزاروں میں اکثریت فرضی مزاروں کی ہے جن میں کوئی بھی دفن نہیں ہوتا غریبوں کا خون چوس کر بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز پر پلنے والے لوگ دین کے بیوپاری ہیں۔اس لئے کبھی نبیؐ کے میزبان ہونے کا دعوی کرتے اور کبھی مزاروں کو شعائر اللہ ہونے کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔

☆☆☆

مزار شعائر اللہ ہیں اور چادریں چڑھانا عمل صالح ہے:۔

(۱) قادری صاحب علمی خیانت کے مرتکب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''مزارات اولیاء اللہ پر اظہار تعظیم کیلئے چادر چڑھانا ایک عمل صالح ہے اس لئے کہ مزار شعائر اللہ ہیں''

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک،صفحہ 240)

(۲) اسی طبقہ فکر کے احمد یار لکھتے ہیں۔

''اولیا کی قبریں شعائر اللہ میں سے ہیں اور ان کی تعظیم کا حکم ہے''۔

(علم القرآن،صفحہ 36)

قبر کا طواف

(۳) اسی طبقہ فکر کے امجد علی لکھتے ہیں۔

''اگر برکت کیلئے قبر کے گرد طواف کیا جائے تو کوئی حرج نہیں''۔

(بہار شریعت از امجد علی جلد (۴) صفحہ 133)

اس کے برعکس قادری صاحب لکھتے ہیں۔

"کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی مقام کا یا قبر کا طواف تعظیمی منع ہے۔

(توحید اور تعظیم، صفحہ 268)

دونوں صاحب حنفی بریلوی ہیں ہر دو سے کون سچا ہے؟

مزاروں پر کی جانے والی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں:۔

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں۔

"علمائے ربانی روشن ضمیر اولیاء اکابرین امت نے مقبولان بارگاہ الٰہی کے مزارات کو انوار و تجلیات اور برکات کا حامل قرار دیا ہے جہاں پر کی جانے والی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں" مگر ان سب ضلالتوں کا کوئی ثبوت؟ البتہ حدیث مبارکہ میں ان سب خرافات سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث مبارکہ سے پختہ قبروں اور مزاروں کا رد:۔

(۱) عن جابر نهى رسول الله ﷺ يجصص القبر و ان يقعد عليه و ان يبنىٰ عليه

(صحیح مسلم کتاب الجنائز جلد (۲) باب 32 صفحہ 667 طبع بیروت رقم الحدیث 970)

(جامع ترمذی جلد (۱) صفحہ 170 کتاب الجنائز طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے قبروں کو پختہ کرنے ان کے اوپر بیٹھنے اور ان پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲) عن ابى الهياج الا سدى قال قال على بن ابى طالب الا ابعثک علىٰ ما بعثنى عليه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالاً الا طمسته و لا قبرًا مشرفاً الا سويته

(صحیح مسلم جلد (۲) صفحہ 666 رقم الحدیث 969 باب الامر بتسویۃ القبر طبع بیروت)

حضرت ابو ہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسے کام کیلئے مقرر نہ کروں جس کیلئے مجھے رسول اللہ ؐ نے مقرر فرمایا تھا وہ یہ کہ جو بھی تصویر ہو اسے مٹا ڈالو اور جو بھی قبر اونچی ہو اسے زمین کے برابر کر دو۔

(۳) اپنے آخری مرض میں نبی ﷺ نے فرمایا جس کے بعد آپ نے وفات پائی۔

لعن اللّٰہ الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد.

اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

دوسری روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

الا وان من کان قبلکم کانو ا یتخذون قبور انبیاء ھم وصالحیھم مساجد اا فلا تتخذو ا القبور مساجد انی انھاکم عن ذالک .

(صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ باب 3، صفحہ 378-376 طبع بیروت)

خبردار تم سے پہلے لوگوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک بندوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا یادرکھنا تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔

قبریں سجدہ گاہ اور عبادت گاہ اس وقت بنتی ہیں جب انہیں پختہ بنالیا جائے یا اس پر گنبد یعنی مزار وغیرہ بنا لئے جائیں اور انہیں مسجدوں کی شکل دی جائے۔ مزاروں پر یہ نظارہ آج بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ لوگ کیسے قبروں کے اوپر سجدہ کرتے ہیں اور پھر تعظیماً الٹے پاؤں واپس آتے ہیں کہ قبر کی طرف پیٹھ کرنا بھی قبر والے کی توہین سمجھتے ہیں۔ غور فرمایئے نبی ﷺ تو پختہ قبر اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرماتے ہیں اور قادری صاحب ان حدیثوں سے قطع نظر مزاروں کو شعائر اللہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

(4) عن ابی محمد الھذ لی عن علیؓ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ فی جنازۃ فقال ایکم ینطلق الی المدینۃ فلا یدع بھا وثناً الا کسرہ ولا قبرًا الا سواہ ولا صورۃً الا لطخھا فقال رجل انا رسول اللّٰہ فانطلق فھاب اھل المد ینۃ فرجع فقال علی انا انطلق یا رسول اللّٰہ قال فانطلق ثم رجع فقال یا رسول اللّٰہ لم اد ع بھا و ثناًالا کسر تہ ، ولا قبرًا الا سویتہ ولا صورۃً الا لطختھا ثم قال رسول اللّٰہ ﷺ من عاد لصنعۃ شئی من ھذا فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ

(الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی جلد (۸)، صفحہ 70-72 دارالحدیث قاہرہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازے میں شریک تھے آپ نے (اس موقع پر) فرمایا تم میں سے کون ہے جو مدینہ میں موجود ہر بت کو توڑ ڈالے، ہر قبر کو برابر کردے اور ہر تصویر کو مٹاڈالے ایک

شخص نے کہا اللہ کے رسولؐ میں اس کام کیلئے تیار ہوں چنانچہ وہ گیا لیکن اہل مدینہ سے ڈر کر واپس آ گیا۔ حضرت علیؓ نے پیش کش کی کہ اللہ کے رسول میں جا کر یہ کام کرتا ہوں چنانچہ وہ گئے واپس آ کر انہوں نے رپورٹ دی کہ میں نے ہر بت کو توڑ دیا ہر قبر کو زمین کے برابر کر دیا اور ہر تصویر کو مٹا ڈالا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آئندہ اس قسم کا کوئی کام کسی نے کیا تو اس نے یقیناً اس دین کا انکار کیا جو محمدؐ پر نازل ہوا۔

(5) نبیؐ نے اپنے صاجزادے ابراہیم کی قبر کچی اور ایک بالشت رکھی تھی۔

(6) نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک بھی زمین سے ایک بالشت اونچی اور کچی بنائی گئی۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد (۳) صفحہ 410 واحکام الجنائز للالبانی، صفحہ 209-153)

فقہ حنفی سے قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت:۔

(۱) امام ابوحنیفہ کے تلمیذ خاص قاضی ابو یوسف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

عن ابی حنیفة عن ابراهیم انه کان یکره ان یجعل علی القبر علامة وان یصنع علی اللحد آجز وان یجصص القبر

(کتاب لآثار، صفحہ 84)

امام ابوحنیفہ اپنے استاد امام ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ قبر پر کوئی علامت (نشانی) رکھی جائے یا قبر پر پختہ اینٹ استعمال کی جائے اور قبر کو پختہ کیا جائے۔

(۲) ہدایہ کا فتویٰ:۔

فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب ہدایہ میں لکھا ہے۔

ویکره الآجر والخشب لا نهما لا حکام البناء والقبر موضع البلیٰ ثم با لآجر اثر النار فیکره تفاؤلاً

(الہدایہ مع فتح القدیر جلد (۲) صفحہ 139 فصل فی الدفن طبع مصر 1970)

قبر کیلئے پختہ اینٹ اور لکڑی کا استعمال مکروہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں کسی عمارت کو پختہ بنانے کیلئے استعمال کی جاتی ہیں جبکہ قبر (پختگی کی بجائے) بوسیدگی کی جگہ ہے علاوہ ازیں پختہ اینٹ میں آگ کا اثر ہوتا ہے تو بطور تفاؤل بھی اس کا استعمال مکروہ (حرام) ہے۔

(ہدایہ اردو ترجمہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

(۳) اولیاء اللہ کی قبروں پر بلند مکان بنانا اور چراغ جلانا بدعت اور حرام ہے۔ مزید دیکھیے

(ہدایہ جلد (۴) صفحہ 315، درمختار ۲-242 مالابد صفحہ 78)

(۴) ''انبیاء و اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور طواف کرنا اور مراد ماننا اور نذریں چڑھانا حرام ہیں اور کفر ہیں''۔

(مالابد صفحہ 78)

(۵) ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص ولا بأس برش الماء علیه و یکره ان یبنی علی القبرا ویقعد و ینام علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط او یعلم بعلامة من کتابة ونحوه......ویکره عند القبر مالم یعهد من السنة و المعهود منها لیس الا زیارته و الدعاء عنده قائماً.

(فتاویٰ عالمگیری جلد (۱) صفحہ 166 طبع مصر کنز الدقاق جلد (۲) صفحہ 194)

قبر ایک بالشت اونچی کہان نما بنائی جائے چکور نہیں اسے پختہ نہ کیا جائے البتہ پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں اور مکروہ (حرام) ہے کہ قبر پر کوئی عمارت بنائی جائے اس پر بیٹھا یا سویا جائے اس کو روندا جائے یا وہاں بول و براز کیا جائے یا کتبہ وغیرہ لگا کر کوئی نشانی قائم کی جائے۔

عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ کا فتویٰ:۔

کسی قبر کی زیارت کے وقت قبر پر ہاتھ نہ رکھے نہ بوسہ دے یہ یہودیوں کا طریقہ ہے نہ قبر پر بیٹھے نہ اس سے ٹیک لگائے نہ قبر کو پاؤں سے ٹھوکر مارے.....قبر سے اتنے فاصلے پر اور ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں صاحب قبر کی زندگی میں کھڑا ہوتا تھا اور ویسا ہی اس کا احترام کرے جیسے اگر وہ زندہ ہوتا تو کرتا''۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ 105 مترجم شمس بریلوی مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

قبر کو ایک بالشت اونچا رکھا جائے اور مٹی پر پانی چھڑک دیا جائے مگر سنگریزے بھی رکھ دیئے جائے مٹی سے لیپ دینا بھی جائز ہے قبر پر چونے سے سفید کرنا مکروہ ہے۔ قبر کو ہان کی طرح بنانا مستحب ہے چپٹی قبر مسنون نہیں ہے''۔ (غنیۃ الطالبین مذکور صفحہ 561)

قبروں پر چڑھاوے کے سلسلے میں ہم گزشتہ صفحات میں نذر و نیاز کے باب میں مفصل بحث کر چکے ہیں اور مکھی والی مشہور حدیث بھی نقل کی جا چکی ہے۔

☆☆☆

عرس میلے وغیرہ کے سلسلے میں علمی خیانتیں:۔

عربی زبان میں عرس کا معنی ہوتا ہے "شادی کا جشن" ہمارے ہاں اردو میں بھی عروسی ملبوسات سے سب آگاہ ہیں اسی طرح حجلہ عروسی بھی جانی پہچانی چیز ہے۔شب زفاف کو شب عروسی بھی کہا جاتا ہے۔عرب لوگ شادی کی تقریبات کو عرس ہی کہتے ہیں۔کراچی شہر کو عروس البلاد یعنی شہروں کی دلہن کہا جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں اولیاء اللہ کے مزاروں پر دھوم دھڑ نگے اور خرافات کو عرس کیوں کہا جاتا ہے؟ عام لوگوں کی تاریخ وفات آنے پر لوگ غمگین ہو کر ان کی برسی مناتے ہیں اور اثنائے عشری قسم کے حضرات حضرت حسینؓ کی برسی پر اپنا سر پیٹتے ماتم کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔لیڈروں کی وفات پر پرچم سرنگوں رہتے ہیں تو پھر اولیاء کی برسی پر یہ خوشی ،مسرت ،راگ رنگ ،رقص و سرود،قوالیاں، چراغاں، میلے اور ہلہ گلہ پھر اس بازار کی پریاں بھی کثیر المقاصد دورے پر آتی ہیں مثلاً سجادہ نشینوں کی خدمت، مٹھی چاپی کرنے ، پیاسے زائرین کی پیاس بجھانے وغیرہ وغیرہ ۔لوگ جوق در جوق زرق و برق کپڑوں میں ملبوس کشاں کشاں ہنستے مسکراتے قہقہہ بازی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں غیر مسلم بھی شریک نظر آتے ہیں اور اس حد تک شریک ہوتے ہیں کہ اس بازار کی پریوں سے متعہ کا ثواب بھی لوٹ سکتے ہیں۔

دراصل یہ برسی کی تقریب ہوتی ہی نہیں بلکہ بزرگوں کے عرس کی سالگرہ ہوتی ہے۔عرس سے مراد سمجھی جاتی ہے کہ بزرگوں کے اللہ سے وصال یاب ہونے کا زریں موقعہ وصال نصیب ہوتا ہے شادی کے بعد اب یاروں کا عقیدہ ہے کہ بزرگ لوگ مرتے نہیں ان کا تو وصال ہوتا ہے اور وہ موقع عرس کہلاتا ہے۔ آخر یہ عرس اسلام میں کیسے آیا؟ درحقیقت بریلویت بہت سے مذاہب کے عقائد کا معجون مرکب ہے یہ عرس میلے وغیرہ بت پرستوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھ حضرات سے متاثر ان کی نقل کرتے ہوئے

منائے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں بھی بت پرست قوم ایسے ہی عرس وغیرہ کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ عیسائی حضرات مریم صدیقہ کا عرس مناتے ہیں اور ہر سال ہزاروں عیسائی دور دراز کے مقامات سے پیدل یا سائیکل پر سوار فاروق آباد (چوہڑکانہ) مریم صدیقہ کے فرضی مزار پر حاضری دیتے چادروں کے چڑھاوے چڑھاتے اور لنگر تقسیم کرتے ہیں۔ اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی عہد صحابہ و تابعین بلکہ اس کے کئی صدیاں بعد بھی اس کا مسلمانوں میں کوئی وجود نہ ملتا۔ صدیوں بعد جب اصل اسلام سے مسلمان نا آشنا ہوتے گئے یا پھر دوسرے مذاہب کے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور مشرک قوموں کے میل جول کے سبب ان کے اختلاط سے اسلام سے بے خبر مسلمانوں کے اندر کئی ایک مشرکانہ عقائد و عمل آ گئے۔

تاریخ کے مختلف ادوار یا عالم جہاں آباد کے مختلف اطراف میں شرک کی مختلف شکلیں اور تصورات رائج رہے ہیں۔ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت خاں صاحب نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے ایک نئے خرافاتی مذہب کو جنم دیا ورنہ اسلام میں ایسی خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مشرک قوم میں ایک تصور یہ رہا ہے کہ خالق کائنات اور مخلوق کے مابین محبت ہوتی ہے، اس تصور کے تحت کائنات کی مظہر دیویاں قرار پائیں اور مختلف دیویوں کو پہچانا جاتا رہا جیسے آج بھی ہندوستان میں درگا دیوی، پارتی دیوی، سرسوتی اور لکشمی دیوی وغیرہ کی پرستش ہوتی ہے۔ ایک تصور یہ رہا کہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان محبت کا تعلق ایسا ہے جیسے باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتا ہے اس تصور کے تحت خدا رسیدہ بزرگوں کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا گیا اور پھر انہیں خدائی اختیارات کا حامل باور کرایا گیا۔ ایک تیسرا تصور یہ رہا کہ اللہ اور انسانوں کے درمیان اس طرح کا رشتہ محبت ہے جس طرح دلہن یا دولہا یا میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے اس تصور کے تحت کنواری عورتوں کو عبادت گاہوں میں وقف کیا جانے لگا وہ ساری عمر شادی نہیں کراتی تھیں جس طرح ہندوؤں کے مندروں میں دیوداسیاں اور گرجوں میں عیسائی ننیں ہوتی ہیں۔ اس تجرد (کنوارپنے) نے انہیں بتدریج خدا کی محبوبائیں یا بیویاں بنا دیا اور یوں انہیں بھی خدائی تقدس اور الوہی صفات کا حامل سمجھا جانے لگا۔ یہی تیسرا تصور مسلمانوں میں آیا اور ملنگوں کا ایک طبقہ معرض وجود میں آ گیا جو عورتوں کی طرح رنگ برنگے کپڑے پہنتا ہے اور پیروں میں کڑے ہاتھوں میں چوڑیاں اور

عورتوں کی طرح ناچ گا کر یا پھر کبھی ناز نخرے دکھا کر اپنے میاں یعنی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو مناتا ہے جیسا کہ ملفوظات اعلحضرت میں ہمارے موقف کی تائید میں مولوی احمد رضا خاں کا ارشاد ہے۔

''سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی بھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمتہ اللہ علیہ مشہور مجازیب سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا زنانہ وضع رکھتے تھے۔ ایک بار قحط شدید پڑا، بادشاہ واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کیلئے گئے تو انکار فرماتے رہے کہ کیا میں دعا کے قابل ہوں؟ جب لوگوں کی التجاوزاری حد سے گزری تو ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ واپس لیجئے۔ یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اُمڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت میں جا رہے تھے۔ ادھر سے قاضی شہر کی جامع مسجد کو جاتے نظر آئے انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ زنانہ وضع مردوں کو حرام ہے۔ مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں، زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لئے خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور مجھے یہ بیوہ کئے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں''۔

(ملفوظات حصہ دوئم صفحہ 94 مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

اسی تصور نے مزید پھیلتے پھیلتے بزرگوں کیلئے یوم وفات کو یوم عرس یعنی شادی کا دن بنا دیا۔ اس لئے کہ ان کے بارے میں موت یا وفات کا لفظ استعمال کرنا ان کی توہین اور گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے یعنی ان کی وفات درحقیقت وصال ہے کہ یہ بزرگ پردہ فرما کر اپنے خواجہ (اللہ تعالیٰ) کی حرم سرا میں پہنچ گئے ہیں اس اعتبار سے یہ ان کی شادی کا دن ہے۔ اسی لئے بزرگوں کیلئے اس حلقے میں وفات کا لفظ نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے اور وفات کو ''وصال'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی وفات کے دن عرس (شادی) کے نام سے وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو عام طور پر شادی کے موقع پر کیا جاتا ہے مثلاً قبر کو غسل دیا جاتا ہے، ریشمی چادریں اس پر ڈالی جاتی ہیں حتیٰ کہ رسم مہندی بھی ادا کی جاتی ہے۔ اگر بتی، عطریات، خوشبو وغیرہ خوب چھڑکی جاتی ہے۔ ناچ گانا، قوالیاں خوب دھمالیں، ہلہ گلہ پھر تبرک کے نام پر لنگر اور شرینی وغیرہ

تقسیم کی جاتی ہے۔ چراغاں کا اہتمام اور سلامی کے طور نذرانے چڑھائے جاتے ہیں۔ مزاروں کے بوسے لئے جاتے ہیں۔ ہار پھولوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہ ہے عرس کی حقیقت جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ فاعاذنا اللہ منہ

☆☆☆

عرس کے اثبات میں طاہر القادری صاحب کے دلائل کا جائزہ:۔

عرس کے متعلق سب سے پہلے تو قادری صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں ''عرس'' ثابت کروں گا مگر یہ دعویٰ بھی عبث موصوف کی عادت ہے کہ وہ ہر بدعت حتیٰ کہ شرک کے متعلق بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں ثابت کروں گا جیسا کہ موصوف نے شرک و بدعت کی وکالت کرتے ہوئے اپنی کتاب ''وسیلہ'' اور ''عید میلا د النبی'' میں بھی یہی دعویٰ کیا مگر افسوس کہ یہ سب خالی دعوے ہیں۔ اسی طرح عرس کے اثبات میں بھی یہی دعویٰ کیا پھر قرآن کریم کی آیات میں خوب تاویلوں کا سہارا لیا مگر کچھ نہ بن سکا چونکہ ہمارا واسطہ قادریوں کے ساتھ ساتھ پادریوں سے بھی ہے۔ لہذا ہمیں فوراً قرآن کریم کی درج ذیل آیات یاد آ گئیں۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون

(البقرہ 79)

تو خرابی ہے ان کیلئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے سے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کیلئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کیلئے اس کمائی سے۔

بہر حال موصوف نے شرک و بدعت کی وکالت کرتے ہوئے عرس کے اثبات میں جو دلائل پیش کئے اس سلسلے میں ہمیں قادری صاحب کی کوئی کتاب یا رسالہ تو نہیں ملا البتہ ویڈیو سی ڈی میں محفوظ موصوف کی تقریر حسب ذیل ہے۔

(۱) یثبت اللہ الذین امنو بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ .

(ابراہیم-27)

''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے ثابت قدم رکھتا ہے''۔

حدیث شریف میں اس آیت کی تفسیر میں آتا ہے کہ قبر میں جب مومن آدمی سے نبی کریم ﷺ کی رسالت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو مومن کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق ملتی ہے کہ وہ آپ کی رسالت میں گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اس گواہی کے بعد اس کی قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے۔

نم کنو مۃ العروس لا یوقظہ الا احب اھلہ الیہ

''اس طرح سو جا جس طرح دلہن سوتی ہے جسے وہی جگاتا ہے جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے''

آپ کو معلوم ہے کہ پہلی رات کو دولہا دلہن سوتے نہیں ہیں اور جب مومن کو یہ کہا جا رہا ہے کہ دلہن کی طرح سو جا تو بس اولیاء اللہ بھی دلہن کی طرح سوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے جس طرح پہلی رات دولہا دلہن وصال کے شوق سے ساری رات جاگتے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ بھی ہمیشہ جاگتے رہتے ہیں۔ سنتے اور دیکھتے ہیں اور لفظ العروس سے عرس ثابت ہوا۔

اولیاء اللہ جن کا لوگ عرس مناتے ہیں قیامت والے دن اپنے مریدوں کی شفاعت فرمائیں گے۔

لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدًا

(مریم-87)

قیامت کے دن شفاعت کے مالک وہی ہوں گے جن سے اللہ نے عہد کیا ہے۔

قادری صاحب کے استدلات کا جائزہ

جواب: قادری صاحب کے مذکورہ دلائل میں عرس کے ثبوت میں نہ تو کوئی قرآن کریم سے حکم ہے کہ عرس مناؤ نہ حدیث مبارکہ سے ان کے موقف کی تائید ہوتی ہے اور مذکورہ آیات و حدیث سے عرس کا کوئی تعلق ہی نہیں اسے کہتے ہیں ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

یہ سب وکیل شرک اور دشمن صداقت کی جعل سازی اور دھوکہ دہی ہے۔
(ا) سب سے پہلے تو یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ عرس ہر مومن و مسلمان کا منانا چاہیے یا صرف اولیاء اللہ کا؟ اگر صرف اولیاء اللہ کا عرس منانا ضروری ہے تو استدلال جس حدیث سے کیا گیا ہے وہ تو بلا تفریق ہر مومن کے بارے میں ہے صرف اولیاء اللہ کیلئے مخصوص نہیں۔ اگر اس حدیث سے استدلال صحیح ہے اور اس سے فی الواقع "عرس" کا اثبات ہوتا ہے تو پھر ہر مسلمان کا یوم وفات یوم وصال ہے اور ہر مسلمان کا عرس منانا چاہیے کیونکہ دشمن حق کی پیش کردہ دلیل میں ہر مسلمان کو اس کی قبر میں پیش آنے والے حالات کی بابت خبر دی گئی ہے اور پھر ہر مومن سے کہا جائے گا کہ دلہن کی طرح سو جا۔

☆☆☆

دلہن کی طرح سو جا کے الفاظ سے عرس کا اثبات:

نم کنومة العروس "دلہن کی طرح سو جا" سے یہ استدلال کہ اولیاء دولہا دلہن کی طرح جاگتے ہیں اس لئے ان کا یوم وفات عرس (شادی) کا دن ہے۔ اول تو یہ تصور ہی غلط ہے کہ پہلی رات کو دولہا دلہن سوتے ہی نہیں ساری دنیا جانتی ہے کہ وصل و طرب کے چند لمحات گزار کر سو جاتے ہیں اور باقی ساری رات سو کر ہی گزارتے ہیں۔ طب کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ بعد وصل و طرب اعضاء جسمانی تھکاوٹ اور یبوست کے سبب مضمحل ہوتے ہیں لہذا انتہائی گہری نیند ہوتی ہے۔ اس لئے پہلی بنیاد ہی غلط ہے دوسرا اس تمثیل کے خاص اولیاء اللہ کے متعلق کہنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ تمام مومنین کے متعلق ہے اور تیسرا یہ کہ اس تمثیل کو من گھڑت عرس کی اصطلاح اور وصل وغیرہ کے اوپر فٹ کرنا انتہائی بددیانتی اور اولیاء اللہ پر الزام اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہتان عظیم ہے۔ لہذا ہم کہیں گے ما قدر اللہ حق قدرہ۔
اس لئے قادری صاحب کا یہ سارا استدلال فاسد علی الفاسد کی مثال ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اولیاء اللہ کا یوم وفات ان کا یوم عرس (شادی کا دن) ہے یہ کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے؟ مذکورہ حدیث میں تو ایسے کوئی الفاظ ہی نہیں جن کا یہ مفہوم مراد لیا جا سکتا ہو تیسرا یہ کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ بزرگوں کا یوم وفات شادی کا دن ہے تو یہ شادی کس کے ساتھ ہوتی ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ چوتھا یہ کہ اولیاء اللہ کی

زندگی میں ان کی دنیاوی شادی کی سالگرہ منائی جاتی ہے؟ جب دنیا میں ان کی حقیقی شادی کی خوشی میں سالانہ خوشی (عرس) کا اہتمام نہیں کیا جاتا تو قبر کی اس شادی (جس کی حقیقت کا کسی کو علم بھی نہیں) کو ہر سال منانے کا اہتمام کرنے میں کیا تک ہے؟ اور اس میں کون سی معقولیت ہے۔ طاہر القادری صاحب کے مذکورہ استدلات سے عرس کا اثبات تو ممکن نہیں البتہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ جب مومن صحیح جواب دے کر فارغ ہو جاتا ہے تو پھر اس کو قیامت تک کیلئے آرام اور سکون کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

نم کنومة العروس لا یوقظة الا احب اهله الیه حتیٰ یبعثه الله من مضجعه ذالک

(جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

دوسرا یہ ثابت ہوتا ہے کہ طاہر القادری صاحب سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔

"دلہن کی طرح سو جا جسے صرف وہی اٹھاتا ہے جو اہل خانہ میں سے اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے تا آنکہ اس کو اللہ تعالیٰ اس آرام گاہ سے (قیامت والے دن) اٹھائے گا"۔

اس حدیث سے تو قادری صاحب کے مبینہ عقیدہ کے تار و پود بکھر جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ مومن زندہ کیا جاتا ہے اور سوال و جواب کے بعد پھر قیامت تک کیلئے اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور پھر وہ قیامت تک کیلئے دوبارہ نہ اٹھے گا۔ قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ ہی اٹھائے گا مگر دشمن صداقت کی عیاری دیکھئے کہ حدیث کا صرف ایک جملہ نقل کر کے اور پھر من چاہی تشریح سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ مومن قبر میں زندہ، سنتا اور سمجھتا بھی ہے اس لئے ان کا عرس مناؤ، ان کا وسیلہ پکڑو، چڑھاوے چڑھاؤ، نذر و نیاز دو، اپنی مناجات ان کے سامنے پیش کرو، ان سے مدد مانگو جو چاہے سو کرو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اختیارات انہیں سونپ دو۔ حالی مرحوم نے خوب نبض شناسی کی اور فرمایا۔

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی اکرمؐ نے فرمایا

لا تجعلو اقبری عیدًا

میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔

گزشتہ صفحات میں ایک حدیث ہم مفصل نقل کر چکے ہیں کہ ایک جگہ پر نذر مانی گئی۔ نبیؐ نے سوال کیا۔

فھل کان فیھا عیدًا من اعیادھم ؟

کیا وہاں مشرکین کا میلہ لگتا تھا؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں ''عید اس اجتماع یا میلے کو کہتے ہیں جو بار بار آئے یا بار بار منعقد کیا جائے چاہے اس اجتماع کا انعقاد سالانہ، ماہانہ ہفتہ وار ہو۔ عید سے اہل جاہلیت کا مخصوص اجتماع یعنی میلہ بھی مراد ہے۔ لفظ عید کئی ایک معنی کا متضمن ہے۔ بار بار آنا جیسے عید الفطر اور یوم الجمعہ مطلق اجتماع وہ عبادات یا رسومات جو بار بار انجام دی جائیں (اسی لئے جمعہ کے اجتماع کو عید بھی کہا جاتا ہے)
مطلق خوشی، میلہ وغیرہ کا اجتماع مذکورہ بالا تمام امور پر لفظ عید کا اطلاق ہوتا ہے حدیث میں ہے۔

ان ھذا یوم قد جعل اللّٰہ للمسلین عیدًا

یوم جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے عید کا دن بنایا ہے۔

''عبادت و رسوم کے اجتماع پر عید کے اطلاق کی مثال حضرت ابن عباسؓ کا قول **شھدت العید مع رسول اللّٰہ** ﷺ میں عید کی نماز کیلئے رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہوا''۔

مکان قبر اور جگہ کو عید کہنے کی مثال **لا تتخذو ا قبری عیدًا** میری قبر کو عید (میلے) کی جگہ نہ بنانا۔ بعض اوقات دن اور اس سے متعلقہ عمل دونوں کو عید کہتے ہیں جیسے رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا۔

دعھمایا ابا بکر فان لکل قوم عیدًا

اے ابوبکر ان سے کچھ نہ کہو ہر قوم کیلئے کوئی نہ کوئی عید کا دن ہوتا ہے۔

اس بحث سے بخوبی ثابت ہوا کہ لفظ عید کا اطلاق مروجہ میلہ پر بھی ہوتا ہے اور نبیؐ نے سختی سے منع فرمایا ہے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔

دوسری وجہ:۔

نبی اکرم ﷺ کا ہر فعل امت کیلئے نمونہ ہے اور قول وعمل کی اطاعت لازم ہے لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے کبھی کسی قبر پر میلہ لگوایا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس فعل سے سختی سے منع فرمایا۔ اب اگر کوئی عرس میلہ وغیرہ کا انعقاد کرتا ہے تو اس نے نہ صرف رسول اللہؐ کے حکم کی نافرمانی کی بلکہ دین میں ایک نیا کام کیا اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کا راستہ ہے۔

تیسری وجہ:۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا **من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهورد**

(مسند احمد 6-46)

اور دوسرے مقام پر فرمایا

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهورد (بخاری کتاب الصلح)

اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے۔

چوتھی وجہ:۔

قبروں کو عبادت گاہ بنانا، میلے وغیرہ لگانا، یہود ونصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ کا کام ہے۔ آپؐ نے یہود ونصاریٰ کے اس مشرکانہ عمل پر لعنت فرمائی جس سے مقصد اپنی امت کو اس عمل سے بچانا تھا فرمایا حضور صادق المصدوقؐ نے

لعن الله اليهود والنصٰرى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد

(صحیح مسلم 1-201)

اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو میلہ گاہ بنالیا۔

قبروں پر میلے وغیرہ لگانا، عمارتیں بنانا، چڑھاوے چڑھانا مشرکین کا فعل ہے اس لئے نبیؐ نے فرمایا تھا۔

لتتبعن سنن من كان قبلكم

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن نبی اسرائیل 3456)

تم گزشتہ قوموں کے طریقوں کی اتباع ضرور کرو گے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ عیسائی حضرات ہر سال حضرت مریم صدیقہ کے فرضی مزار پر میلہ کا انعقاد کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے میلوں سے بھی کوئی ناواقف نہیں سکھ حضرات بھی ہر سال اپنے بزرگوں کا عرس منانے کیلئے بیساکھی کا میلہ منعقد کرتے ہیں اور اس میلہ میں شرکت کیلئے دنیا بھر سے سکھ حضرات پاکستان کا سفر کرتے ہیں۔

پانچویں وجہ:

فقہ حنفی کی صراحت:

(۱) ''سنت سے قبر کی زیارت اور صاحب قبر کیلئے دعا کے علاوہ کچھ ثابت نہیں''۔

(فتاویٰ عالمگیری 1-264 اردو ترجمہ)

(۲) انبیاء و اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور طواف کرنا اور مراد ماننا اور نذریں چڑھانا حرام اور کفر ہیں۔

(مالابد صفحہ 82)

(۳) اولیاءاللہ کی قبر پر بلند مکان (مزار) بنانا، چراغ جلانا اور نذریں چڑھانا حرام اور کفر ہیں۔

(اردو ترجمہ ہدایہ 4-315 درمختار 4-242 مالابد 78)

میلہ عموماً صاحب مزار کا لگتا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ میلہ پر عموماً صاحب مزار کی قبر چراغ جلائے جاتے ہیں، نذریں مانی جاتی اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں یہ سب شرکیہ افعال ہیں۔ علاوہ ازیں ناچ گانا بھنگڑا شرک سے لبریز قوالیاں گائی جاتی ہیں۔ لہذا قرآن و سنت حتیٰ کہ فقہ حنفی کے نزدیک بھی یہ شرکیہ افعال ہیں جن کی دین میں کوئی اصلیت نہیں۔

☆☆☆

مسئلہ علم الغیب کے سلسلے میں علمی خیانتیں:۔

توحید کے مقابلہ میں جو بھی عقیدہ شرک کی تائید میں گھڑا جائے اس عقیدہ کا وہی حال ہوتا ہے جو عقیدہ تثلیث کے ماننے والوں کی تثلیث کا حال ہے یعنی نہ تو وہ خود سمجھ سکتے ہیں نہ ہی کسی کو سمجھا سکتے ہیں یہی

حال مخلوق کے بارے میں عقیدہ علم الغیب رکھنے والوں کا ہے یقین نہ آئے تو قادری صاحب کی ضخیم تالیف "عقیدہ علم الغیب" کا مطالعہ فرمایئے۔ ہم قادری صاحب کی مذکورہ کتاب سے چند اقتباس نقل کرتے ہیں اور فیصلہ خدا کا خوف رکھنے والوں پر چھوڑتے ہیں۔

(۱) قادری صاحب لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جو علم عطا فرمایا ہے وہ ساری کائنات پر حاوی ہے ساری کائنات کے عالموں اور عارفوں کا علم مل کر مدینۃ العلم ﷺ کے علم بحر بے کنار کے ایک قطرے کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر حضورؐ کے علم کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کرنا چاہیں تو یہ بڑی نادانی ہے کیونکہ مخلوق کے علم کا مقابلہ خالق کے علم سے نہیں ہو سکتا اگر اللہ تعالیٰ کے علم کو بلا تشبیہ و بلا مثال ایک لاکھ سمندر کی طرح قرار دیں تو حضورؐ کے علم کو جو ساری کائنات پر حاوی ہے وہ نسبت بھی حاصل نہیں جو ان کے مقابلے میں ایک قطرے کے کروڑویں حصے کو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی جملہ حدود سے ماوراء ہے جبکہ حضورؐ کا علم متناہی اور محدود ہے اور اس متناہی اور محدود کی حد کہاں تک پہنچتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

(عقیدہ علم الغیب، صفحہ 178-179)

☆☆☆

(۲) انبیاء عالم الغیب نہیں مطلع علی الغیب ہیں:۔

قادری صاحب اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتے ہیں

"........ان آیت کریمہ سے انبیاء علیہم السلام کیلئے اطلاع علی الغیب عقیدہ ثابت ہے اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پسندیدہ اور مجتبیٰ اور مصطفےٰ رسول ہیں۔ اس لئے یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ مطلع علی الغیب ہونے میں تمام انبیاء سے افضل ہیں"۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک صفحہ 152، کتاب التوحید 1-274، عقیدہ علم الغیب صفحہ 321)

☆☆☆

(۳) انبیاء کا علم عطائی ہے ذاتی نہیں:۔

’’انبیاء کرام علیہ السلام کا علم بھی عطائی ہے کہ انہیں یہ علم بذریعہ وحی بارگاہ خداوندی سے عطا کیا جاتا ہے‘‘

(عقیدہ علم الغیب صفحہ 168)

☆☆☆

(۴) انبیاء کو عالم الغیب ثابت کرنا درست نہیں:۔

’’علم غیب انبیاءؑ اور مقربین کیلئے تسلیم کرنا ضروری ہے مگر علم غیب ثابت کر کے اس کی بنیاد پر کسی کو عالم الغیب کہنا درست نہیں کیونکہ عالم الغیب کی شان فقط اللہ کی ہے‘‘۔

(عقیدہ علم الغیب صفحہ 168)

☆☆☆

علم ذاتی مخلوق کیلئے ثابت کرنا کفر ہے:۔

’’جس طرح علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح علم عطائی مخلوق کیلئے خاص ہے۔علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے ثابت کرنا کفر ہے خواہ وہ ذرہ برابر علم ہی کیوں نہ ہو‘‘۔

(عقیدہ علم الغیب صفحہ 168)

☆☆☆

علم غیب نبی کا معجزہ ہے:۔

’’صحیح عقیدہ یہی ہے کہ علم غیب نبیؐ کا معجزہ اور اس کی نبوت کی بین دلیل ہے‘‘۔

(عقیدہ علم الغیب صفحہ 31)

مذکورہ حوالے ہم نے قادری صاحب کی کتابوں سے نقل کیے ہیں انہیں بار بار پڑھیے اور پھر خدارا انصاف فرمایئے۔قادری صاحب کے اپنے ہی بیانات سے معلوم ہوا کہ نبیؐ

(i) عالم الغیب نہیں مطلع علی الغیب ہیں یعنی آپ کو غیب کی اطلاع دی جاتی تھی بذریعہ وحی۔

(ii) علم غیب بذریعہ وحی بارگاہ خداوندی سے عطا کیا جاتا ہے۔

(iii) کسی کو عالم الغیب کہنا درست نہیں کیونکہ یہ شان فقط اللہ تعالیٰ کی ہے۔

(iv) غیب کا علم معلوم ہونا نبی کا معجزہ ہے۔

توجہ طلب:۔

(۱) جو علم عطائی ہو یا بذریعہ وحی جس کی اطلاع کی جائے وہ علم غیب، غیب نہیں رہتا اسے اطلاع غیب، اخبار غیب، اظہار غیب وغیرہ کہا جا سکتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عالم الغیب ہے شرک ہوا۔ یہ خود قادری صاحب کو بھی تسلیم ہے۔

(۲) علم غیب کی خبر بذریعہ وحی انبیاء تک پہنچائی جاتی ہے۔ یہ قادری صاحب کا اپنا بیان ہے لہذا جب نبی اکرمؐ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو وحی کا آنا بند ہو گیا۔ لہذا انبیاء کے علاوہ یہ عقیدہ کہ اسے غیب کی خبریں دی جاتی ہیں قادیانیت کی ہمنوائی ہے اسلام نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام، اولیاء اللہ وغیرہ کے پاس غیب کی خبر بھی نہیں ہوتی کیونکہ یہ وحی کے ساتھ مخصوص ہے۔ (البتہ اللہ تعالیٰ مومن کو بذریعہ خواب کسی بات کی خبر دے دے تو یہ الگ بات ہے اسے علم غیب کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا)

قادری صاحب کے مذکورہ بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسولٍ

وہ (اللہ) ہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کو آگاہ نہیں کرتا سوائے ایسے رسول کے جسے وہ (کوئی غیب کی بات بتلانا) پسند فرمائے۔

☆☆☆

قادری صاحب کی جہالت یا علمی خیانت:۔

قادری صاحب صریح دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" بعض اہل علم کو اس مقام پر مغالطہ ہوا ہے کہ جو علم دے دیا جائے وہ علم عطائی غیب نہیں رہتا یہ تصور اس لئے غلط ہے کہ قرآن مجید کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جب حضورؐ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کی خبر دی تو اس باب میں ارشاد فرمایا۔

ذالک من انباء الغیب نو حیه الیک

(یوسف 12-102)

اے حبیب مکرم یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ کی طرف وحی فرمارہے ہیں۔
سو معلوم ہوا کہ علم غیب وحی کے ذریعے عطا ہونے کے بعد بھی قرآن کی اصطلاح میں غیب ہی کہلاتا ہے"

(عقیدہ علم غیب صفحہ 71)

غور فرمایئے خود موصوف کے ترجمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے یعنی آپ نہ جانتے تھے اور اس کی بذریعہ وحی آپ کو خبر دی جارہی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ عالم الغیب نہیں بلکہ بعض غیب کی خبریں بذریعہ وحی آپ تک پہنچائی جاتی ہیں مثلاً آدمؑ کا قصہ، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ وغیرہ سب واقعات غیب کی خبریں ہیں۔ لہذا آپ عالم الغیب نہیں اور نہ ہی آپ کوئی غیب کی باتیں ازخود جان سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی طرف غیب کی اطلاع بھیجتا ہے لہذا یہ اخبار غیب، اظہار غیب اطلاع غیب ہے نہ کہ علم غیب۔

دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے

☆☆☆

عقیدہ علم غیب میں قادری صاحب کے تضادات:۔

قادری صاحب کے مذکورہ بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم الغیب ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے البتہ اپنے غیب کی بعض باتیں اپنے انبیاء پر بذریعہ وحی ظاہر فرماتا ہے۔ اب قادری صاحب کی چند اور باتیں ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے قادری صاحب اپنے مذکورہ بیانات کے برعکس کیا لکھتے ہیں۔

(۱) حضورؐ کو غیب کا حصہ کامل عطا کیا گیا۔

(کتاب التوحید صفحہ 1-301)

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کا علم عطا کر دیا جو آپ بالذات نہیں جانتے تھے۔ آپؐ اس صفت علم سے متصف ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک اور مابعد ما کان و ما یکون کا علم نوع انسانی کو

منتقل کردیا۔

(کتاب التوحید 1-302)

قادری صاحب کے اس اپنے ہی بیان سے ثابت ہوا کہ تمام مسلمان جن تک یہ علم منتقل ہوا یا آئندہ ہوتا رہے گا وہ سب بھی عالم الغیب ٹھہرے۔

(۳) احادیث مبارک سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضور اکرم کو علم الغیب عطا فرمایا تھا

(کتاب التوحید 1-301)

حالانکہ موصوف اپنے دعویٰ کے مطابق ایک بھی صحیح حدیث نقل نہ کر سکے جس میں نبیؐ نے فرمایا ہو کر اللہ تعالیٰ نے مجھے علم غیب عطا کر دیا ہے۔

(۴) آپ کو لوگوں کے قلبی احوال و کیفیات اور اسرار و مخفیات سے آگاہ کر دیا۔

(عقیدہ علم الغیب صفحہ 329)

(۵) آپؐ کو ما کان و ما یکون کا وہ علم بھی عطا کر دیا گیا جو اس سے قبل آپ پر ظاہر نہ تھا۔

(عقیدہ علم الغیب صفحہ 329)

(۶) ونز لنا الیک الکتاب تبیانا لکل شئی

(النحل 16-79)

اے محبوب ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر شئے کا تفصیلی بیان کرنے والی ہے۔

شـــئی کے لفظ کا اطلاق کائنات کے ہر وجود پر ہوتا ہے خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی۔ جو چیز بھی رب ذوالجلال کی تخلیق ہے شئی کہلاتی ہے ہر شئے کا تفصیلی بیان قرآن کے دامن میں ہے........

ما فرطنا فی الکتاب من شئی

(الانعام 6-38)

اے رسول ہم نے اپنی تخلیق کردہ کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کی تفصیل قرآن میں نہ ہو۔

چونکہ ازل سے ابد تک جملہ حقائق اور وما کان وما یکون کے جمیع علوم قرآن مجید میں موجود ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ جب ہر چیز کا علم قرآن کریم میں ہے تو نبیؐ سے بڑھ کر قرآن کا علم کس کو ہوسکتا ہے۔ لہذا آپ ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔ قادری صاحب نے یہ ہتھیار منکرین حدیث سے لیا ہے۔ جیسا ان کا استدلال ہے ویسا قادری صاحب کا بھی۔

(۷) اپنی کتاب کے پانچویں باب میں موصوف عنوان قائم کرتے ہیں۔

''حضورؐ کے علم غیب کا حدیث سے استدلال'' مگر افسوس کہ موصوف ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے کہ نبیؐ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم غیب عطا کر دیا ہے یا غیب کی کنجیاں میرے پاس ہیں یا پھر میں عالم الغیب ہوں۔

(۸) موصوف لکھتے ہیں کہ علم غیب نبی کا معجزہ ہے اور پھر لکھتے ہیں کہ ''بعض نے کہا انبیاء اور اولیائے کرام کے ہاتھوں معجزات و کرامات اور تصرفات کا صدور اسی وقت ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے جب کبھی کوئی نیا موقع آتا ہے تو اذن کا اجراء ہوتا ہے اور جب دوبارہ موقع آتا ہے تو پھر نئے سرے سے اذن جاری ہوتا ہے مگر یہ موقف کتاب و سنت اور جمہور اہل اسلام کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک صفحہ 167)

مگر افسوس کے قادری صاحب کا یہ دعویٰ بھی خالی دعویٰ ہی ہے۔ اس سلسلے میں وہ نہ تو قرآن کریم سے کوئی ثبوت پیش کر سکے اور نہ حدیث سے۔ قادری صاحب کے پہلے بیانات آپ پڑھ چکے اور یہ ایک بڑی علمی خیانت ہے جس میں آٹھ جز ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قادری صاحب قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے اپنا موقف ثابت کرتے مگر قادری صاحب نے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کو بالکل نظر انداز کر دیا جن میں مخلوق کے علم غیب کی صریح نفی ہے اور مذکورہ تاویلوں کے سہارے اپنے موقف کو ثابت کرنا چاہا حالانکہ ایک معمولی سوجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

''حضورؐ کے علم غیب کا قرآن سے استدلال'' قادری صاحب یہ سرخی دینے کے بعد صریح دھوکہ سے کام لیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو مخلوق کے علم غیب کی نفی پر ہیں انہیں بھی تاویلوں کے سہارے اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور غیب کی خبروں کے حوالے سے عالم الغیب ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں۔ (عقیدہ علم غیب صفحہ 319-331)

''عقیدہ علم غیب'' کے پانچویں باب میں موصوف یہ عنوان قائم کرتے ہیں۔
''حضورؐ کے علم غیب کا احادیث سے استدلال'' اور پھر یہ سرخی قائم کرنے کے بعد سادہ دل لوگوں کو اس طرح دھوکہ دیتے ہیں کہ جن احادیث کا تعلق قرب قیامت کی علامات سے ہے وہ پیشگوئیاں نقل کر کے موصوف اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ دین کے معاملات سب کے سب اللہ تعالیٰ نے آپ تک بذریعہ وحی خفی یا جلی پہنچا دیئے۔لہذا اس اطلاع غیب کو علم غیب پر استدلال نہ صرف جہالت ہے بلکہ قرآن وحدیث کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔اب ہم حقائق پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ علم الغیب میں قادری صاحب کی علمی خیانتوں کے ڈھول کا پول اچھی طرح کھل کر واضح ہو جائے۔

☆☆☆

قرآن کریم سے مخلوق کے علم غیب کی نفی:۔

(۱) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ قل ھل یستوی الا عمیٰ و البصیر افلا تتفکرون

(الانعام 6-50)

آپ فرما دیجئے میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غائب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں پیروی کرتا ہوں اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے آپ ان سے پوچھئے کیا نابینا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر تم لوگ کیوں نہیں سوچتے؟
قادری صاحب اس کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے محبوب آپ کہہ دیجئے کہ میں غیب نہیں جانتا''۔لہذا امت کو یہ کہنے کا حق نہیں اب ان سے کون پوچھے کہ اللہ نے تو قرآن کریم میں بار بار قل کہہ کر نبیؐ کو مخاطب فرمایا ہے مثلاً قل ھو اللہ احد اب کیا کہا جائے گا کہ اے محبوب صرف آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے اور کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں؟
ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کی ذاتی حیثیت بیان فرمائی اور ساتھ صادق القول رسول کو حکم دیا ہے

کہ آپ خود بھی فرمادیجئے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں میں کوئی نوری فرشتہ نہیں۔ میں تو ایک انسان ہوں البتہ اللہ نے مجھے رسول خاتم بنا کر بھیجا ہے اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔

(۲) وعنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو و یعلم ما فی البر و البحر وما تسقط من ورقة الا یعلمها ولا حبة فی الظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

(انعام-59)

''اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو واضح طور پر لکھی ہوئی نہ ہو''۔

(۳) قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰه وما یشعرون ایان یبعثون

(النحل-65)

''آپ فرمادیں اللہ کے سوا آسمان وزمین میں جو کوئی بھی ہے غیب نہیں جانتا بلکہ یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے''۔

(۴) ان اللّٰه عنده علم الساعة وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللّٰه علیم خبیر

(لقمان-34)

''بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی مینہ برساتا ہے وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا یاد رکھو اللہ خوب جاننے والا ہے اور بڑا خبردار ہے''

(۵) ومن اضل ممن یدعوا من دون اللّٰه من لا یستجیب له الٰی یوم القیامة وهم عن دعائهم غافلون

(الاحقاف-5)

اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا؟ جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکار رہا ہے جو قیامت تک بھی اس کی بات کا جواب نہ دے سکیں گے بلکہ وہ تو اس کی پکار سے ہی بے خبر ہیں۔

(۶) ''ہم نے کچھ پیغمبروں کا حال تجھ سے بیان کیا اور کچھ نہ کیا'' (النساء-164)

یاد رہے کہ قرآن کریم میں صرف 25 انبیاء کا ذکر ہے جبکہ انبیاء کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ ایک ضعیف حدیث جس کی صحت کے ہم ذمہ دار نہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی تعداد ہے اور یہ تعداد خود قادری صاحب کو بھی تسلیم ہے وہ اپنی کتابوں میں کئی بار اس حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

(۷) قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضرًا الا ما شاالله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون

(اعراف-188)

''آپ فرما دیجئے کہ مجھے اپنی ذات کے متعلق بھی برائی یا بھلائی کا اختیار نہیں مگر جو اللہ کو منظور ہو اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں''۔

مذکورہ تمام قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا نہ جن وانس نہ فرشتے

☆☆☆

احادیث مبارکہ سے مخلوق کے علم غیب کی نفی:۔

(۱) اخرج البخاری عن ام العلاء الانصاریة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ لاادری و انا رسول الله ما یفعل بی ولا بکم

''ام علاء انصاریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا''۔

اختصار کے پیش نظر ہم عربی عبارت نقل کرنے سے قاصر ہیں صرف اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ مسئلہ علم الغیب کے متعلق ہم رسول اکرمؐ کی زندگی مبارکہ کے تین زمانوں کا ذکر کریں گے۔

(i) نبوت سے پہلے کا زمانہ

(ii) نبوت کے بعد کا زمانہ

(iii) وفات کے بعد کا زمانہ

☆☆☆

(i) نبوت سے پہلے کا زمانہ۔

کیا رسول اکرمؐ نبوت سے قبل غیب کی باتیں جانتے تھے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے اور ہم نبوت سے قبل زمانہ اور مسئلہ علم الغیب پر زیادہ بحث اس لئے بھی نہیں کرتے کیونکہ قادری صاحب کو بذات خود تسلیم ہے کہ نبوت سے قبل آپ غیب نہ جانتے تھے کیونکہ انہوں نے غیب کو نبوت اور وحی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

☆☆☆

(ii) نبی بننے کے بعد بھی آپؐ غیب نہ جانتے تھے۔

حضور صادق المصدوق ﷺ قبل از نبوت امی (ان پڑھ) تھے۔ نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وہ علوم عطا فرمائے جو کسی بھی اور نبی یا کسی مقرب فرشتہ کو عطا نہیں کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ و آئندہ کے بے شمار واقعات کی خبریں آپؐ کو دیں اور ایسے ہی واقعات کو نقل کر کے دشمن حق و صداقت لوگوں کو گمراہی کا جال ڈالتے اور اپنے باطل عقیدوں کیلئے پیش کرتے ہیں اور پھر نبیوں کے بعد اپنے بزرگوں کو بھی ما کان و ما یکون کا عالم گردانتے ہیں۔ حقیقت میں یہ واقعات بذریعہ وحی آپ کی طرف نازل کئے گئے مثلاً گزشتہ امتوں کے احوال، حضرت آدم و حوا، حضرت نوح، حضرت ابراہیم و اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت یعقوب، اصحاب کہف، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے واقعات اور کچھ آئندہ پیش آنے والے واقعات مثلاً جنگ بدر کفار کے مرنے کی جگہ، فتح کی پیشین گوئیاں، قیصر و کسریٰ کے کنگن اور سراقہ جعشم، قسطنطیہ کی فتح کی پیشین گوئی علاوہ ازیں قرب قیامت کی نشانیاں، فتنہ دجال، نزول مسیح، برزخ اور قبر کے حالات، میدان محشر کے نقشے، جنت اور دوزخ کی کیفیات الغرض وہ تمام علوم جو لازمہ مذہب اور آپ کے شایان شان تھے وہ سب آپ کو عطا کئے تاکہ پسندیدہ دین تکمیل کو پہنچے لیکن جس طرح ساری کائنات کے علوم کو آپؐ کے علوم مقدسہ سے کوئی نسبت نہیں۔ یہی حیثیت آپؐ کے علوم کی اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے مقابلے میں ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت موسیٰ و خضر کا واقعہ مشہور ہے کہ موسیٰ اور

خضر کو کشتی والوں نے سوار کر لیا اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر ایک دو چونچ سمندر میں ماریں۔ خضرؑ نے کہا موسیٰ میرے اور تمہارے علم دونوں نے اللہ کے علم سے اتنا لیا ہے جیسے چڑیا کی چونچ نے سمندر سے۔

(صحیح بخاری-1، کتاب العلم باب 86 حدیث نمبر 122)

یہ مثال بھی محض سمجھانے کیلئے ہے ورنہ مخلوق کے محدود علم کو جو کہ ذاتی بھی نہیں اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور ذاتی علم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ عالم الغیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور بہت سی جگہ بعد از خدائے بزرگ یعنی رسول پاک کے عالم الغیب ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح بکثرت احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر ہم ان تمام احادیث و واقعات کو نقل کرنا چاہیں تو الگ سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر چند احادیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ''حضرت عائشہ پر افک کا معاملہ جس کی حقیقت کا رسول پاکؐ کو وحی سے پہلے علم نہ ہوا''۔

(سورہ نور 24 تا 26، بخاری 2 پارہ 16 کتاب المغازی صفحہ 628-635 و بخاری کتاب التفسیر صفحہ 879-880)

(۲) ''شہد کا واقعہ جس میں رسول پاک کی دو بیویوں نے منصوبہ بندی کی اور اس کے نتیجے میں رسول پاکؐ نے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی حقیقت کی خبر پہنچائی''۔

(القرآن 66-۱ تا ۴، بخاری کتاب التفسیر، پارہ 20 باب 879-880)

(۳) ''نبیؐ نے وفات سے قبل فرمایا قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے''۔

(صحیح مسلم 6-149)

(۴) ''مرض الموت میں جب آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ بار بار بے ہوش ہوئے جب ہوش آتی تو فرماتے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے عرض کیا جاتا نہیں لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں''۔

(متفق علیہ، الولوو المرجان صفحہ 51 حدیث 206)

(۵) ''رسول پاکؐ نے ستر صحابہ کی ایک جماعت کو مشرکین کیساتھ بغرض تعلیم بھیجا۔ انہوں نے دھوکے سے صحابہ کرام کو شہید کر دیا رسول اللہؐ کو خبر ملی تو آپ انتہائی رنجیدہ ہوئے''۔

(متفق علیہ، الولوو المرجان صفحہ 338 حدیث 394)

(۶) ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ بادل کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا اور فرماتے میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے لیکن اس میں دردناک عذاب تھا''۔

(متفق علیہ، الولوو المرجان صفحہ 291 حدیث 518)

(۷) ''رسول اللہؐ نے فرمایا میں اپنے گھر جاتا ہوں وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے میں اسے کھانے کیلئے اٹھاتا ہوں لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو تو میں اسے پھینک دیتا ہوں''۔

(ایضاً صفحہ 363 حدیث 646)

(۸) ''رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے لیلتہ القدر دکھائی گئی ہے لیکن پھر میں بھول گیا''۔

(ایضاً صفحہ 364 حدیث 650)

(۹) ''قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے ما ادرک فرمایا ہے وہ بات رسول اللہؐ کو بتا دی اور جہاں ما یدریک فرمایا ہے وہ نہیں بتائی گئی''۔

(صحیح بخاری جلد (۱) پارہ نمبر 8 حدیث 1887)

(۱۰) ''رسول اللہؐ نے کئی بار رکعات میں کم و بیش پڑھا دیں بعد میں صحابہ کرام کے عرض کرنے پر فرمایا میں بھی بھول جاتا ہوں پھر جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلایا کرو''۔

(صحیح بخاری جلد (۱) پارہ 9 حدیث 390-393)

(۱۱) ''رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا لیکن سب سے پہلے مجھ کو ہوش آئے گا میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا کونا تھامے کھڑے ہیں اب

میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش کرنے سے مستثنیٰ رکھا ہے"۔

(صحیح بخاری جلد (۱) پارہ 9 حدیث 2250)

(۱۲) "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جبرائیلؑ نے کسی ایک وقت آنے کا وعدہ کیا پھر وہ وقت آ گیا مگر جبرائیل نہ آئے اس وقت آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا نہ اس کے ایلچی وعدہ خلافی کرتے ہیں پھر آپؐ نے ادھر ادھر دیکھا ایک کتے کا بچہ تخت کے نیچے دکھائی دیا آپؐ نے فرمایا اے عائشہ یہ اس جگہ کب آیا انہوں نے کہا اللہ کی قسم مجھے خبر نہیں پھر آپؐ نے حکم فرمایا وہ باہر نکالا گیا اسی وقت جبرائیل آئے رسول اللہؐ نے فرمایا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں تمہارے انتظار میں بیٹھا تھا لیکن تم نہیں آئے انہوں نے کہا یہ کتا جو آپ کے گھر میں تھا اس نے مجھے روک رکھا تھا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس کے اندر کتا یا تصویر ہو"۔

(صحیح مسلم جلد (۵) باب جانوروں کی تصویر بنانا حرام ہے)

☆☆☆

iii- رسول اللہؐ بعد وفات غیب نہیں جانتے۔

وفات کے بعد وحی کا آنا منقطع ہو گیا اور

(۱) "آپؐ نے فرمایا میں قیامت کے دن اپنے حوض کوثر پر ہوں گا میں تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا جو شخص وہاں آئے گا وہ اس میں سے پئے گا اور جو اس میں سے پئے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا اور کچھ لوگ حوض کوثر پر ایسے آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں وہ مجھ کو پہچانتے ہیں پھر مجھ میں اور ان میں آڑ (رکاوٹ) کر دی جائے گی میں کہوں گا یہ لوگ تو میری امت کے ہیں ارشاد ہوگا اے نبیؐ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی بدعتیں نکالیں اس وقت میں کہوں گا جس شخص نے میرے بعد دین بدلا وہ دور ہو"۔

(متفق علیہ) (صحیح بخاری جلد (۳) پارہ 29 کتاب الفتن، حدیث 1933)

(۲) سیدہ صدیقہ کا ئنات کا عقیدہ

اخرج البخاری عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قالت من اخبرک ان محمد ﷺ یعلم الخمس التی قال اللّٰہ تعالیٰ ان اللّٰہ عندہ علم الساعة فقد اعظم الفریة

(صحیح بخاری)

"حضرت عائشہؓ نے فرمایا جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کو اللہ پاک نے اس آیت ان اللّٰہ عندہ علم الساعة (لقمان-34) میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا"۔

(۳) عن عائشة قالت من حدثک ان محمدًا ﷺ رایٰ ربہ فقد کذب وھو یقول لا تدرکہ الابصار ومن حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللّٰہ

(صحیح بخاری کتاب التوحید پارہ 30 جلد 6 صفحہ 698)

"حضرت عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا جو کوئی تم سے یہ کہے کہ حضرت محمدؐ نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تو سورہ انعام میں فرماتا ہے آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں اور جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ حضرت محمدؐ غیب کی بات جانتے تھے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ سورہ نمل میں فرماتا ہے کسی کو غیب کا علم بجز خدا کے نہیں ہے"۔

☆☆☆

(۴) نبیؐ کا فیصلہ کن فرمان:۔

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال مفاتیح الغیب خمس لا یعلمھا الا اللّٰہ ولا یعلم ما فی غدٍ الا اللّٰہ ولا یعلم متیٰ یاتی المطر احد الا اللّٰہ ولا تدری نفس بأی ارضٍ تموت الا اللّٰہ ولا یعلم متیٰ تقوم الساعة الا اللّٰہ

(بخاری کتاب التوحید پارہ 30 جلد (۶) صفحہ 698)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے پیٹوں کا گھٹنا اور بڑھنا ان میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا ہے یا ادھورا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مینہ کب برسے گا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جاندار کس سرزمین میں مرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا قیامت کب قائم ہوگی''۔

☆☆☆

فقہ حنفی اور مسئلہ علم الغیب:۔

(۱) فقہ حنفی کی مشہور کتابوں فتاویٰ عالمگیری، درمختار، فتاوی قاضی خاں، فتاوی بزازیہ وغیرہ میں لکھا ہے۔

''جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بناتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس شخص نے رسول اللہؐ کو عالم الغیب جانا حالانکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے''۔

(درمختار 2-14 اردو ترجمہ)

(۲) ''علماء نے تصریح کردی کہ جو دعویٰ کرے کہ نبی ﷺ علم غیب جانتے تھے تو وہ کافر ہے بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے لا یعلم من فی السموات و الارض الغیب الا اللّٰہ''۔

(مقدمہ ہدایہ صفحہ 59)

☆☆☆

[شبہ]ات کا ازالہ:۔

(۱) تبیانا لکل شیئ اور ما فرطنا فی الکتاب من شیئ

[بریل]وی صاحب نے ان آیات کو نقل کرکے بھی محض علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے اپنے موقف کو ثابت [ک]رنا چاہا ہے حالانکہ یہ آیات لوح محفوظ کے متعلق ہیں، حصہ اول میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے''۔

(۲) لفظ شہید اور مسئلہ علم الغیب:۔

یہ شبہ بھی ڈالا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں نبیؐ کو شہید کہا گیا ہے۔ شہید کے معنی ہیں گواہ اور گواہ وہ ہوتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور ہر چیز کو دیکھ اور سن رہا ہوں لہذا آپ عالم الغیب ہوئے۔

ایسے صاحبان کے علم میں اضافہ کے طور پر ہم بڑے ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ شہید یعنی گواہ کا لفظ آپ ؐ کی ساری امت پر بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے (2-43، 22-78) لہذا اگر یہ دلیل ٹھہری تو پھر ساری امت محمدیہ بھی حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہے؟

درحقیقت جو کوئی بھی قرآن کریم کی اپنی من مرضی سے تفسیر اور تاویل کرے گا وہ یقیناً گمراہ ہوگا حالانکہ ان آیات کریمہ کی تفسیر صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔ ''آپؐ اور آپ کی امت قوم نوح پر گواہی دے گی اور یہ گواہی قرآن کی بنیاد پر ہوگی''۔

(بخاری جلد دوئم صفحہ 293 جلد سوئم صفحہ 947)

دوسرا یہ کہ اگر کسی بات میں شبہ نہ ہو تو گواہی دی جاسکتی ہے جیسا کہ ہم غیب پر ایمان لانے اور سب شہادت دیتے ہیں اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ حالانکہ ہم میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور نہ محمدؐ کو۔ لہذا جب بات لاریب ہو اور اس کی بنیاد قرآن کریم ہو تو ثابت ہوا کہ بن دیکھے گواہی دی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے:۔

قادری صاحب نے نبیؐ کے علم غیب کو معجزہ قرار دیا ہے اور اپنا یہ موقف پیش کیا ہے کہ معجزہ نبی کیلئے اختیاری چیز ہے جب چاہیں معجزہ دکھائیں اور اسی طرح کرامات بھی ولی اللہ کے اختیار میں ہوتی ہے حالانکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔

وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ

(رعد-38، مومن-78)

اور کسی رسول کو اختیار نہیں کہ کوئی معجزہ بغیر حکم الٰہی کے لاسکے۔

اور معلومات کے متعلق یوں فرمایا۔

ولا یحیطون بشئیٍ من علمه الا بماشآء

(بقرہ-255)

حضرت عیسیٰ کے معجزات کیساتھ ساتھ باذن اللّٰہ (آل عمران اور باذنی (مائدہ) جو کہا گیا تو نصاریٰ کے اس وہم کو دور کرنے کیلئے کہا گیا جو یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ سے یہ جو امور ظاہر ہوتے ہیں بوجہ الوہیت کے ہوتے تھے اور یہ سب ان کیلئے اختیاری تھا" باذن اللّٰہ" ماننے سے یہ وہم باقی نہیں رہ جاتا اور ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ کوئی اختیاری چیز نہیں بلکہ وحی کی طرح اللہ ہی کی مرضی کے مطابق اور اس کے حکم سے جب وہ چاہے معجزہ کا ظہور ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

طاہر القادری بریلوی علماء کی نظر میں

اکثر بریلوی علماء اکرام نے بھی طاہر القادری کو جعل ساز، جاہل، امام فتنہ، بہروپیا، بدمذہب وغیرہ کے القاب سے نوازا ہے۔ مثلاً مولانا عطا محمد بندیالوی، مولانا پیر مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوری، مولانا سید احمد، سعید سعد کاظمی، مولانا ظہور احمد قادری، علامہ شبیر احمد ہاشمی چتوکی وغیرہ۔ حوالہ کیلئے دیکھئے "خطرہ کی گھنٹی"

عقیدہ توسل کے سلسلے میں طاہر القادری کی علمی خیانتیں

طاہر القادری صاحب نے "کتاب التوحید" پھر اپنی کتاب عقیدہ توحید اور حقیقت شرک میں عقیدہ توسل کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر علیحدہ سے اسی موضوع پر مفصل کتاب "عقیدہ توسل" تالیف کی ہے۔ قادری صاحب نے اپنی فطرت سے مجبور نہ صرف بہت سے مقام پر علمی خیانتوں سے کام لیا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر اپنی جہالتوں کا بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

قرآن وحدیث میں وسیلہ کا مفہوم اور اس کی اقسام:

شرعی وسیلہ جو قرآن وحدیث میں ثابت ہے، ہم اس کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔ قرآن کریم

میں دو جگہ لفظ وسیلہ استعمال ہوا ہے۔ وسیلہ خاص عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ "و، س، ل" جس کا معنی عربی زبان میں رضا ورغبت کسی کا قرب حاصل کرنا" مذکور ہے۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام کا نام بھی ہے اور وہ مقام نبی ﷺ کے لئے خاص ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ" یاایھا الذین امنوا اتقو الله و ابتغوا الیه الوسیلة وجاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون "(المائدۃ ۳۵)

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو، اس کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب ویرجون رحمته و یخافون عذابه ان عذاب ربک کان محذوراً

(الاسراء ۵۷)

جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ (اپنے رب کے) قریب ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔" ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نیک اعمال، برائیوں سے اجتناب، قرب الٰہی کے حصول کا وسیلہ ہے۔

مذکورہ آیت کے شان نزول میں وارد صحیحین کی روایت آیت کے مفہوم کو اور واضح کر دیتی ہے۔ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عرب لوگ جنوں کی پوجا کرتے اور ان کی دہائی دیا کرتے تھے۔ بعثت نبوی ﷺ کے بعد وہ جن تو اسلام لے آئے اور قرب الٰہی میں رواں دواں رہے۔ لیکن یہ جاہل انسان پھر بھی انہی جنوں کی عبادت میں مشغول رہے اور ان مجبوروں کے دامن کو بزعم خود پکڑے ہوئے مالک حقیقی تک پہنچنے کے متمنی رہے جس پر یہ آیت (الاسرا۔ 57) نازل ہوئی۔"

(متفق علیہ نیز تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۳، تفسیر طبری جلد ۸ صفحہ ۹۵)

قرآن کریم میں لفظ وسیلہ صرف انہی دو مقامات میں وارد ہوا ہے اور دونوں جگہ ایک ہی

معنی مراد ہے۔یعنی عبادات وتقویٰ نیکوکاری اور محرمات وفواحش سے اجتناب کر کے قرب الٰہی کا حصول اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماء اور مفسرین کا اتفاق ہے۔

نمبرا۔ دعا میں اسماء حسنیٰ وصفات الٰہی کا وسیلہ

شرعاً جائز وسیلہ جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ملتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں اور پاک صفتوں کا وسیلہ سرفہرست ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"ولله الاسمآء الحسنى فادعوه بها وذروا الذين يلحدون في اسمائه سيجزون ما كانوا يعملون"

(اعراف ۱۸۰)

"اور اللہ تعالیٰ کے تمام نام اچھے ہیں۔انہی ناموں سے اُسے پکارو اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی سے کام لیتے ہیں، انہیں ان کی کج روی کی سزا مل کر رہے گی۔"

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو وسیلہ بنایا:۔

"اللهم بعلمك الغيب وقدرتك على الحق احيني ما علمت الحياة خيرا وتوفني اذا علمت الوفاة خيرا لي "(سنن دارمی جلد۳ صفحہ۵۴، متدرک الحاکم جلد ا صفحہ ۵۲۴، صحیح ابن حبان (۱۹۷۱ الاحسان عن عمار بن یاسر)

اے اللہ تیرے علم غیب اور حق پر قدرت کا واسطہ ہے کہ جب تک تیرے علم میں زندگی میرے لئے بہتر ہے، مجھے زندہ رکھ اور جب تک تیرے علم میں موت میرے لئے بہتر ہے تو مجھے وفات دے دے۔

نیک اعمال کا وسیلہ:۔

خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا گیا نیک عمل بھی وسیلہ ہے۔اس نیک عمل کو دعا میں بطور وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم سے مثال:-

" ان الذین یقولون ربنا اننا امنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار " (آل عمران ۱۶) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لا چکے ہیں، اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

یعنی یہ لوگ اپنے گناہوں کی مغفرت اور عذاب الیم سے نجات کی خاطر ایمان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ" ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشھدین "(آل عمران ۵۳)

"اے ہمارے پالنے والے اور معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لے آئے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی۔ اس لئے تو ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ دے۔"

صحیحین کی حدیثِ غار مشہور حدیث ہے جو اپنے اندر متعدد عبرتیں لیے ہوئے ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ پہلی قوم کے تین آدمی ایک غار میں پھنس گئے جب نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو تینوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت سے نکلنے کی دعا کی۔ ان کی دعاؤں سے غار کی چٹان بالکل سرک گئی اور ان تینوں ساتھیوں کو مصیبت سے نجات مل گئی۔

یہ حدیث عمل صالح کے ذریعے وسیلہ پر واضح ثبوت ہے کہ ان تینوں نیک بندوں نے اپنے اپنے نیک عمل کا وسیلہ پیش کیا جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے کیا تھا، ایسے اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول فرمالیں۔

نیک اور صالح انسان کی دعا کا وسیلہ:-

اللہ تعالیٰ کے نیک آدمی کی دعا کو بھی وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

قرآن کریم سے مثال:-

۱- حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے جب برادران یوسف کا پردہ چاک ہو گیا اور وہ خود بھی اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے تو فوراً اپنے والد کے سامنے عرض پیش کر دی۔ " **یٰابانا استغفرلنا ذنوبنا انا کنا خطئین** " (یوسف ۹۷)

اے ابا جان! اللہ سے ہمارے گناہوں کی معافی طلب کیجئے، بے شک ہم قصوروار ہیں۔

۲- سورۃ نساء میں منافقین سے متعلق سلسلہ کلام موجود ہے۔ جہاں انہیں اللہ و رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی غیر کے سامنے اپنے معاملات اور باہمی نزاعات لے جانے پر متنبہ کیا گیا ہے وہیں ان سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم سچے مومن ہو تو تمہیں اپنے فیصلے رسول سے کروانے چاہئیں، پھر اگر تم سے غلطی سرزد ہو گئی ہے یا آئندہ ہو جائے وار تم اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر خدمت نبوی میں حاضری دو۔ خود بھی اللہ سے استغفار کرو اور رسول بھی تمہارے لئے استغفار کرے تو اللہ کو تواب و رحیم پاؤ گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآؤک فاستغفر اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما** " (نساء ٦٤)

ہم نے رسول کو صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ اور اگر یہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تمہارے پاس آتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور رسول ﷺ بھی ان کیلئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

حدیث نبوی ﷺ سے مثالیں:-

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت ہے کہ " **فقام عکاشۃ بن محصن فقال ادع اللہ ان یجعلنی منھم فقال اللھم اجعلہ منھم** "

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ۵ صفحہ ۶۵۴۱، صحیح مسلم ۲۲۰ کتاب الایمان باب ۹۴)

"عکاشہ بن محصن نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ (اے اللہ کے رسول) آپ اللہ سے میرے حق میں دعا کریں کہ وہ مجھے ایسے خوش نصیبوں میں سے بنادے (جو بلا حساب جنت میں جائیں گے) آپ ﷺ نے اس وقت دعا فرمائی، اے اللہ اسے ان لوگوں میں سے بنادے۔"

۲- ایک صحابیہ خدمت نبوی میں حاضر ہوکر عرض کرتی ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، میں مرگی کے دورہ میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ آپ ﷺ اللہ سے دعا کریں (کہ مجھے اس خبیث مرض سے شفا مل جائے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " ان شئت صبرت ولک الجنة وان شئت دعوت الله ان یعافیک " (متفق علیہ)

"اگر چاہو تو صبر سے کام لو، تمہارے لئے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں تمہاری شفاء کیلئے اللہ سے دعا کروں۔" اس پر اس نیک خاتون نے کہا کہ میں صبر سے کام لیتی ہوں۔ لیکن چونکہ اس حالت میں، میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اس لئے آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ میں بے پردہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی۔"

ممنوع اور حرام وسیلہ:-

اب چند باتیں ان وسیلوں کے متعلق کی جاتی ہیں جو پیران طریقت اور قادری صاحب جیسے علماء سوء کی ایجاد ہیں، جن کا ثبوت نہ قرآن کریم سے ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے اور نہ ہی خیر القرون میں صحابہ کرام یا تابعین عظام کا ان پر عمل رہا۔ اس مروجہ توسل کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۱) کسی زندہ یا مردہ کی ذات کا وسیلہ (۲) کسی کی عظمت و رتبہ کا وسیلہ (۳) کسی کے حق کا وسیلہ (۴) کسی غیر موجود یا مردہ ذات کا وسیلہ لینا (حالانکہ اس وسیلہ کا رد خود فقہ حنفی کی معتبر کتب سے ثابت ہے۔)

فقہ حنفی کا فتویٰ:-

امام ابو یوسف سے مروجہ وسیلہ کا ناجائز اور مکروہ ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

فرمایا "**لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء الما ذون فیہ والمامور بہ ما استفید من قولہ تعالیٰ وللہ الاسمآء الحسنی فادعوہ بہا** "(در مختار اور اس کا حاشیہ رد مختار جلد۹ صفحہ ۵٦۸، والبحر الرائق جلد۸ صفحہ ۲۳۵)

کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء حسنیٰ کے علاوہ کسی اور واسطہ سے پکارے اور جس دعا کی اجازت اور حکم ہے وہ وہی ہے جس کا ثبوت آیت کریمہ **وللہ الاسمـــاء الحسنیٰ فادعوہ بہا** میں موجود ہے۔

مروجہ وسیلہ شرک اور بدعت ہے:-

مروجہ وسیلہ نہ صرف بدعت ہے بلکہ ایک لحاظ سے شرک بھی ہے۔ قرآن کریم میں انبیاء کی بکثرت دعائیں مذکور ہیں۔ کسی نبی نے بھی صفات خداوندی کے ساتھ دعا کے علاوہ کسی ذات یا مقام و مرتبہ کو وسیلہ نہیں بنایا، ہمیشہ اللہ کی صفات بیان فرمائیں اور دعا کی یا پھر کسی نیک آدمی سے دعا کی درخواست کی خود جناب حضور صادق المصدوق خاتم النبیین ﷺ کی بکثرت دعائیں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ دعا کو وسیلہ بنایا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی زندہ یا مردہ ذات کو وسیلہ نہیں بنایا اور نہ ہی اپنے سے پہلے انبیاء کی ذات کو وسیلہ بنایا، نہ اپنے مقام و مرتبہ کو وسیلہ بنایا۔ یہی طریقہ اصحاب پیغمبر اور سلف صالحین کا رہا۔ ہمیشہ دعا کو وسیلہ بنایا۔ خود دعا کی یا پھر کسی نیک آدمی سے دعا کروائی۔

مروجہ وسیلہ علماء سوء اور درباری حلقہ کی ایجاد ہے جو نہ صرف دین میں نیا کام ہونے کے سبب بدعت ہے، بلکہ یہ عقیدہ رکھنا نبی ﷺ حاضر ناظر اور حی و قیوم ہیں، اسی طرح پیر حضرات بھی زندہ اور قائم ہیں، ہماری پکار سنتے ہیں اور مشکل حل کرنے پر قادر ہیں لہٰذا ان کو پکارنا اور ان کو وسیلہ بنانا شرک

بھی ہے۔

اب ہم قادری صاحب کی علمی خیانتیں اوران کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

قادری صاحب کی علمی خیانتیں اوراس کا جواب:-

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''بعض لوگ کم علمی کے باعث حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے میں تامل کرتے ہیں۔اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید وسیلے سے دعا مانگنا اللہ سے براہ راست مانگنے کے منافی ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان آیات کا جن میں اللہ سے مانگنے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانے کا حکم ہے، ان کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بناء پر خیال کرتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا (معاذ اللہ) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔ یہ تصور بہت بڑی جہالت اور لاعلمی کی پیداوار ہے۔ہمیں اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔انبیاء ورسل میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب اور صالح بندے کو یا کسی بھی عمل صالح کو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرنا نہ تو کسی قسم کا شرک ہے اور نہ ہی براہ راست اللہ سے مانگنے کے منافی ہے۔کسی کو وسیلہ بنانے کے باوجود براہ راست اللہ ہی سے مانگا جاتا ہے۔صاحب وسیلہ سے نہیں۔شرک کا ارتکاب تو تب ہو کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی طرح نفع ونقصان کا مالک قادر مطلق اور دعائیں سننے والا سمجھا جائے۔ یہاں سرے سے ایسا معاملہ ہے ہی نہیں۔ دعا فقط اللہ تعالیٰ سے مانگی جاتی ہے اور اس سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا یا کسی ایسے مقرب بندے یا نیک عمل کا واسطہ دیا جاتا ہے جس سے خود اللہ تعالیٰ کو محبت ہو اور جس کا وہ عام مخلوق سے کہیں بڑھ کر حیا اور لحاظ فرماتا ہو۔'' (عقیدہ توسل صفحہ ۳۱)

جواب:- قادری صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ کسی کی شخصیت یا پھر مقام ومرتبہ کا وسیلہ لینے کے لئے کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرتے اور پھر گفتگو کرتے۔مگر جناب نے چھوٹتے ہی باقی سب کو کم علم وجاہل کہہ دیا۔ پھر

فرمایا۔ یہ وسیلہ کسی قسم کا شرک نہیں۔" ہم جائز وسیلہ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس کی اقسام بیان کر چکے۔ رہی مروجہ وسیلہ کی بات تو اس سلسلہ میں کوئی قابل قدر ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ اب ہم کسی کی ذات یا رتبے کے وسیلہ پر قادری صاحب کی مذکورہ عبارت کا مفصل جواب دیں گے۔ قادری صاحب لکھتے ہیں کہ

کوئی مانے یا نہ مانے اپنا تو یہ عقیدہ ہے
خدا دیتا ہے لیکن دیتا ہے صدقہ محمد کا

نہ صرف قرآن و سنت بلکہ فقہ حنفی سے بھی ثابت ہے کہ کسی کی ذات یا رتبہ کا وسیلہ ناجائز ہے کیونکہ کسی بھی مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ لہٰذا یہ صریح غلط بلکہ شرک ہوگا کسی نبی، فرشتے، جن یا کسی بھی نیک اور بزرگ وغیرہ کی ذات یا رتبہ کا وسیلہ لینا حرام ہے مثلاً جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ

الٰہی بحق نبی فاطمہ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

یا پھر قادری صاحب کا مذکورہ شعر جو آپ پڑھ چکے ہیں یا پھر اے اللہ تجھے تیرے نبی کے حق کا واسطہ، یا کسی ولی و بزرگ کے حق کا واسطہ۔ وسیلہ کی یہ صورتیں کسی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں جو من گھڑت روایتیں قادری صاحب نے بطور ثبوت پیش کی ہیں، ان کا جائزہ عنقریب آئندہ صفحات میں لیا جائیگا کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

پھر کسی شرعی مسئلے پر خصوصاً عقائد کے متعلق کسی ضعیف و موضوع حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے امت خصوصاً علمائے احناف نے بھی اس وسیلے کو غیر مشروع قرار دیا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "قدوری" کے مصنف امام قدوری لکھتے ہیں۔ " المسالة بخلقه لا تجوز لانه لاحق للخلق على الخالق فلا تجوز وفاقا"

(قاعدہ جلیلہ التوسل والوسیلہ صفحہ ۵۰)

کسی مخلوق کے وسیلے سے دعا کرنا متفقہ طور پر نا جائز ہے، کیونکہ کسی مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔ لہٰذا قادری صاحب کی یہ علمی خیانتیں بے فائدہ ہیں۔

غیر موجود زندہ یا کسی مردے کی دعا کا وسیلہ:-

کسی غیر موجود شخص کا وسیلہ لینا اگرچہ وہ ذات زندہ ہو یا مردہ، خواہ وہ ذات کسی نبی کی ہو یا ولی و شہید کی۔ یا پھر کسی بزرگ کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ ہستی اللہ سے میرا یہ کام کروانے پر قادر ہے یا پھر اس بزرگ سے ہی اپنی مراد مانگی جائے۔ اس کی حرمت پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ اور یہی وہ شرک تھا جو مشرکین عرب میں رائج تھا جسے انہوں نے وسیلہ کا نام دے رکھا تھا اور یہی وہ شرک تھا جو اللہ کے رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان سب سے بڑے اختلاف کی بنیاد تھا۔ اس لئے یہ شرک ہے جس کا نام وسیلہ رکھا گیا ہے، محض نام بدل لینے سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ اس وقت کے مشرکین بھی بزعم خود بڑے عقل مند، صاحب علم و شعور ہونے کے دعویدار تھے اور دوسروں یعنی منع کرنے والوں کو کم علم، جاہل نعوذ باللہ مجنوں تک کہتے۔ یہی قادری صاحب کا بھی دعویٰ ہے۔ قادری صاحب کو یہ زعم بھی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ذات اور افعال میں واحد مانتے ہیں، پھر مشرک کیسے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہی مشرکین مکہ کا بھی دعویٰ تھا۔

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں واحد مانتے تھے:-

مشرکین مکہ اللہ کو اس کی ذات صفات اور افعال میں ایک مانتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ صرف اللہ ہی خالق ہے جس نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہی ہر چیز کا اکیلا خالق ہے اور صرف وہی مالک بھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے، سب اسی کی ملکیت ہے۔ حیوانات، نباتات، جمادات اور سب مخلوق کو وہ اکیلا روزی دیتا ہے۔

چھوٹی بڑی ہر چیز یہاں تک کہ چیونٹی اور ذرے تک کے معاملات کا انتظام کرتا ہے۔ اور صرف وہی زمین و آسمان اور ان کے مابین سب کا رب ہے۔ اور وہی عرش عظیم کا رب ہے، وہی زندگی اور موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ نہ کوئی اس کا حکم روک سکتا ہے اور نہ ہی اس کا فیصلہ بدل سکتا ہے۔ اس نے آسمان سے پانی اتارا اور وہی ہمارے لئے زمین سے رزق اگاتا ہے، وہی دن اور رات کو بدلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب قرآن کریم کے متعدد مقامات سے ثابت ہے۔

حدیث سے ثابت ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے تھے، حج کرتے اور یہ بھی کہتے کہ "لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک" پھر ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ مشرک کیوں؟

مشرکین مکہ کے شرکیہ عقائد اور عقیدہ توسل:

مشرکین مکہ یہ سب تسلیم کرنے کے بعد کہتے کہ اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر جسے تو شریک بنائے اور کچھ اختیار عطا کرے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ مشرکین مکہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو تصرف کرنے کا اختیار دے دیا ہے اور وہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کی بناء پر تصرف کرتے ہیں۔ اس لئے وہ فوت شدہ نیک بزرگوں سے دعائیں مانگتے، ان کی ذات کا وسیلہ پکڑتے اور جب ان سے کہا جاتا کہ یہ شرک ہے تم ایسا کیوں کرتے ہو......؟ تو وہ صریح دھوکہ سے کام لیتے، جیسے ہمارے بعض "عبقری روزگار، پروفیسر، علامہ" وغیرہ دھوکہ دیتے ہیں۔ "**والذین اتخذوا من دونه اولياء ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى**" (زمر ۳۹-۳)

جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ کارساز بنا رکھے ہیں (کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے، مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ معلوم ہوا ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ پکارنا بھی عبادت ہے اور کبھی کہتے کہ "**ویقولون هؤلآء شفعآء نا عندالله**

(یونس ۱۰-۱۸)

کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔ مشرکین مکہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ یہ فوت شدہ بزرگ جن کے انہوں نے بت بنا رکھے تھے وہ بذات خود تو کچھ نہیں کرسکتے البتہ وہ اللہ ہی کے دیئے ہوئے اختیارات کی بناء پر تصرف کرتے ہیں۔ مثلاً رزق، اولاد، شفاء، مصیبت سے نجات، بارش، برسات، اور بعض دیگر ضروریات پوری کرتے ہیں اور اللہ نے انہیں یہ اختیارات اس لئے دیئے ہیں کہ وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔ اور چونکہ اللہ نے انہیں یہ تصرف و اختیار دے رکھا ہے، اس لئے وہ بندوں کی ضرورتیں غیبی طریقے سے پوری کردیتے ہیں۔ اور جس سے وہ خوش ہوجاتے ہیں اسے وہ اللہ کا مقرب بنا دیتے ہیں۔ مشرکین نے اپنے خیالات کی بناء پر ان انبیاء کرام، اولیائے عظام، بزرگان دین اور نیکوکار لوگوں کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنایا اور ایسے اعمال ایجاد کیے جن کے ذریعے ان لوگوں کا قرب اور ان کی رضامندی حاصل ہوسکے۔ چنانچہ مشرکین پہلے ان اعمال کو بجالاتے، پھر عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر ان ہستیوں سے فریاد کرتے اور کہتے کہ ہماری ضروریات پوری کرو۔ ہماری مصیبت ٹال دو اور ہمارا خطرہ دور کرو۔ اب رہا یہ سوال کہ وہ کیا اعمال تھے جنہیں مشرکین نے ان ہستیوں کی رضامندی اور تقرب کیلئے ایجاد کیے تھے، وہ اعمال یہ تھے کہ انہوں نے ان انبیاء و صلحاء، اولیاء اور بزرگان دین کے نام سے بعض مخصوص جگہ پر آستانے بنا کر وہاں ان کی اصلی یا پھر خیالی تصویریں یا مورتیاں سجا رکھی تھیں اور کہیں کہیں ایسا بھی ہوا کہ ان کے خیال میں بعض اولیاء کرام یا بزرگان دین کی قبریں دریافت ہوگئیں تو اس قبر پر آستانہ بنالیا۔ اس کے بعد وہ ان آستانوں پر جاتے اور مورتی یا قبر کو چھو کر اس سے برکت حاصل کرنے کیلئے ان کے گرد چکر لگاتے، تعظیم کے طور پر الٹے پاؤں واپس آتے، نذر و نیاز پیش کرتے، چڑھاوے چڑھاتے، جانور ذبح کرتے، کھیتی باڑی سے ان کے حصے الگ کرتے۔ ''وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیباً فقالوا ھذا للہ بزعمھم

وهذالشر کائنا فما کان لشر کآئهم فلا یصل الی الله وما کان لله فهو یصل الی شر کآئهم سآء ما یحکمون" (الانعام ٦- ١٣٦)

اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے تھے، انہوں نے ان چیزوں میں (اللہ کے سوا دوسروں کا بھی) حصہ مقرر کر دیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے، اب جو حصہ ان کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کے حصہ میں شامل نہ ہوسکتا تھا اور جو چیز اللہ کی ہوتی وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتی، کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں یہ لوگ۔"

اس طرح ان طریقوں سے وہ اولیاء کو راضی کرتے اور ان کا قرب چاہتے، تا کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کر دیں۔ کھیتی، غلے اور کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ سونا چاندی اور مال و اسباب چڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ ان آستانوں پر کچھ مجاور اور درباری ہوا کرتے تھے۔ مشرکین یہ چیزیں ان مجاوروں کو پیش کرتے اور وہ مجاور بظاہر انہیں قبروں اور مورتیوں پر چڑھا دیتے تھے۔ عام طور پر ان کے بغیر براہ راست کوئی چیز نہیں چڑھائی جاتی تھی، البتہ جانوروں اور چوپایوں کو چڑھانے کا طریقہ علیحدہ تھا اور اس کی بھی کئی شکلیں تھیں۔ چنانچہ وہ کبھی ایسا کرتے کہ ان اولیاء کرام اور بزرگان دین کی رضامندی کیلئے جانوروں کو ان کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے، وہ جہاں چاہتا چرتا اور گھومتا پھرتا، کوئی اسے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچاتا۔ بلکہ تقدس کی نظر سے دیکھا جاتا اور کبھی ایسا کرتے کہ جانور کو ان ولیوں اور بزرگوں کے آستانے پر لے جا کر ذبح کر دیتے اور کبھی ایسا کرتے کہ آستانے کے بجائے گھر پر ہی ذبح کر لیتے لیکن کسی ولی یا بزرگ کے نام پر ذبح کرتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ذبیحے اور آستانوں کی طرف منسوب چیزوں کو حرام قرار دیا۔ اگر چہ بوقت ذبح ان پر اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ" حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر ومآ اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما

ذبح علی النصب'' (المائدہ ۳-۵)

تم پر (یہ چیزیں) حرام کی گئی ہیں، مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام سے مشہور کر دی جائے، نیز وہ جانور جو گلا گھٹ کر مر جائے یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا سینگ کی ضرب سے مر گیا اور جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، مگر یہ کہ تم (اس کی جان نکلنے سے پہلے) اسے ذبح کر لو نیز آستانے کا ذبیحہ.........

ان کاموں کے علاوہ مشرکین کا ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ سال میں ایک یا دو مرتبہ ولیوں اور بزرگوں کے آستانوں پر میلہ لگاتے۔ اس کے لئے مقررہ تاریخوں میں ہر طرف سے لوگ اکٹھے ہوتے اور پھر وہ سب کچھ کرتے جو مشرک لوگ کیا کرتے ہیں...... یہ عرس اور میلہ بڑا اہم ہوتا، جس میں دور و نزدیک سے چھوٹے بڑے ہر طرح کے لوگ حاضر ہو کر اپنی نیاز پیش کرتے۔ (عکاظ کا میلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بڑا مشہور تھا جہاں نظر و نیاز گزاری جاتی تھی) اور اپنا مقصد حاصل ہونے کی امید رکھتے۔ ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے یہ سب کام مشرکین اس لئے کرتے تھے کہ ان اولیاء اور بزرگان دین کا تقرب اور خوشنودی حاصل کر کے انہیں اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنائیں، اور ان کا دامن پکڑ کر اللہ تک پہنچ جائیں، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اولیاء کرام اور بزرگان دین انہیں اللہ کے قریب پہنچا دیں گے چنانچہ اس میلہ کے ذریعے وہ نذر و نیاز چڑھاوے وغیرہ پیش کرنے کے بعد ان کا پکارتے کہ ''اے فلاں، میرا فلاں فلاں کام بن جائے اور مصیبت ٹل جائے، میری بگڑی بن جائے، اور مشرکین سمجھتے تھے کہ وہ ان کی باتیں سنتے ہیں اور جو مراد مانگی جائے وہ پوری کرتے ہیں۔ بگڑی بناتے ہیں، مصیبتیں ٹالتے ہیں اور ایسا یا تو وہ اللہ کے دیئے ہوئے تصرف و اختیار پر خود کرتے ہیں یا پھر اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی بن کر کام کروا دیتے ہیں۔'' شرک ہمیشہ تصویروں اور آستانوں سے جنم لیتا ہے، اسی لئے نبی ﷺ نے تصویر بنانے اور قبر کو پختہ کرنے، اور اس پر قبہ بنانے، میلہ لگانے وغیرہ جیسے کاموں سے سختی سے منع فرما دیا۔ اپنے بارے

میں بھی آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ "اللھم لا تجعل قبری عیداً" "اے اللہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔

قارئین محترم! گزشتہ بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ اس غیر ترقی یافتہ دور کے مشرکین اور آج کے ترقی یافتہ دور کے مشرکین میں کیا فرق ہے؟ اگر چہ اس بحث سے قادری صاحب کی علمی خیانتوں کا جواب مکمل ہو جاتا ہے، مگر پھر بھی ہم قادری صاحب کے علم میں اضافہ کے طور پر تھوڑی مزید وضاحت کرنا چاہیں گے کہ مروجہ عقیدہ توسل شرک کیوں؟

مروجہ عقیدہ توسل شرک کیوں......؟

۱۔ من گھڑت وسیلے کے متلاشی کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ جب مرضی، جہاں سے مرضی، لاکھوں میلوں دور بیٹھ کر یا قبر پر حاضر ہو کر ہر کوئی جس زبان میں پکارے، قبر میں مدفون ولی اللہ بیک وقت سب کی پکار کو سنتا ہے۔ چاہے بلند آواز سے دعا کی جائے یا دل میں۔

۲۔ جس وقت مرضی پکارنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ذات قبر میں زندہ ہے اور نہ صرف زندہ ہے بلکہ ہر وقت قائم اور دائم ہے، اسے نیند بھی نہیں آتی ورنہ ہمیں نیند کا وقت معلوم ہونا چاہئے کہ صاحب قبر کب سوتے ہیں، کب جاگتے ہیں، دور و نزدیک کی بھی کوئی قید نہیں، منوں مٹی تلے مدفون ہونے کی بھی کوئی اہمیت نہیں وہ سب کی سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صاحب قبر حاضر و ناظر ہے۔ حیّ اور قیوم ہے اور اسے نیند تک نہیں آئی۔

۳۔ بلند آواز یا دل میں پکارنے کی بھی کوئی بات نہیں، کیونکہ گونگا بہرہ بھی صاحب قبر کو وسیلہ بنا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب قبر دلوں کے حالات سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔ یعنی عالم الغیب بھی ہے۔

۴۔ اگر صاحب قبر کے ذریعہ کے بغیر اس طرح دعا کی جائے کہ اے اللہ فلاں بزرگ کے

واسطے میری حاجت پوری کر، یہ کہا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ کے واسطے کے سامنے مجبور ہے۔ تو یہ شان الوہیت کی توہین ہو گی۔ مشرکین کی یہ دلیل تو آپ نے بکثرت سنی ہو گی کہ جیسے تھانے کچہری اور دیگر کام کسی ایم این اے، وزیر یا بڑے آدمیوں کی سفارش اور ذریعہ سے بآسانی ہو جاتے ہیں، ویسے بزرگوں کے وسیلے سے دعا رب بھی رد نہیں کرتا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا مجبور ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۵۔ بعض اوقات بلکہ زیادہ تر صاحب قبر سے دعا مانگی جاتی ہے، وسیلہ تو بہانا ہے، لہٰذا دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

۶۔ ہر وقت قائم دائم عالم الغیب، دلوں کے بھیدوں سے واقف ہر وقت سمیع اور بصیر اور قادر مطلق، اونگ اور نید سے پاک، یہ سب صفات اللہ کی ہیں۔ کسی دوسرے کے متعلق کہنا، ثابت کرنا یا حیلے بہانے سے ماننا شرک ہے۔

۷۔ پھر یہ سارا ''سیٹ اپ'' ہی مشرکین سے مستعار ہے۔ مثلاً پختہ قبر بنانا، پھر اس پر مزار بنانا، پھر چڑھاوے چڑھانا، نذر ماننا، میلہ لگانا، شخصیت کا وسیلہ لینا یہ سب مشرکین کے افعال ہیں۔ اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں۔

عقیدہ توسل قرآن کریم کی روشنی میں:۔

طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب ''عقیدہ توسل'' میں دوسرے باب کا عنوان علمی خیانت صریح کذب بیانی اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے ''عقیدہ توسل قرآن کریم کی روشنی میں'' رکھا ہے۔ وہ تمام آیات یا تو جائز وسیلہ یعنی عمل صالح اور دعا وغیرہ سے متعلق ہیں یا پھر مروجہ وسیلہ کے رد میں ہیں۔ جن کا مفہوم بدل کر قادری صاحب نے اپنے من گھڑت مروجہ وسیلہ کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر موصوف کوئی ایک ایسی آیت پیش نہیں کر سکے، نہ کر سکتے ہیں جس سے شخصی وسیلہ کسی زندہ یا مردہ کی عظمت

ورتبہ کے وسیلہ کا ثبوت مل سکے۔ ہم قادری صاحب بلکہ پوری دنیائے بریلویت کو ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایک آیت یا ایک صحیح حدیث، حتیٰ کہ فقہ حنفی سے بھی اپنے من گھڑت وسیلہ کو ثابت کرنے سے عاجز اور درماندہ ہیں۔ مگر قادری صاحب کی عیاری ومکاری دیکھئے کہ عنوان کیا قائم کیا ہے؟ پھر جائز وسیلہ کے ساتھ ساتھ ناجائز اور من گھڑت وسیلہ کی آمیزش کرتے ہیں۔ ریشم میں ٹاٹ کے پیوند لگاتے ہیں۔ اختصار ہمارے پیش نظر ہے، اس لئے بھی پھر ہم گذشتہ صفحات میں عقیدہ توسل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں، اس لئے قرآن کریم کے اس عنوان کے تحت قادری صاحب نے جو بہت سی علمی خیانتیں کی ہیں، ہم ان کا ذکر نہیں کریں گے کیونکہ یہ بے جا طوالت ہوگی۔ جائز وسیلہ کے متعلق تو بحث ہی نہیں، معاملہ تو ناجائز اور من گھڑت وسیلہ کا ہے۔

اگرچہ قادری صاحب نے عنوان یہ رکھا ہے مگر وہ اپنے من گھڑت وسیلہ کے متعلق ایک آیت بھی پیش نہیں کرسکے۔

قادری صاحب کے پیش کردہ حدیث مبارکہ سے دلائل کا جائزہ:۔

حضرت آدمؑ کا نبی ﷺ کو وسیلہ بنانا

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''امام طبرانی، ابن المنذر، سیوطی اور بیہقی نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں سے مرفوعاً جو حدیث روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی فکر توبہ میں مستغرق تھے کہ اس عالم اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ میں نے اپنی پیدائش کے وقت عرش معلیٰ پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا دیکھا تھا جو اس کا مظہر ہے کہ بارگاہ الٰہی میں جو مقام حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے وہ مقام کسی اور کو میسر نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ان کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے اس پر آپ ﷺ نے دعا میں کلمات توبہ کے ساتھ ان کلمات توسل کا اضافہ کرکے عرض کیا کہ ''**اسألک بحق محمد الا غفرت لی**'' (عقیدہ توسل صفحہ ۱۰۲، صفحہ ۱۶۱)

جواب:-علماء محققین کے نزدیک یہ حدیث باطل ہے اور اس سے استدلال طریق باطل ہے، کیونکہ یہ متعدد وجوہ سے ناقابل اعتبار اور من گھڑت ہے۔ امام ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں امام ذہبیؒ کے حکم کی تائید کی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اسے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت قطعی طور پر ضعیف ہے۔(البدایہ و النہایہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

حافظ ذہبیؒ "تخریج مستدرک" میں حاکم کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ روایت کیسے اور کہاں سے صحیح ہوتی۔ یہ روایت تو موضوع ہے، اور عبدالرحمٰن بن اسلم واہی ہے اور عبداللہ بن مسلم الفہری کو میں نہیں جانتا کون ہے؟ اور میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔

(میزان جلد ۲ صفحہ ۵۰٤)

ابن حبان لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مسلم حدیث وضع کرتا، یہ امام مالک، امام لیث اور عبداللہ بن لہیعہ کے نام سے احادیث کو وضع کرتا تھا، اس کی روایات کا لکھنا تک حلال نہیں۔

(لسان جلد ۳ صفحہ ۳۵۹)

طبرانی "المعجم الصغیر" میں عبدالرحمٰن بن اسلم سے نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند نہیں۔ (المعجم الصغیر صفحہ۲۰۷)

ہیثمی "مجمع الزوائد" میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت طبرانی نے "اوسط" اور "صغیر" میں نقل کی ہے جو اس کے بعض راوی تو مجہول ہیں اور آخر میں وہی عبدالرحمٰن (جو واہی ہے) موجود ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۵۳)

طحاوی لکھتے ہیں کہ یہ محدثین کے نزدیک انتہائی ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں تبدیلیاں کرتا ہے۔ قول تابعی کو بھی حدیث رسولؐ بنا دیتا ہے۔ اس لئے اس کی روایت ترک کی

گئی ہیں۔حافظ ابونعیم نے خود حاکم کا قول نقل کیا ہے کہ یہ عبدالرحمن اپنے باپ کے نام سے جھوٹی احادیث روایت کرتا ہے۔(السلسلة الاحادیث صعیفه جلد ۱ صفحه ۳۸)

امام بیہقیؒ نے اسے دلائل نبوت میں نقل ضرور کیا ہے مگر ساتھ یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔مگر قادری صاحب امام بیہقی کے حوالے سے اس حدیث کو نقل تو کرتے ہیں مگر ضعیف کی وضاحت نہ کرنا علمی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

امام ابن تیمیہؒ پر افتراء:-

قادری صاحب علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''امام ابن تیمیہؒ کا اپنے فتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۵۰ میں اس کو نقل کرکے اس سے استشہاد کرنا بھی اِس حدیث کے قوی ہونے کے لئے کافی ہے۔''

یہ محض قادری صاحب کی علمی خیانت اور دھوکہ دہی ہے۔ورنہ امام ابن تیمیہؒ نے اس من گھڑت حدیث کی خوب خبر لی ہے۔چنانچہ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ اس روایت کے باعث حاکم پر سخت اعتراض کیا گیا ہے۔کیونکہ حاکم خود اپنی کتاب ''المدخل فی معرفة الصحیح من السقیم'' میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن زید اپنے باپ کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔اور یہ امر کسی سے بھی مخفی نہیں کہ یہ روایت عبدالرحمن نے وضع کی ہے کیونکہ عبدالرحمن تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور یہی بات ابن الجوزی نے تحریر کی ہے۔بلکہ ابن المدینی اور ابن سعد نے تو اسے انتہائی ضعیف کہا ہے۔''(القاعده الحلیله فی التوسل والوسیله صفحه ۶۹)

اس لئے قادری صاحب کی یہ دھوکہ دہی کہ امام ابن تیمیہؒ نے اسے نقل کیا ہے، یہ حوالہ دینا اور امام صاحب نے جو اس کی خبر لی ہے اسے چھپانا صریح بددیانتی اور علمی خیانت ہے۔صرف نقل کرنے سے اسے تسلیم اور اس کے صحیح ہونے کا معیار اور جواز بھی عجیب ہے، محض نقل سے استدلال صحیح نہیں۔نقل تو

تنقید کیلئے بھی کی جاتی ہے جیسا کہ زیرِ نظر کتاب میں ہم نقل کر رہے ہیں۔ لہٰذا قادری صاحب کا حدیث کو نقل کرنا اور اس کی حیثیت کو بیان نہ کرنا قادری صاحب کی بہت بڑی علمی خیانت ہے اور حضرت آدمؑ جن کلمات کا وسیلہ لے کر اپنے گناہوں کے طالب ہوئے تھے، اس کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ تمام احتمالات تو اس وقت پیدا ہو سکتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی وضاحت نہ کی ہوتی۔ جبکہ قرآن کریم میں حضرت آدمؑ کی دعا مذکور ہے کہ " ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین "(الاعراف - ۲۳)

اے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور رحم نہ کریں گے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

حضرت عثمان بن حنیف کا واقعہ المعروف حدیث ضریر:-

طاہر القادری صاحب علمی خیانت کے مرتکب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں دعا کے یہ کلمات تلقین فرمائے۔

"اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ انی قد توجھت بک انی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضیٰ اللھم فشفعہ فی"

(سنن ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد بن حنبل، المستدرک حاکم صحیح ابن خزیمہ)

اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اور تیری طرف حضرت محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ پوری ہو جائے، اے اللہ میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

(عقیدہ توسل صفحہ ۳۱، ۳۲)

جواب:- قادری صاحب نے پہلی علمی خیانت تو یہ کی کہ ایک سخت ضعیف بلکہ موضوع حدیث کے متعلق یہ لکھا کہ "ایک صحیح حدیث میں ہے" حالانکہ حدیث کے معمولی طالبعلم بھی جانتے ہیں کہ اس حدیث کی کیا

اہمیت وحیثیت ہے۔(۱)اس روایت میں ابوجعفر الرازی ہے۔
امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ مشہور راویوں سے سن کر شدید ضعیف حدیثیں بیان کرتا ہے۔حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک ابوجعفر الرازی کا حافظہ انتہائی کمزور ہے۔(تهـذيب التهذيب جلد ۱۲ صفحه ٥٦، ٥٧)

(۲) اس حدیث کا تمام دارومدار ابوجعفر پر ہے۔اس ابوجعفر سے متعدد راویوں نے بیان کیا ہے۔اسی واقعہ کو جب شعبہ اور حماد بن سلمہ اپنے استاد ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں تو ان کے شیخ کا نام عمارۃ بن خزیمہ بتلاتے اور جب ابوجعفر کے دوسرے شاگرد ہشام الدستوائی اور روح بن قاسم ان سے حدیث بیان کرتے ہیں تو ان کے استاد کا نام امامہ بن سہل بتاتے ہیں۔یہ اختلاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابوجعفر نے اس حدیث کو ضبط نہیں کیا۔اور جب ضبط حدیث ہی مشکوک ٹھہرا تو حدیث پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

(۳) مذکورہ بالا بحث محض سند حدیث سے متعلق ہے،متن کے لحاظ سے بھی یہ حدیث کئی وجوہ سے محل نظر ہے،لہٰذا ایسی حدیث کو صحیح کہنا قادری صاحب کے علم اور فہم کو ہی زیب دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور گزشتہ انبیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا:-

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ایک صحیح حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے خود اپنی ذات اور انبیاءؑ کے وسیلے سے دعا فرمائی۔حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قبر میں رکھا اور یہ دعا فرمائی۔"اللہ یحیی ویمیت وھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمة بنت اسد ولقنها حجتها ووسع علیها مدخلها بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الرحمین"(عقیدہ توسیل صفحہ ١٤٦، ١٤٧)

جواب: قادری صاحب کی فطرت ثانیہ ہے کہ وہ موضوع اور منکر حدیث کو بھی صحیح حدیث کہہ دیتے ہیں، یہ

صحیح ہے کہ قادری صاحب بہت بڑے خائن ہیں، مگر یہ بات بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ موصوف فہم حدیث میں انتہائی جاہل بھی ہیں جو قادری صاحب کے نزدیک صحیح حدیث ہے، اب اس کا حال سنئے۔

(۱) اس حدیث کو عاصم سے سفیان ثوری نے روایت کیا ہے جبکہ روح بن صلاح اس حدیث کو بیان کرنے میں منفرد اور تنہا ہیں۔ بعینہ امام ابونعیم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہی کچھ فرمایا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ صفحہ ۱۲۱)

جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث صرف ایک سند سے مروی ہے اور اس کا دارومدار سفیان اور روح بن صلاح پر ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی معجم اوسط میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

''لم یروی ھذا الحدیث عن عاصم الا سفیان تفرد بہ روح بن صلاح ''(معجم الطبرانی الاوسط جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)

(۲) روح بن صلاح ضعیف اور منکر الحدیث (جس کی روایات انتہائی ضعیف ہوں) راوی ہے۔ علمائے محققین جیسے امام الدارالقطنی، حافظ ابن عدی، امام ذہبی، حافظ ابن حجر اور امام ہیثمی وغیرہ نے اسے ضعیف اور عجیب وغریب حدیثیں بیان

کرنے والا لکھا ہے۔ (**الکامل فی الضعفاء جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۵، المغنی فی الضعفاء للذھبی جلد ۱ صفحہ ۳۳۳، کتاب الضعفاء للمتروکین لابن جوزی جلد ۱ صفحہ ۲۸۷، لسان المیزان لابن حجر جلد ۲ صفحہ ۴۶۵**)

مگر افسوس ایسے نام نہاد ''علامہ، پروفیسر، نابغہ عصر، مجتہد العصر'' پر جو اس معروف خبر سے لاعلم ہیں۔

(۳) امام طبرانی اور اصفہانی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام سفیان ثوری کے شاگردوں میں سے کسی نے بھی یہ حدیث بیان نہیں کی ہے اس لئے بھی اصول حدیث کی بنیاد پر یہ حدیث منکر (انتہائی ضعیف) ہوگی کیونکہ اگر کسی محدث کے شاگرد کثرت سے ہوں اور اس کی حدیثیں چاروں طرف پھیل گئی

ہوں پھر اگر اس سے کوئی غیر معروف شاگرد خواہ وہ بنفسہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو، ایسی حدیث بیان کرتا ہے جسے اس کے مشہور اور بڑے شاگرد بیان نہیں کرتے تو وہ حدیث نا قابل قبول ہوتی ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۷)

(۴) یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کے شاگردوں کی فہرست میں روح بن صلاح نامی کوئی شاگرد ہی نہیں اور نہ ہمارے پاس موجود کتب رجال میں روح کے اساتذہ میں امام سفیان کا ذکر ہے۔ بلکہ امام ابن حبان نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ وہ صرف مصریوں سے روایت کرتا ہے اور اہل مصران سے روایت کرتے ہیں۔ (الثقات لابن حبان جلد ۸ صفحہ ۲۴٤، لسان المیزان لابن حجر جلد ۲ صفحہ ٤٦٦)

جبکہ امام سفیان ثوریؒ کوفی ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب وغیرہ)

(۵) یہ امر بھی قابل غور ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی (ایضا) جبکہ روح بن صلاح کا انتقال ۲۳۳ھ میں ہوا۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۸، لسان المیزان جلد ۳ صفحہ ۴۶۵)

یعنی دونوں کی وفات میں ستر سال سے زائد کا فاصلہ ہے، اس لئے کچھ بعید نہیں کہ یہ سند ہی منقطع ہو۔ مذکورہ امور کو سامنے رکھ کر یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے یہ حدیث شدید ضعیف ہے،

خیبر کے یہود کا رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ لینا:۔

قادری صاحب نے ایک طویل بحث میں بزعم خود یہ ثابت کیا ہے کہ یہود نبی اکرم ﷺ کو آپ کی بعثت سے قبل بطور وسیلہ پیش کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں قادری صاحب پہلے تو قرآن کریم کی آیات سے غلط استدلال کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں قرآن کریم سے البقرۃ ۲-۸۹ نقل کرتے ہیں اور پھر انتہائی ضعیف بلکہ موضوع حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔

(دیکھئے عقیدہ توسل صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۹)

(۱) ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس حدیث کا دارومدار عبدالملک بن ہارون بن عنترہ پر ہے اور عبدالملک اور ان کے باپ جھوٹے اور غیر معتبر راوی مشہور ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں گھڑ کر بیان کرتے تھے۔ امام حاکم نے اپنی کتاب المدخل میں ان کے بارے میں لکھا کہ "یہ اپنے والد سے گھڑی ہوئی حدیثیں بیان کرتا تھا۔" (المدخل جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک حاکم میں نقل ضرور فرمایا ہے، مگر ساتھ ہی وضاحت فرمادی ہے کہ "تفسیر کے بیان میں ضرورت کے تحت اس حدیث کی تخریج کی گئی ہے۔" (اگرچہ یہ من گھڑت ہے)

(۲) مگر امام ذہبی کو یہ بھی پسند نہیں کہ ایک من گھڑت روایت نقل کی جائے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "لا ضرورۃ فی ذلک فعبد الملک متروک ھالک"

(تلخیص المستدرك جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

اس حدیث کے بیان کی کوئی ضرورت ہی نہیں کیونکہ عبدالملک متروک اور ہالک ہے۔

متروک اور ہالک وغیرہ الفاظ اس راوی کے لئے استعمال ہوتے ہیں جو انتہائی گھٹیا درجے کا ہو۔

(میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۱، مقدمہ تقریب صفحہ ۷٤)

(۳) حافظ ابن حجرؒ کا لہجہ اور بھی سخت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس راوی کو یحیٰی بن معین کذاب اور جھوٹا کہیں، صحیحین میں استدراک کیلئے اس حدیث کے اخراج کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے یہ تو گھٹیا درجے کا بہانہ ہے۔" (الدعا ومنزلہ جلد ۲ صفحہ ٦٨٨)

(استدراک کے معنی کسی ادھورے کام کو پورا کرنا ہے، امام الحاکم کی کتاب کا نام المستدرک ہے، اس کتاب میں یہ اصول ہے کہ صحیح بخاری کے معیار کی جو حدیثیں ان میں بیان ہونے

سے رہ گئی ہیں، انہیں اپنی کتاب میں جمع کردوں گا۔)

(۴) سورۃ بقرۃ ۸۹ کی صحیح تفسیر کے لئے مناسب اور صحیح بات صرف اتنی ہے۔علی ازدی سے منقول ہے کہ یثرب (مدینہ) کے یہود ہمارے مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے۔"اللھم البعث ھذا النبی یحکم بیننا وبین الناس" (بدائع الفوائد از مسند بزاز)

اے اللہ اس نبی موعود کو مبعوث فرما جو ہمارے اور لوگوں (مشرکوں) کے درمیان حق کا فیصلہ دے تو اس کی مزید تائید تفسیر طبری میں مشہور انصاری تابعی عاصم بن عمر بن قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا بیان ہے کہ یہ آیت ہمارے اور یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جاہلیت میں ایک زمانے تک ہم یہود کو مغلوب وذلیل کیئے رہے۔اس وقت ہم لوگ اہل شرک کہلاتے تھے اور یہود اہل کتاب تھے۔وہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ اب ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آ گیا ہے جب وہ آئیگا تو ہم اس کی اتباع کریں گے لیکن نبی اکرم ﷺ کی بعثت قبیلہ بنو اسرائیل کی بجائے قبیلہ قریش میں ہوئی تو ہم لوگوں نے بڑھ کر آپ کی اتباع کرلی۔اور یہود نے حسب ونسب کے چکر میں آکر آپ ﷺ کا انکار کردیا،جس پر یہ آیت (بقرہ ۸۹) نازل ہوئی۔

(تفسیر جامع البیان جلد ۱ صفحہ ۲ ۵ ۴، ۴۵۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

رسول اللہ علیہ ﷺ سے محبت نیک عمل ہے، سے استدلال:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "محبت بھی ایسا صالح عمل ہے جس کا اجر محبوب کی قربت ہے، محبت کے عمل صالح ہونے پر خود حدیث کے الفاظ شاہد ہیں .... ۔(پھر ترمذی کے حوالہ سے ایک ضعیف روایت پیش کرتے ہیں یعنی) نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی بجائے محبت رسول کافی ہے۔

(دیکھئے عقیدہ توسل صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹)

(۱) اس میں شبہ نہیں کہ نیک عمل کو بطور وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے مگر جو اس وقت اختلافی مسئلہ

ہے، یعنی شخصیت کا وسیلہ اس سے اس بات کا کیا تعلق ہے؟ اور اس کے ثبوت میں یہ بات نقل کرنے میں کیا تک ہے، بس دھوکہ دینا قادری صاحب کی فطرت ثانیہ ہے اور پھر جو حدیث نقل کی ہے کہ اعمال صالحہ کی بجائے محبت رسول ہی کافی ہے۔ یہ بھی غلط۔ پہلے تو یہ حدیث قرآن وحدیث کے مخالف ہے اور پھر احناف کے اصول کے مطابق یہ جواز صحیح نہیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کی محبت خالی نام جپنے کا نام نہیں، محض عقیدت کا دعویٰ اور میلاد منا لینا، محبت رسول نہیں، اپنے من گھڑت درود پڑھ کر یہ سمجھنا کہ یہ محبت رسول ہے، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ'' اطاعت رسول ﷺ ہی محبت رسول ﷺ ہے۔ یہ عجیب بات ہے اور کیسا دھوکہ ہے کہ دعویٰ محبت رسول کا اور اطاعت اپنے خودساختہ آئمہ کی اور حدیث کے مقابلہ ترجیح فقہ حنفی کو؟ اسے محبت رسول کا نام دیں یا دھوکہ اور فراڈ؟ قادری صاحب کا یہ دعویٰ عبث ہے کہ وہ محبّ رسول ﷺ ہیں کیونکہ قادری صاحب نے جس قدر جھوٹ رسول اللہؐ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ اس صدی میں ان سے بڑا کوئی خائن، کذاب اور مفتری ہماری نظر سے نہیں گذرا اور پھر محبت رسول ﷺ کو شخصی وسیلہ کا ثبوت بنا کر پیش کرنا اور عوام الناس کو دھوکہ دینا قادری صاحب کے لئے معمولی بات ہے

حدیث عرض اعمال سے استدلال:-

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''حضور نبی اکرم ﷺ کی دعا اور استغفار امت کے حق میں جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں قابل اطلاق تھی، اسی طرح بعد از وصال بھی آپ ﷺ کا یہ عمل اسی طرح جاری رہے گا اور اس میں کسی بھی لمحے انقطاع ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ '' حیاتی خیر لکم تحدثون لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رایت

من شر استغفرت الله لكم"(مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ٢٤)

میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہے، کیونکہ تم حدیثیں سنتے سناتے ہو، اور میری وفات بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ (میری قبر میں) تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ چنانچہ اگر نیکیاں دیکھوں گا تو اللہ کا شکر بجالاؤں گا اور اگر برائیاں دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کرونگا۔(کتاب الوسیلہ صفحہ ١٢٢)

(۱) یہ حدیث بھی سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کے ایک راوی عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد پر محدثین نے کلام کیا ہے، حتیٰ کہ امام ابن حبان نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اس کا ذکر کتاب الضعفاء میں کیا ہے۔(الکامل فی الضعفاء جلد۵ صفحہ ١٩٨٢، المجروحین جلد۲ صفحہ ١٦٠، الضعفاء والصغیر صفحہ ٢٣٩٩)

(۲) زیر بحث حدیث کو عبدالمجید نے حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت کیا ہے اور جن ابتدائی جملوں کے ساتھ عبدالمجید نے حدیث بیان کی ہے اس سیاق کے ساتھ سفیان ثوریؒ کے دس شاگردوں نے بھی حدیث روایت کی ہے جن میں عبدالرحمٰن بن مہدی، ابن القطان، عبداللہ بن مبارک، وغیرہم جیسے بڑے بڑے امام بھی شامل ہیں، لیکن کسی نے بھی ابتدائی جملوں کے بعد اگلے اضافے کا ذکر نہیں کیا جو عرض اعمال کے متعلق ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے، الدعا ومنزلته من العقیده الاسلامیه جلد ۲ صفحہ ٧٦١) (لہٰذا معلوم ہوا کی صحیح حدیث صرف اس قدر ہے کہ "حیاتی خیرلکم تحدثون لکم ووفاتی خیرلکم" اس سے آگے کا اضافہ من گھڑت ہے اور اس اضافے کو بیان کرنے میں عبدالمجید تنہا ہیں، اس لئے یہ حدیث مصطلحات کے اعتبار سے شاذ ہوگی جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

(۳) امام بزاز نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مذکورہ علت و کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

(کشف الاستار جلد ۲ صفحہ ۴۰۲، البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۱)

(۴) بالفرض اگر عبدالمجید کو ثقہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی ان کی بیان کردہ حدیث صحت کے سب سے نچلے درجے کی ہوگی کیونکہ حافظ ابن حجرؒ نے عبدالمجید کے بارے تمام متقدمین کے کلام کا خلاصہ یوں نقل کیا ہے۔ " صدوق یخطئی و کان مرجئا" (تقریب التہذیب)

"سچے تو ہیں غلطیاں کرتے تھے اور عقیدہ کے لحاظ سے فرقہ مرجئیہ سے تعلق رکھتے تھے اور "صدوق یخطئی" سب سے ہلکے درجے کی توثیق ہے۔" (مقدمہ التقریب صفحہ ۷۴)

علماء کے نزدیک ایسے راوی کی حدیث اس وقت قابل قبول ہوگی جبکہ ثقات کی موافقت میں ہو، جبکہ یہ صریح مخالفت میں ہے اور پھر فرقہ مرجئیہ کا جو حال سید عبدالقادر جیلانیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد بھی اس روایت کو عقیدے جیسے اہم مسئلہ پر بطور دلیل پیش کرنا اور پیر صاحب کی طرف نسبت کرنے والے قادریوں کا پیش کرنا عجیب بات ہے۔ جبکہ عبدالمجید مرجئی تھے اور اپنے عقیدہ میں سخت تھے اور اپنے مذہب مرجئیہ کے مبلغ تھے اور یہ حدیث ان کے مذہب کی تائید بھی کرتی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے۔ (سلسلۃ الاحادیث ضعیفۃ الالبانی صفحہ ۹۷۵، الدعا ومکانتہا جلد ۲ صفحہ ۷۵۹، ۷۸۱)

سائلین کے توسل سے استدلال:-

قادری صاحب سنن ابن ماجہ اور مسند احمد بن حنبل کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ "حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے اور یہ دعا مانگے کہ "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے سائلین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے (نماز کی طرف اٹھنے والے) اپنے قدموں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ بے شک میں نہ کسی برائی کی طرف چل پڑا ہوں، نہ تکبر اور غرور، نہ دکھاوے اور نہ کسی دنیاوی شہرت کی خاطر نکلا ہوں، میں تو صرف

تیری ناراضگی سے بچنے کیلئے اور تیری رضا کو حاصل کرنے کیلئے نکلا ہوں، بس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے، میرے گناہوں کو بخش دے، بے شک تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت طلب کرتے ہیں۔" (عقیدہ توسل صفحہ ۱۵۰)

جواب: حسن اتفاق اس حدیث کا مرکزی راوی فضیل بن مرزوق کوفی ہے جو شیعہ ہے، اہل تشیع میں مشہور شخصیت ہے۔ یہ شخص حضرت علیؓ اور حضرت علیؓ کے اہل بیت میں من گھڑت حدیثیں بیان کرتا تھا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی روایت بہت منکر ہوتی ہے۔ یہ عطیہ سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۳۶۲)

لہٰذا شیعہ ہونے کے ناطے سے ہی اس حدیث کا اعتبار نہیں پھر یہ تو موضوع روایات بھی نقل کرتا ہے البتہ شیعوں کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے اور قادری صاحب پس پردہ کیا ہیں ------

توسل مصطفےٰؐ سے بارش کا نزول:-

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "امام دارمی ابوالجوزا اوس بن عبداللہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے (اپنی دگرگوں) کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ حضورﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف سے اس طرح کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پس بہت زیادہ بارش ہوئی، حتیٰ کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ جائیں گے لہٰذا اس سال کا نام عام الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال) رکھ دیا گیا۔" (عقیدہ توسل صفحہ ۲۳۲)

جواب: اس روایت میں متعدد کمزوریاں ہیں۔

۱۔ ابوالجوزا سے روایت کرنے والے راوی عمرو بن مالک اور ان کی روایت ابوالجوز سے منکر اور غیر محفوظ ہے۔(التهذیب جلد ۱ صفحه ۳۸٤)

۲۔ ابوالجوزا اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں حالانکہ ابوالجوزا کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت ہی نہیں۔ جب حضرت عائشہؓ سے سماع ہی ثابت نہیں جیسا کہ امام بخاریؒ جیسے نقادفن نے بتلایا ہے کہ ان کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ"في اسناده نظر"(الکامل الضعفاء جلد ۱ صفحه ٤٠٢، التهذیب جلد ۱ صفحه ۳۸٤، میزان الاعتدال جلد ۱ صفحه ۲۹، التاریخ الکبیر جلد ۳ صفحه ۱۷)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت نہ صرف انتہائی ضعیف بلکہ منقطع بھی ہے۔

۳۔ عمرو بن مالک سے اس قصہ کو سعید بن زید نے روایت کیا ہے اور آئمہ کے نزدیک سعید بن زید بھی ضعیف راوی ہیں۔(الکامل جلد ۳ صفحه ۲۱۱۲، میزان الاعتدال جلد ۲ صفحه ۱۲۸، التهذیب جلد ٤ صفحه ۳۳)

۴۔ سعید بن زید سے اس قصہ کو ان کے شاگرد ابوالنعمان محمد بن الفضل نے روایت کیا ہے، جن کا لقب عارم ہے۔اگرچہ یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں لیکن آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ امام دارمی نے ان سے حافظہ بگڑنے سے پہلے روایت لی ہے یا بعد میں۔اس لئے اس روایت کے چوتھے راوی کی روایت بھی مقبول نہ ہوگی۔(الاغتباط صفحه ۲۳، التوسل صفحه ۱۲۸-۱۲۹)

۵۔ امام ابن تیمیہؒ نے نا قابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ شریفہ میں جس میں رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا گیا تھا، ولید بن عبدالملک

کے زمانہ تک کوئی روشن دان نہ تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی، کیونکہ گھر کا آدھا حصہ کھلا تھا اور آدھے حصے پر چھت تھی، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ من گھڑت ہے۔

۶۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ وکیل شرک نے جس روایت کا سہارا لیا ہے، اس پوری عبارت میں کہیں بھی وسیلہ کا سرے سے ذکر ہی موجود نہیں۔ اور نہ ہی کسی بھی شکل میں اسے وسیلہ کے لئے دلیل کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ قادری صاحب کو اگر اس من گھڑت قصہ کو بطور دلیل پیش کرنا ہی تھا تو قبر نبوی سے برکت کے حصول میں پیش کرتے نہ کہ وسیلہ کے سلسلے میں۔

۷۔ اول تو یہ قصہ من گھڑت ہے، دوسرا یہ کہ یہ حدیث نہیں اور یہ عمل ایک صحابی سے منسوب کیا گیا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اس کی حالت انتہائی نازک ہے۔ تار عنکبوت سے بھی ابتر ہے، اس لئے اس سے کسی عقیدہ سے متعلق مسئلہ پر استدلال محض وکیل شرک و بدعت کی جسارت تو ہو سکتی ہے۔ صاحب عقل و خرد اس سے بری الذمہ ہیں۔

حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کا وسیلہ لینا:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعا طلب کی تو فرمایا کہ '' اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا''

اے اللہ! ہم اپنے نبی کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے پس تو ہم کو سیرابی بخش دیا کرتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں پس ہم کو (ان کے وسیلہ سے) سیراب کر دے۔

(عقیدہ توسل صفحہ ۳۴۲-۳۴۳)

جواب: ہم گزشتہ صفحات میں وضاحت کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ان سے دعا کرواتے اور ان کی دعا کا وسیلہ لیتے اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت

عباسؓ کی دعا کو وسیلہ بنایا، جس سے وکیل شرکت و بدعت محض دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے نبی ﷺ کی ذات کا وسیلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر قادری صاحب کا حال یہ ہے کہ

جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ

قادری صاحب کی اس اپنی ہی نقل کردہ دلیل سے پہلے تو یہ ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے وفات پائی، پھر یہ ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد انہیں وسیلہ بنانا، اگر جائز ہوتا تو پھر حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ سے دعا نہ کرواتے اور تیسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ بعد وفات نبی نہیں سنتے اور نہ ہی مختار کل ہیں۔ اسی لئے آپ کی ذات کا وسیلہ نہیں لیا گیا اور نہ آپ کی قبر مبارک پر جا کر مدد مانگی۔ اسی لئے تو حضرت عباسؓ کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ یہ واقعہ نہ صرف قادری کے دیگر دلائل کا رد ہے۔ بلکہ ہمارے موقف کی عمدہ اور اعلیٰ دلیل ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

علمی خیانت نمبر۷۹:- اس کے بعد ہم حضرت عباسؓ کی دعا کا ذکر بھی قادری صاحب کے حوالے سے کرتے ہیں۔ قادری صاحب لکھتے ہیں کہ پھر حضرت عباسؓ نے یہ دعا وسیلہ فرمائی۔ "اللهم انه لم ينزل بلاء الا بذنب ولم يكشف الا بتوبة وقد توجه القوم بي اليك تمكاني من نبيك وهذه ايدينا اليك التوبة فاسقنا الغيث" (المستدرك للحاكم)

اے اللہ گناہ ہی کی وجہ سے بلاء و تکلیف نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی اس بلاء کو اٹھاتی ہے۔ اور لوگوں نے مجھے تیری بارگاہ میں اس تعلق کیوجہ سے جو میرا، تیرے نبی کے ساتھ ہے وسیلہ بنایا ہے اور ہمارے یہ ہاتھ گناہوں کی طرف لتھڑے ہوئے تیرے سامنے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ جھکی ہوئی ہیں، پس ہم کو بارش دے۔

(عقیدہ توسل صفحہ ۳۴۴،۳۴۵)

قادری صاحب کی علمی خیانت:-

قادری صاحب کی نقل کردہ عربی عبارت غور سے پڑھئے۔ عربی عبارت میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ وسیلہ کیا جا سکے۔ بس قادری صاحب کو پچر لگانے کی عادت ہے اور وہ عادت سے مجبور ہیں۔ نیک آدمی سے دعا کروانا جائز ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اور حضرت عمرؓ کا یہ فعل اور پھر حضرت عباسؓ کے یہ دعائیہ کلمات ہمارے موقف کی تصدیق کرتے ہیں اور قادری کے موقف کی واضح مخالفت۔

قادری صاحب کا دھوکہ اور علمی خیانت:-

قادری صاحب اپنے خودساختہ وسیلہ کے سلسلہ میں ابوداؤد میں موجود ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں مگر اس حدیث کو نقل نہیں کرتے کیونکہ اگر قادری صاحب ایسا کرتے تو ان کے من گھڑت عقائد کی عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی اور دکیل شرک و بدعت کی بحث ''عقیدہ توسل'' نامی کتاب محض اس ایک حدیث سے غرق اور برباد ہو جاتی۔ اس لئے موصوف نے اس حدیث کا حوالہ تو دیا مگر اپنی کتاب میں جگہ نہ دی۔ جو سخت علمی خیانت اور کتمان حق ہے، اب ہم ابوداؤد سے وہ حدیث درج کرتے ہیں۔

''عن جبیر ابن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه عن جده قال: اتی النبی ﷺ اعرابی فقال یا رسول الله ﷺ جهرت الانفس وضاع العیال ونهکت الا موال فاستسق لنا فانا نستشفع بک علی الله ونستشفع بک علی الله ونستشفع بالله علیک فقال النبی ﷺ فما زال یسبح حتیٰ عرف ذلک وجوه اصحابه ثم قال ویحک انه لا یستشفع بالله علی احد من خلقه شان الله اعظم من ذلک ویحک اتدری ماالله؟ ان عرشه علی سما واة کهکذا وقال باصبعه وان لیء به اطیط الرحل

بالرواکب"

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! لوگوں کو سخت امتحان کا سامنا ہے۔ بچے ضائع ہو گئے، مال برباد ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے بارش کی دعا کیجئے۔ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی بناتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہو، معلوم ہے تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کے چہروں پر ناگواری معلوم ہونے لگی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس اللہ تعالیٰ کو اس کی کسی مخلوق کے پاس سفارشی نہیں بنایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے تجھ پر افسوس ہو، کیا جانتے ہو کہ اللہ کی شان کیا ہے؟ اس کا عرش آسمانوں کے اوپر قبے کی طرح ہے وہ اس طرح چڑ چڑاتا ہے جیسے کجاوا (زین) سواری کے بوجھ کی وجہ سے آواز کرتا ہے۔

توجہ طلب باتیں:۔

قادری صاحب بذات خود لکھتے ہیں کہ "یہ معلوم ہونا چاہئے کہ دعاؤں کی قبولیت میں وسیلہ شرط نہیں مگر مفید اور کارگر ضرور ہے۔" (عقیدہ توسل صفحہ ۳۱)

۲۔ قادری صاحب لکھتے ہیں "اگر کوئی شخص متوسل بہ کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ وہ بذات خود اللہ جل شانہ کی طرح نفع و نقصان کا مالک ہے تو وہ شخص اس گمراہ کن عقیدے کے باعث ایمان سے خارج ہو جائے گا۔" (عقیدہ توسل صفحہ ۲۶)

۳۔ قادری صاحب لکھتے ہیں "قبولیت دعا کے باب میں کوئی ضروری و لازمی امر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دعا قبول کرنا محض توسل ہی پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "واذا سالک عبادی عنی فانی قریب" اور (حبیب) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا

کریں کہ) میں نزدیک ہوں۔" (عقیدہ توسل صفحہ ۲۶-۲۷)

قادری صاحب کے یہ حوالے نقل کرنے کے بعد ہم دردول سے گذارش کرینگے کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے، اور اللہ تعالیٰ کا دعا قبول کرنا محض توسل ہی پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ غفور رحیم بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے زیادہ محبت اپنے بندوں سے کرتا ہے پھر عقیدہ جیسے اہم معاملہ پر غیر مشروعہ وسیلہ کا فائدہ؟ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وسیلہ بدعت اور شرک بھی ہے۔ قیامت کے دن نبی اور بدعتی کے درمیان رکاوٹ حائل کر دی جائے گی اور نبی ﷺ فرمائیں گے کہ مجھ سے دور ہو جاؤ اور شرک کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ " لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لم یشآء" لہٰذا، ایک ایسا عمل جو کسی ایک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ انبیاء کا یہ طریقہ کار، نہ اصحاب پیغمبر کا یہ رستہ، حتیٰ کہ فقہ حنفی میں مروجہ وسیلہ کا رد موجود ہے۔ پھر محض روایت پرستی پر عمل پیرا ہو کر اور مشروع وسیلہ کو چھوڑ کر غیر مشروع وسیلہ پر عمل پیرا ہونا کتنی بڑی نادانی ہے کہ جائز عمل کو چھوڑ دیں اور ناجائز عمل کو اپنا کر مشرک اور بدعتی بھی بنیں۔ اس طرح اپنی ابدی زندگی کو جہنم کا ایندھن بنائیں۔

۲۔ صحابہ کرامؓ پر کیسے کیسے وقت آئے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو فتنہ ارتداد کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عمرؓ کو قحط سالی کی مصیبت نے گھلایا اور آپ کے دور خلافت میں ہر محاذ پر جنگ لڑی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف مدینہ میں باغیوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ باغیوں کے حصار کو توڑ کر بھی حضرت عثمانؓ مسجد نبوی میں آئے ضرور، مگر کبھی قبر نبوی پر جا کر دعا کی درخواست نہیں کی۔ جنگ جمل وصفین کی وہ کون سی مصیبت ہے جس سے امت دوچار نہیں ہوئی۔ مگر مدینہ جا کر قبر نبوی پر کسی نے درخواست نہیں کی، کسی کی ذات کو وسیلہ نہیں بنایا۔ حضرت علیؓ اپنے دور خلافت میں ایک بار بھی مدینہ نہیں آئے، بلکہ حج کے لئے بھی حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو امیر حج بنا کر بھیجا وہ لوگوں کو حج کرا کے مکہ سے بصرہ چلے گئے اور

ایک بار بھی مدینہ نہیں گئے حالانکہ عبداللہ بن عباس حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے، جید صحابہ کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے اور آپ بڑے صاحب علم تھے لیکن وہ ایک بار بھی مدینہ نہیں گئے۔ اگر قبر نبوی سے توسل جائز ہوتا تو صحابہ کرام اس مقصد کیلئے حاضر ہوتے۔ صحیح حدیث کے مقابلہ میں چند ضعیف اور من گھڑت روایتوں پر عمل کرنا (جو لوگوں نے محض شکم پُری کیلئے گھڑ رکھی ہیں) عقلمندی نہیں۔ نیک عمل اور دعا کے علاوہ صحیح حدیث سے اور کچھ ثابت نہیں۔ اور ہماری اس بحث سے جاہل قادری کے من گھڑت عقیدہ شفاعت کی قلعی بھی خوب کھل گئی اور اچھی طرح واضح ہو گیا کہ کسی کی جرات نہیں کہ وہ اللہ کے سامنے کسی کا سفارشی بن کے جائے، البتہ جن لوگوں کو اللہ خود اجازت دے اور جن لوگوں کیلئے شفاعت مقدر کی جا چکی ہے، یعنی جو لوگ مشرک اور بدعتی نہیں ان کی شفاعت حضور ﷺ اللہ کے اذن سے فرمائیں گے۔

☆☆☆

"ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی" کے سلسلے میں قادری صاحب کا شرکیہ استدلال

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی (آیت:۵۶ سورۃ الاحزاب)

اس آیت کے تحت قادری صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت سے نبی ﷺ پر درود و سلام (رحمتیں و برکتیں) بھیج رہا ہے جب سے اللہ تعالیٰ موجود ہے اور جس ذات پر درود و سلام بھیج رہا ہے وہ ذات بھی اسی وقت سے موجود ہے۔

اس سلسلے میں قادری صاحب نے کوئی دلیل یا ثبوت پیش نہیں کیا۔ ہر مسئلہ کی شرکیہ انداز سے تشریح کرنی قادری صاحب کی خصلت ہے۔ قادری صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ موجود ہے اسی وقت سے نبی ﷺ بھی موجود ہیں۔ موجود ہونے کے حوالے سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

قادری صاحب اس آیت مبارکہ کا یہ شرکیہ مفہوم نکالنے سے پہلے یہ بھول گئے کہ اس قسم کی جو دیگر آیات ہیں اگر ان کا بھی یہی مفہوم لیا جائے تو پھر تو تمام مومن اس وقت سے موجود ہیں جب سے اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ مثلاً هو الذی یصلی علیکم و ملئکته (آیت:۴۳ سورۃ الاحزاب) وہی ہے جو تم پر رحمتیں

بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے ۔ بقول قادری صاحب اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب سے موجود ہے اسی وقت سے رحمتیں بھیج رہا ہے اور جن پر رحمتیں بھیجی جا رہی ہیں یعنی مومنین وہ بھی اسی وقت سے موجود ہیں۔

یا مثلاً ان اللّٰہ بالناس لرء وف رحیم اللہ تعالیٰ انسانوں پر بہت رؤف و رحیم ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب سے اللہ تعالیٰ موجود ہے اسی وقت سے وہ انسانوں پر رؤف اور رحیم ہے اور جن پر یا جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے یعنی انسان وہ بھی اسی وقت سے موجود ہیں۔

☆☆☆

ایک قرآنی آیت سے طاہر القادری کا شرکیہ استدلال:

یحلفون باللہ لکم لیرضو کم و اللہ و رسولہ احق ان یرضوہ ان کانو مومنین

(آیت: ۶۲ سورۃ توبہ) مومنو! محض خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایماندار ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔

لفظی ترجمہ: اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ اس کو راضی کیا جائے۔

تشریح: پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف (بریلوی) اپنی تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ: ۲۲۶ پر اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ نحوی قاعدہ کے مطابق یرضوھما ہونا چاہیے تھا کیونکہ مرجع اللہ اور اس کا رسول ﷺ دو ہیں اس لئے ضمیر بھی تثنیہ کی ہونی چاہیے تھی واحد کی ضمیر ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا دو الگ الگ نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہے جس پر اللہ راضی اس پر اس کا رسول ﷺ بھی خوش اور جس پر اس کا رسول ﷺ راضی اسے اللہ کی رضامندی بھی میسر ہے۔ یہاں قادری صاحب یہ شرکیہ مفہوم نکال رہے ہیں کہ چونکہ واحد کی ضمیر ذکر کی گئی ہے کہ اس کو راضی کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ وجود کے اعتبار سے ایک ہی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں اس لئے واحد کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔

حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی ایک ہی ہے جس پر اللہ راضی اس پر اس کا رسول ﷺ بھی راضی جس پر اس کا رسول ﷺ راضی اس پر اللہ بھی راضی جس طرح کہ اطاعت کے معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ایک ہی ہے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے اس کی بہترین وضاحت کی ہے اس کے علاوہ دیگر کئی تفاسیر میں یہی مفہوم ج ہے۔ایک بریلوی عالم دین علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب کی تفسیر فیوض الرحمٰن روح البیان میں بھی یہ کر ہے کہ ہ کی ضمیر اللہ کی طرف بھی ہو سکتی ہے اور اس کے رسول کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ حس طرح صحابہ کرام کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے تابع ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی رضامندی اللہ کی رضامندی کے تابع ہے۔دونوں کی رضامندی ایک ہی ہے البتہ اصل رضامندی اللہ کی رضامندی ہے اس کی وضاحت قرآن پاک کی دیگر کئی آیات سے ہوتی ہے مثلاً سورۃ توبہ آیت:۹۶ ترجمہ: یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا یعنی جب تک اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو اس وقت تک بات نہیں بنے گی محض تمہارا راضی ہو جانا کافی نہیں ہے یا مثلاً **عبس و تولیٰ**۔اس معاملے میں بھی اللہ کی رضامندی کچھ اور تھی اور رسول اللہ ﷺ کی رضامندی / خواہش کچھ اور تھی۔یہاں بھی اللہ کی رضامندی کو رسول اللہ ﷺ کی رضامندی پر فوقیت حاصل ہے گو کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش بھی نیک مقصد کیلئے تھی۔

یہ سب قادری صاحب کے دھوکے، فریب اور علمی خیانتیں ہیں۔

اگر پھر بھی قادری صاحب کی تسلی نہ ہو تو اس آیت مبارکہ کو پڑھیں **قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین یھدی بہ اللہ** (آیت:۱۵،۱۶ سورۃ المائدہ) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے ہدایت دیتا ہے اللہ ساتھ اس کے بعض علماء کے نزدیک نور اور کتاب ایک ہی چیز ہے یعنی قرآن پاک کو ہی نور اور کتاب کہا گیا ہے جبکہ قادری صاحب کے نزدیک نور سے مراد محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔اب قادری صاحب کے نظریہ کے مطابق نور اور کتاب علیحدہ علیحدہ ہے اس لئے اس کے بعد **یھدی بہ** کی بجائے **یھدی بھما** ہونا چاہیے تھا یعنی تثنیہ کا صیغہ ہونا چاہیے تھا۔اب جو جواب یہاں قادری صاحب کا ہے وہی جواب **یرضوہ** کے معاملہ میں سمجھ لیں۔

☆☆☆

علم غیب کے سلسلے میں طاہر القادری سے ایک سوال:

علم غیب کے بارے میں ایک نقطہ نظر تو یہ ہے کہ انبیاء کرام کو جو غیب کی باتیں یا غیب کا علم دیا جاتا ہے یا عطاء کیا جاتا ہے وہ موقع محل کے مطابق، حالات و واقعات کے مطابق، ضرورت کے مطابق جس قدر اور جس وقت کوئی غیب کی بات بتانا مقصود ہو یا کوئی غیب کا علم عطاء کرنا مقصود ہو تو بتا دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کو یکبارگی غیب کا علم عطاء نہیں کیا جاتا۔ علم غیب بتانے کا مقصد امت کی اصلاح یا امت کو آگاہ کرنا ہوتا ہے جبکہ دوسرا نقطہ نظر جو کہ ڈاکٹر طاہر القادری کا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کو یکبارگی غیب کا علم عطاء کر دیا گیا ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کیا جاتا ہے اس لئے یہ عطائی علم غیب ہے ذاتی نہیں۔ اب اختلاف صرف یکبارگی کا ہے۔ اس سلسلے میں قادری صاحب سے چند سوالات ہیں

۱۔ یکبارگی علم غیب کب عطاء کیا گیا۔ نبوت کے وقت یا نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد کس سال کس مہینے وغیرہ میں؟

۲۔ یکبارگی علم غیب جو عطاء کیا گیا کیا اس میں قرآن پاک کے نزول کا شیڈول بھی شامل تھا یعنی کیا اس عطائی علم غیب میں یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ قرآن پاک کی کونسی آیت کب اور کس وقت، کہاں کہاں، کس حالت میں کس کس کے روبرو یا کس کس کی موجودگی میں کن کن حروف یا الفاظ کے ساتھ نازل ہوگی۔

وسیلہ کے سلسلے میں طاہر القادری سے ایک سوال:

قادری صاحب نے وسیلہ کے سلسلے میں ایک من گھڑت روایت بیان کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے پریشانی کے عالم میں محمد ﷺ کے وسیلے سے دعا کی تو ان کی پریشانیاں دور ہو گئیں۔ اب اس سلسلے میں سوال یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو مصیبت یا پریشانی درپیش تھی تو محمد ﷺ کے وسیلہ سے دور ہو گئی اور جب محمد ﷺ پر کوئی مصیبت یا پریشانی آتی تھی تو وہ کس کے وسیلے سے آتی اور کس کے وسیلے سے جاتی تھی؟

بدعت کے سلسلے میں طاہر القادری کی علمی خیانتیں:۔

جو کتاب اللہ، سنّت رسول ﷺ، آثار صحابہ اور اجماع امت کے خلاف دین میں نیا کام ہو، اور اسے دین سمجھ کر یا ثواب سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے۔ یعنی دین میں اختراع کا نام بدعت ہے۔ بدعت کو

خواہ کتنے درجوں میں تقسیم کر لو وہ بہرحال بدعت ہے۔ خاتم المرسلین ﷺ نے بدعت کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔ یہ ایک ایسا جامع فرمان ہے جس سے چھوٹی سے چھوٹی بدعت بھی خارج نہیں ہو سکتی اور نہ ہی بدعت محمود اور بدعت ضلالۃ کی تقسیم کی جا سکتی ہے لہٰذا دین میں ہر نو ایجاد کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کا رستہ ہے۔

طاہر القادری نے بدعت کے متعلق "کتاب البدعۃ" لکھی ہے اور اپنے فرقہ کی تمام بدعات کو حسنہ ثابت کرنے پر سارا زور لگایا ہے۔ مقصد یہ کہ یہ بدعت تو ہیں مگر یہ بدعت حسنہ ہیں جو کار ثواب ہیں۔ قادری صاحب کے دلائل کا جائزہ ہم بعد میں لیں گے پہلے قارئین بدعت کی حقیقت سے خوب واقفیت حاصل کر لیں۔

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا اور قرآن کریم کو لوگوں کی ہدایت و اصلاح کیلئے نور مبین اور کتاب خاتم کی حیثیت سے اتارا۔ اور قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کی تکمیل پر اکملیت دین کا اعلان فرما کر دین خاتم کے طور پر دین اسلام کو پسند فرمایا۔ " ان الدین عند اللہ الاسلام " (آل عمران ۳-۱۹) اللہ کے ہاں دین اسلام ہی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا" ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخاسرین "(۳-۸۵)

جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا" اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ کی اطاعت کا نام دین اسلام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیا اور کم و بیش تیس سے زائد مقامات پر اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کا قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے اور اطاعت کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری اور انحراف کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ دین کو

نامکمل نہیں چھوڑا کہ جاہل اضافے کرتے پھریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "

(المائدہ ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔ اکملیت دین کے ساتھ یہ وصیت بھی فرمادی کہ " اتبعو ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیآء قلیلاً ما تذکرون " (الاعراف ۳)

تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اتارا گیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ولیوں کی پیروی مت کرو، تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے نزاعی معاملات کے متعلق یہ حکم بھی فرمادیا کہ " فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا "(النساء ۵۹)

اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کر بیٹھو تو اس کو اللہ اور رسول ﷺ کے حوالے کردو۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، نتیجہ کے اعتبار سے یہ سب سے عمدہ اور اچھی چیز ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن اور سنت رسول کے متعلق یہ فیصلہ بھی فرمادیا اور نصیحت فرمادی کہ" وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون "

(الانعام ۱۵۴)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی پیروی کرو۔ اور دوسرے راستوں پر مت چلو، ورنہ یہ راستے تم کو سیدھے راستے سے برگشتہ کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسی بات کی نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

پس ثابت ہوا کہ دین صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا نام ہے۔ اللہ کی اطاعت سے مراد قرآن حکیم کے احکامات پر عمل پیرا ہونا اور رسول اللہ کی اطاعت سے مراد سنت رسول ﷺ یعنی

احادیث مبارکہ پر عمل پیرا ہونا ہے۔اور ہر مسئلہ اور معاملہ میں رسول اللہ ﷺ ہی فیصل اور حاکم ہیں۔گویا قرآن حکیم اور حدیث نبوی ایک کسوٹی کی طرح ہیں جس سے ہر مسئلہ کے کھرا اور کھوٹا ہونے کا علم ہو جاتا ہے اور قرآن و حدیث ہی حرف آخر ہیں۔حضور صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا کہ"

اوصیکم بتقویٰ اللہ والسمع والطاعة وان تامر علیکم عبد حبشی فانه من یعش منکم فیریٰ اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة "

(ابوداؤد،مسند احمد،ترمذی)

میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور امیر کی فرمانبرداری کی خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو،تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے وہ عنقریب بہت سے اختلاف دیکھیں گے۔لہٰذا تم پر میری سنت کی پیروی لازم ہے۔اس سنت پر تم مضبوطی سے کاربند رہنا اور دین میں نئی باتوں کی ایجاد سے بچتے رہنا،کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔

"عن عائشة ام المؤمنین مرفوعا من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد وفی لفظ آخر من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد "(راوہ مسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کو ہم نے کرنے کا حکم نہیں دیا وہ مردود ہے اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

۳) "عن ابن وائل عن ابی مسعودؓ قال خط لنا رسول اللہ ﷺ یوماً خطا ثم قال هذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً عن یمینه وعن شماله ثم قال هذه سبل علی کل سبیل منها شیطان یدعوا الیه ثم تلاوان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا

تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ذالکم وصکم به لعلکم تتقون "

(راوہ الامام احمد والحاکم)

ابو وائل حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ایک دن ایک لکیر کھینچی، پھر فرمایا کہ یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں کچھ لکیریں کھینچی اور فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں، ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف دعوت دیتا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ یہ میری راہ مستقیم ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی پیروی مت کرو۔ ورنہ یہ راستے تمہیں سیدھے راستے سے ہٹا دیں گے، اللہ تم کو اسی کی وصیت کر رہا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

فرمایا ناطق وحی صادق المصدوق پیغمبر ﷺ نے کہ " **یاایها الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا کتاب الله وسنة نبیه ﷺ** "

(مستدرک حاکم ۱-۹۳ سنن کبریٰ بیہقی ۱۰-۱۱۴)

اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان جو کتاب اللہ (قرآن) اور اس کے نبی ﷺ کا طریقہ (حدیث) چھوڑا ہے اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے مگر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ حیلے تراشتے ہیں اور قرآن وسنت کے واضح احکام سے منہ موڑتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ " **واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول رایت المنفقین یصدون عنک صدودا** " (النساء:۶۱) اور جب انہیں یعنی منافقوں کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو نازل کی ہے اللہ نے (یعنی قرآن) اور آؤ رسول کی طرف (یعنی حدیث) تو تو دیکھتا ہے کہ منافق تجھ سے دور دور رہتے ہیں۔

مذکورہ حدیثوں کا تذکرہ قادری صاحب نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مثلاً حدیث نمبر ا۔

اور ۲۔ مگر ساتھ ہی علمی خیانت اور دھوکہ سے کام لیتے ہوئے یہ تاویل بھی موصوف کو الہام ہوئی ہے کہ "**بدعت کے ظہور کا تعلق محض خلفائے راشدین کے زمانہ سے تھا نہ کہ بعد کے نیک اعمال کو بھی بدعت کہا جائے۔**" چنانچہ قادری صاحب علمی خیانت کے مرتکب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حضور ﷺ نے اس حقیقت کو واضح فرماتے ہوئے احداث و بدعت کے مفہوم اور اس کے دائرے کو متعین فرما دیا کہ کس سطح کے امور محدثات و بدعات ہوں گے اور کون سے نہیں۔ جیسے فتنہ ارتداد، فتنہ انکار زکوٰۃ اور فتنہ ادعائے نبوت کو بدعات میں شامل فرمایا۔ اس طرح اگر کوئی نماز کا انکار کردے، حج کا انکار کردے، ارکان اسلام یا ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کردے یا امور دین میں سے کسی چیز کا اضافہ کردے تو یہ سارے فتنے احداث اور بدعت شمار ہوں گے۔ لہٰذا اب نیکی اور بھلائی کے چھوٹے چھوٹے امور پر بدعت اور احداث کا اطلاق کرنا بذات خود محدثہ اور ضلالۃ کے زمرے میں آتا ہے، اسی طرح دین کے امور صالحات نفلی عبادات اور خیرات وصدقات یہ سب امور نہ دین کی ضروریات میں سے ہیں اور نہ ہی ضروریات دین میں اضافہ ہیں۔ ایسے جملہ امور کو بدعت کہنا بذات خود بدعت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے دین میں احداث اور بدعت دیگر چیزوں کو کہا ہے مگر آج مذہبی انتہا پسند حسنات و صالحات کو بدعت کہہ رہے ہیں۔" (کتاب البدعۃ صفحہ ۶۳)

۲۔ اور صحیح مسلم میں موجود حدیث "............ بے شک میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، ان کی بائیں جانب والوں کو پکڑ لیا جائے گا، میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے لوگ ہیں۔ کہا جائے گا کہ کیا آپ نہیں جانتے۔ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ اس حدیث کے تحت قادری صاحب علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مذکورہ مضمون کی جتنی بھی احادیث ہیں ان میں "الا وانہ سیجآء برجال من امتی فیوخذبھم ذات

الشمال فاقول یا رب اصحابی " کے الفاظ ہر حدیث میں ہیں۔اس سے یہ بات طے ہوگئی کہ جن احداث و بدعات کا ذکر حضور ﷺ فرمارہے ہیں، اس کا تعلق صرف اور صرف زمانہ خلفائے راشدین کے ساتھ ہے۔باقی امت کے اعمال صالحہ اور نیک امور کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، ہاں ان نئے حسنات و صالحات کی حیثیت کے بارے میں اختلاف ہوسکتا ہے کہ یہ مستحب ہیں یا غیر مستحب، مباح ہیں یا مکروہ، افضل ہیں یا غیر افضل۔علمی اختلاف جو چاہیں کریں، مگر انہیں بدعت، محدثہ یا ضلالہ کہنا خود بدعت۔محدثہ وضلالتہ ہے، حضور نے انہیں بدعت نہیں فرمایا بلکہ ان امور کو احداث و بدعت کہا ہے جو آپ ﷺ کے وصال کے فوری بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں ارتداد کی صورت میں رونما ہوئے۔ان احداث و بدعات کا آغاز ان لوگوں کی طرف سے ہوا جو پہلے آپ ﷺ کے ساتھ تھے مگر آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین کے ساتھ اختلاف کثیر اور احداث و بدعات کا شکار ہونے کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔" (کتاب البدعۃ صفحہ ۸۷)

دروغ گورا حافظہ نہ باشد کے مصداق قادری صاحب نے پہلے تو منکرین زکوٰۃ، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ یا پھر منکرین ختم نبوت جو کہ درحقیقت بدعتی نہیں بلکہ مرتد اور کافر ہیں۔جنہوں نے دین اسلام کا یا پھر دین اسلام کے کسی رکن کا انکار کیا۔ان کا شمار کافروں میں ہوتا ہے اور وہ مرتد ہیں جو واجب القتل ہیں مگر قادری صاحب کی جہالت اور علمی خیانت کا مشاہدہ فرمایئے جو دین کے کسی جزو کے انکار یعنی کفر کو بدعت کہہ رہے ہیں، حالانکہ انہیں خود تسلیم ہے کہ بدعت اس کا نام ہے جو دین میں اضافہ ہے۔قادری صاحب نے خود تسلیم کرلیا کہ یہ فتنے ہیں، فتنہ بدعت نہیں بلکہ فتنہ ارتداد ہے۔

☆☆☆

" **انک لا تدری ما احدثوا بعدک** " اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ " اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دین میں ایسا فتنہ پیدا کرنا جو باعث ارتداد ہو، بدعت وضلالت ہے، اور اسی

بدعت کی مختلف شکلیں وہ ہیں جو حضور کے زمانہ کے فوری بعد پیدا ہوئیں اور انہیں کی مثل فتن بعد کے ادوار میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں، جیسے فتنہ باطنیت، فتنہ قادیانیت، اور فتنہ بہائیت وغیرہ۔''

(کتاب البدعۃ)

قادری صاحب نے اپنی کتاب کے دوسرے باب میں یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ احداث فی الدین کا مطلب ارتداد ہی ہے۔ قادری صاحب علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے محدث کا ترجمہ فتنہ کرتے ہیں، مثلاً'' کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة '' ہر فتنہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (کتاب البدعۃ صفحہ ۸۹،۹۰)

حالانکہ اس سے قبل بذات خود قادری صاحب اسی کتاب میں محدث کا ترجمہ نئی چیز کر چکے ہیں۔

تضاد بیانی:۔

جہاں سمجھا تحریف معنوی کے بغیر کام نہیں چلتا، وہاں محدث کا ترجمہ فتنہ کر دیا اور اپنی پہلی بات بھول گئے، کیونکہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ نے بائبل کا مطالعہ کیا ہے تو بائبل کی تضاد بیانیوں کی طرح قادری صاحب کے بیان بھی ہیں۔ شاید یہ ابتدائی تعلیم کے اثرات ہیں، اب دوسرا بیان پڑھئے۔

''احداث سے مراد وہ نئی چیز ہوگی جو اس دین میں نہ ہو۔'' (کتاب البدعۃ صفحہ ۳۲)

''مطلب یہ ہے کہ اگر وہ دین میں سے ہو تو نئی (محدثہ) نہ رہی۔'' (کتاب البدعۃ صفحہ ۲۹)

اور جہاں قادری صاحب کو معنوی تحریف کرنے پر ضمیر نے ملامت کیا، وہاں ترجمہ یوں کیا۔

''سب سے پہلے یہ بنیادی بات ذہن میں رکھ لیں کہ بدعت کا مدار احداث پر ہے، ارشاد نبوی ہے کہ من احدث فی امرنا لیس فیه فهو رد یعنی وہ احداث مردود ہوگا جو اس دین میں اصلاً نہ ہو۔'' (کتاب البدعۃ صفحہ ۱۵۸) اب حقیقت ملاحظہ فرمائیں قادری صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں "بدعت کہتے ہی نئے

کام کو ہیں" (کتاب البدعۃ صفحہ ۳۵۳)

غنیۃ الطالبین کا ترجمہ کرتے ہوئے شمس بریلوی نے محدث کا ترجمہ نئی چیز کیا۔

(غنیۃ الطالبین ترجمہ شمس بریلوی صفحہ ۱۷۶)

اس میں شبہ نہیں کہ دین کے معاملہ میں ہر نو ایجاد جسے دین کا حصہ بنایا جائے مثلاً عید میلاد النبی، عرس، کونڈے، پکی قبریں بنانا اور بے شمار اسی طرح کی بدعات جو انسان کو گمراہی میں مبتلا کر دیتی ہیں اور صراط مستقیم سے ہٹا کر صراط ابلیس پر لے جاتی ہیں۔ پھر بدعتی شرک کے اندھیروں میں غرق ہو جاتا ہے اور پھر اسے ہر بدعت حتیٰ کہ شرک بھی حسنہ اور کار ثواب نظر آتا ہے۔ قادری صاحب جو اس موقع پر معنوی تحریف کے مجرم بنے ہیں اور محدث کا ترجمہ فتنہ کر کے ایک نئے فتنے کا بیج بویا ہے اور عوام الناس کو دھوکہ دیکر ان کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں، کل قیامت کے دن ان گمراہ لوگوں کا بار بھی قادری صاحب کی گردن پر ہوگا۔ قادری صاحب نے فرقہ ضالہ کو اس گمراہی میں اور خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ اس سے مراد محض وہ فتنے ہیں جو نبی کی وفات کے فوراً بعد ظہور میں آئے۔ مثلاً منکرین زکوٰۃ، فتنہ ارتداد، فتنہ مسیلمہ کذاب، فتنہ خوارج وغیرہ اور آج بھی اس سے یہی مراد ہے مثلاً فتنہ قادیانیت فتنہ بہایت اور فتنہ قادیانیت و بہائیت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی پہلی بات کو بھی بھول گئے کہ احداث و بدعت سے مراد آپ ﷺ کے وصال کے فوری بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں اٹھنے والے فتنے مراد ہیں، آج کے امور حسنہ نہیں۔

؎ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

گویا قادری صاحب کے نزدیک قادیانی کافر نہیں اور مرتد ہونے والے بھی کافر نہیں بلکہ وہ بدعتی ہیں۔ سبحان اللہ قادری صاحب نے اپنے بھائیوں سے وفا کا حق ادا کر دیا ہے اور حق بھی ادا کیوں نہ کریں، قادیانیت بھی انگریز کی پیداوار اور بریلویت بھی انگریز کی پیداوار۔ اگر قادری صاحب نے

بریلویت کی تاریخ پر کوئی کتاب لکھی ہوتی تو ہم بھی آئینہ ضرور دکھاتے۔ بہرحال قادری صاحب کے مذکورہ شبہات بالکل بے وقعت ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ اس سلسلہ میں ایک نہیں بہت سی احادیث میں وضاحت فرمادی گئی ہے جن میں سے بعض ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں کہ مقبول عمل صرف وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو ورنہ وہ مردود ہے۔ اگرچہ لوگ اسے کتنا ہی اچھا سمجھیں اور دین اسلام کے کسی رکن کا انکار بدعت نہیں بلکہ کفر ہے اور بدعت تو اسلام میں نئی چیز کا نام ہے، لہٰذا دشمن حق کی یہ باطل تاویلیں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔ اس کے بعد ہم قادری صاحب کے غوث اعظم، پیران پیر، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی معروف کتاب "غنیۃ الطالبین" سے چند اقتباس نقل کرتے ہیں۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا فتویٰ:-

"حضرت عبداللہ بن زید نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل پھٹ کر اکہتر فرقوں میں ہو گئے۔ ایک کے سوا سب دوزخی ہیں اور میری امت پھٹ کر تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہونگے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک کیسا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے سیدھے راستہ پر ہونگے۔"

جس تفرقہ کا ذکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، نہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہوا، نہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے زمانہ میں ہوا بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرام اور تابعین حضرات کی وفات کے کئی سو سال بعد ظہور میں آیا۔ یعنی اس وقت جبکہ مدینہ منورہ میں ساتوں فقیہ حضرات وفات پا چکے تھے۔" (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۵، ترجمہ شمس بریلوی)

مقلدین حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے نزدیک سب سے پہلی

بدعت اور مہلک اختلاف تقلید شخصی اور دین آئمہ ہے جو لوگوں نے ان کی وفات کے بعد ان سے منسوب کر دیا گیا ہے۔" امام صاحب کا مسلک ہے کہ جس چیز کا ذکر نہ قرآن میں ہو، نہ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہو نہ صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں کچھ کہا ہو، اس میں (اپنی طرف سے) رائے دینا بدعت اور دین میں نئی بات پیدا کرنا ہے۔" (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۴۲)

حسنہ اور سیئہ ہر بدعت گمراہی ہے:-

"دین میں نئی باتوں سے بچنا کیونکہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۶)

اہل بدعت کی نشانیاں:-

"اہل بدعت کی بکثرت نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، ایک علامت تو یہ ہے کہ وہ محدثین کو برا کہتے ہیں اور ان کو حشویہ جماعت کا نام دیتے ہیں۔ اہل حدیث کو فرقہ حشویہ قرار دینا زندیق کی علامت ہے۔" (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۰)

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اہل بدعت کی مختصر اور سب سے بڑی پہچان یہ بتائی کہ اہل بدعت اہل حدیثوں کو برا کہتے ہیں اور اہل حدیث کو برا بھلا کہنے والے زندیق ہیں۔

ارشاد ہے کہ اتباع (رسول) کرو اور بدعت سے بچو یہ تمہیں کافی ہے......ایماندار شخص پر لازم ہے کہ سنت کا اتباع اور جماعت کی پیروی کرے، سنت اس طریقے کو کہتے ہیں کہ جس کو رسول خدا ﷺ نے شروع فرمایا اور اس پر گامزن رہے۔ اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام کی خلافت کے زمانہ میں اصحاب رسول نے اتفاق کیا۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۶۹ مترجم شمس بریلوی)

بدعتی کو دوست نہ رکھو اور اس کا جنازہ نہ پڑھو:-

"ابو مغیرہؓ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک

بدعتی بدعت کوترک نہ کردے۔ اللہ اس کے نیک عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان نکال لیتا ہے۔ اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کرلو۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت سفیان بن عینیہ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جاتا ہے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹتا اللہ کا اس پر غضب نازل ہوتا رہتا ہے۔'' (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۶۹، مترجم شمس بریلوی)

سید عبدالقادر جیلانیؒ کا بدعتیوں سے بغض اور نفرت دیکھیئے پھر سید صاحب کی اہلحدیث (اہل سنت) سے محبت دیکھیئے اور پھر بظاہر القادری کی کتاب البدعۃ میں بدعت سے محبت اور بدعت کی وکالت دیکھیئے جن کے نزدیک تقلید، عید میلادالنبی، عرس میلے، مزار، قل، تیجے، چالیسویں وغیرہ جیسی گمراہ کن بدعات بھی کار ثواب ہیں اور انہیں بدعتی کہنے والا خود بدعتی ہے۔ نعوذ باللہ کیسی الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اسلام میں بدعتوں کا ظہور اولین:۔

حضور صادق المصدوق ﷺ نے اپنی وفات سے قبل قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی وصیت فرمائی اور اس سے ہٹ کر دوسری راہ پر چلنے والوں کو گمراہی کا مژدہ اور جہنم کی وعید سنائی۔ آپ ﷺ اس دنیا فانی سے رخصت فرما گئے اور تمام مسلمان صرف اور صرف اللہ و رسول کی اطاعت پر عمل پیرا تھے۔

اصحاب پیغمبر کے زمانہ حتیٰ کہ تابعین، تبع تابعین کے زمانہ میں بھی بدعت کا کوئی وجود نہ تھا حتیٰ کہ پانچویں صدی ہجری تک بدعت کا وجود نہ تھا۔ اگرچہ چند واقعات ایسے ہیں جس سے شاید بدعت

سازی کی سب سے پہلی کوشش کا اندازہ لگایا جا سکے مثلاً

1۔ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ تین افراد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے، انہوں نے عبادت نبویہ کے بارے میں سوالات کئے اور جب انہیں جواب ملا تو گویا عبادت نبویہ کو انہوں نے کم خیال کیا اور اپنے طریقے سے عبادت کرنا چاہی۔ ایک نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا تیسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ عورتوں سے دور رہوں گا۔"

2۔ "ایک خارجی نے تقسیم مال غنیمت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ جو مال تقسیم کر رہے ہیں وہ رضائے الٰہی کے لئے نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر افسوس! اگر میں انصاف کے ساتھ تقسیم نہ کروں گا تو پھر کون کریگا؟ اس بدبخت کا نام حرقوص بن زہیر المعروف ذوالخویصرہ تھا۔ اس کی نسلی و معنوی اولاد فتنۂ خوارج و حروریہ کہلائی۔ بعض کہتے ہیں کہ خوارج کا فتنہ پہلی بدعت تھی۔ مگر ہمارے نزدیک انہیں بدعتی کہنا غلط ہے کیونکہ خوارج اسلام سے خارج ہو گئے۔ کافر و مرتد کہنا صحیح ہو گا جبکہ بدعتی کیلئے مسلمان ہونا بھی شرط ہے کیونکہ بدعت نام ہی اس چیز کا ہے جو اسلام میں اضافہ کی جائے اور وہ کار ثواب سمجھی جائے اور اسے بھی دین کا نام دیا جائے جبکہ مرتد اگر کوئی ایسا کام ایجاد کریگا تو وہ محض اس برے فعل کا موجد ہوگا اور اس برے فعل کو جو ایک کافر یا مرتد کا ہے۔ اسلام میں داخل کرنے والے مسلمان بدعتی ہوں گے جو اسے دین سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں۔ کافر اگر میلے لگاتا ہے تو کافر کا یہ میلہ بدعت نہیں کیونکہ کافر کا کوئی دین نہیں اور وہ شریعت پر عمل پیرا نہیں، اور اس نے اس کام کو دین اسلام کا حصہ نہیں بنایا۔ بدعتی تو وہ ہوا جو مسلمان کافر کے اس عمل سے متاثر ہو کر اسے اپنائے اور پھر اسے دین کا حصہ بنا لے۔ امید ہے کہ ہماری بات اہل انصاف سمجھ گئے ہونگے۔ اس طرح منکرین زکوٰۃ، منکرین ختم نبوت اور دیگر جنکا ذکر ہم قادری صاحب کے حوالے سے کر چکے ہیں یہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں، یہ بدعتی

نہیں یہ مرتد اور کافر ہیں۔ انہیں بدعتی کا نام دینا ظلم ہوگا اور منکرین ختم نبوت کی حمایت ہوگی جو کافروں اور مرتد کو کافر یا مرتد کہنے کی بجائے صرف بدعتی کہہ رہے ہیں۔ یقیناً اسکے پیچھے قادیانیوں کی تحریک ہے یا پھر انگریز کی منشاء۔

3۔ حضرت عثمان غنیؓ کا زمانہ آیا تو ان کے آخری دور میں اختلاف رونما ہوا اور جو ہونا تھا ہو گزرا۔ حتیٰ کہ ابن سبا کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ بحالت مظلومی شہید کر دیئے گئے۔ حقیقت حال کا علم نہ رکھنے والے بعض دوسرے لوگ بھی سبائی پروپیگنڈہ کا شکار ہو گئے۔ اگرچہ امت مسلمہ میں اختلاف ڈالنے کی کوششیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک سے جاری تھیں۔ مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی سازشوں کو بے نقاب اور انہیں ذلیل وخوار کیا۔ نبی ﷺ کے زمانہ مبارک کی تو مثال پیش نہیں کی جا سکتی، خلفائے راشدین کا دور خلافت قرآن وسنت کی حکمرانی کا بہترین اور مثالی دور تھا۔ مجموعی طور پر صحابہ کرام کا مبارک زمانہ ۱۱ھ تا ۱۰۰ھ ۹۰ سال پر محیط ہے۔ جو خیر القرون کے نام سے سطح ارض پر اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی تصویر کا حامل تھا۔ پہلی صدی کا پاکیزہ دور دین میں ہر قسم کی مبالغہ آرائی، مقلدانہ روش اور ہر قسم کی بدعت سازی سے کلیتاً پاک تھا۔ مگر امت سبا اندر ہی اندر امت مسلمہ کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے ہر ممکن کوششوں میں مصروف تھی تقیہ کی آڑ میں امت سبا کی کوششیں ایک مدت بعد رنگ لائیں اور امت سبا کے سبب مسلمانوں میں سب سے نقصان دہ اور بڑی بدعتیں بدقسمتی سے امت مسلمہ میں رواج پا گئیں جن میں سے ایک تقلید شخصی ہے جس سے اختلاف امت اور تفرقہ بازی کے باب کھل گئے اور پھر بہت سی بدعات نے جنم لینا شروع کیا جن میں سب سے زیادہ نقصان دہ قبر پرستی ثابت ہوئی۔

اختلاف امت کا سبب:۔

دوسری تیسری صدی تابعین، تبع تابعین اور ولادت آئمہ اربعہ کی ہے۔ دوسری صدی ہجری سے ملت اسلامیہ کی آزمائش کا آغاز ہوتا ہے۔ آئمہ اربعہ کا مذہب قرآن وسنت تھا۔ ان بزرگوں کے

پاس کوئی بھی مسئلہ آتا تو وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے اور جب کبھی کوئی مسئلہ قرآن وحدیث، آثار صحابہ سے نہ ملتا تو اپنی رائے اور قیاس پیش کرتے اعلان فرماتے ''صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے اور یہ ہماری اپنی رائے ہے۔''

ولادت

حضرت نعمان بن ثابت المعروف امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ

حضرت امام مالکؒ ۹۳ھ

حضرت امام شافعیؒ ۱۵۰ھ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ ۱۶۴ھ

مسالک اربعہ اور فرقہ پرستی:-

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی پہلے پہل خالصتاً شاگردانہ نسبتیں تھیں اور باقاعدہ چار مذاہب یا فرقوں کا وجود نہ تھا مگر بعد میں امت سبا کی کوششوں سے چوتھی صدی ہجری میں یہ شاگردانہ نسبتیں مستقل فرقوں اور گروہوں کی شکل اختیار کرتی چلی گئیں، جن کی بنیاد پر دین میں فقہی اختلاف رونما ہوئے اور ملت اسلامیہ چار حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔

چوتھی تا چھٹی صدی ہجری:-

پہلی تین صدیاں رسول انقلاب خاتم النبیین ﷺ کے فرمان کے مطابق خیر القرون کا زمانہ تھا۔ جس میں تقلید اور دیگر بدعات کا وجود اور رواج بالکل نہ تھا۔ آئمہ اربعہ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کے نام پر مستقل فرقے بنا لئے، لہٰذا چوتھی صدی فقہی اختلافات کی ہے اور آخر کار اختلاف کے نتیجوں میں چھٹی صدی ہجری میں مستقل چار آئمہ کے نام پر تقلیدی دین کی ہے، اس طرح چھٹی صدی ہجری دور تقلید کی ہے۔

چار مصلے:۔

ساتویں صدی ہجری میں پہلی مرتبہ عدالتوں میں چار قاضی آئمہ اربعہ کی نسبت سے مقرر کئے جانے لگے۔ گویا سرکاری سطح پر چاروں فرقوں کو تسلیم کرلیا گیا تھا۔ حکومت وقت اپنے ہم خیال فرقے کی سرپرستی کرکے دوسروں کی حوصلہ شکنی کرتی اس طرح سرکاری سرپرستی میں بعض فرقوں کو فروغ حاصل ہوا جن میں سرفہرست فقہ حنفی ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب بہت سے مسائل عندابی حنیفہ کہہ کر گھڑنے میں بھی امت سبا کو کامیابی حاصل ہوئی۔ آٹھویں صدی ہجری میں بیت اللہ میں آئمہ اربعہ کی نسبت سے چار مصلوں کی بدعت کا آغاز ہوا۔ جس کی ابتداء سلطان فرخ بن برقوق چرکسی نے ۸۰۱ھ میں کی یہ نو ایجاد مصلے تیرہویں صدی ہجری تک قائم رہے۔ چودھویں صدی ہجری ۱۳۴۳ھ میں شاہ عبدالعزیز ابن سعود نے بیت اللہ سے ان چار مصلوں کو ختم کرکے صرف ایک مصلی ابراہیمی کو برقرار رکھا جو کہ روز اول سے تھا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ''غنیۃ الطالبین'' میں امت مسلمہ کے ۷۳ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور پھر حدیث نبوی کے حوالہ سے فرماتے ہیں یہ سب جہنمی ہیں۔ ماسوائے ایک جماعت کے اور وہ جماعت ہے جو پیغمبر ﷺ اور اصحاب پیغمبر کے نقش قدم پر چلے، وہ گروہ ناجی ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ وہ گروہ اہل حدیث ہے جسے اہل سنت اور اہل الآثار بھی کہا جاتا ہے۔

نبی ﷺ کے مذکورہ فرمودات جو گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں، آپ کے فرمودات صرف اصحاب پیغمبر کے زمانہ سے مخصوص نہ تھے۔ نبی ﷺ کا ہر فرمان اور عمل امت مسلمہ کیلئے نمونہ اور ہر دور اور زمانہ میں قیامت تک آپ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔ پھر نبی ﷺ نے تو اصحاب پیغمبر اور تابعین کے زمانہ کو بذات خود خیر القرون کا زمانہ قرار دیا تھا۔

اس طرح قادری صاحب کا یہ دھوکہ اور شبہ بے وقعت اور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ محدث کا

معنی فتنہ ہے اور اس کا اطلاق محض منکرین زکوٰۃ اور منکرین ختم نبوت پر ہوتا ہے۔ ہم ثابت کر چکے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ محدث دین میں ہر نئے کام کو کہا جاتا ہے جو پیغمبر ﷺ اور اصحاب پیغمبر ﷺ سے ثابت نہ ہو اور ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ یہ صادق القول ناطق وحی کا فرمان ہے جو بالکل صاف، سیدھا اور آسان ہے۔ جس میں تاویلوں کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت عبدالقادری جیلانیؒ کے نزدیک بدعتی کی ایک سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیثوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کو فرقہ حشویہ کہنا زندیق کی علامت ہے۔

حضور ﷺ بنی نوع انسان کیلئے قیامت تک کیلئے اسوہ حسنہ کی حیثیت سے مبعوث فرمائے گئے نبی اکرم ﷺ نے انہی پرفتن اور پر اختلاف موقعوں کے متعلق وصیت فرمائی کہ "عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ تركت فيكم امرين لن تضلوا بعدهما ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنتي ولن يتفرقا حتىٰ يرادا على الحوض" (مالک وحاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں کتاب اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں ان پر جب تک عمل کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ دونوں چیزیں کبھی جدا نہیں ہوسکتیں، یہاں تک کہ ایک ساتھ میرے حوض کوثر پر آئیں گی۔"

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ "يا ايها الذين امنوا اتقو الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا وذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعدآء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا"

(سورۃ آل عمران ۳-۱۰۲، ۱۰۳)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور نہ مرنا مگر اس حال میں تم مسلمان ہو اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ فرقہ نہ ہونا۔ یاد رکھو اللہ کی وہ نعمت (جو اس

نے) تم پر فرمائی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پس اس نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت ومحبت پیدا کردی اور تم اللہ کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔"

اور قرآن کریم میں یہ وضاحت بھی فرمادی گئی ہے کہ باہمی اختلافات کا حل صرف ایک ہی ہے۔"فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ ورسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا" (سورۃ النساء ۵۹)

اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کر بیٹھو تو اس کو اللہ ورسول کے حوالے کر دو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایمان والے لوگ صرف وہ ہیں جو اپنے ہر اختلاف کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جو کتاب وسنت کا فیصلہ ہو اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ باقی ہر قول اور ہر فعل کو رد کر دیتے ہیں، خواہ کسی بڑے سے بڑے امام کا ہی کیوں نہ ہو۔ بدعت کے سلسلے میں تقلید کا پس منظر بیان کرنا ضروری تھا جس کی تھوڑی سی تفصیل ہمیں لکھنا پڑی۔

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم:۔

مفاد پرست اور ناعاقبت اندیش علماء دیدہ ودانستہ علمی خیانت کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور بدعت جو کہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق ہر بدعت گمراہی ہے۔ فرمان رسول کو جھٹلاتے ہوئے بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ قادری صاحب نے کتاب البدعۃ کی فصل اول اور دوئم میں اس علمی خیانت کا بخوبی حق ادا کیا ہے۔ قادری صاحب نے پہلے تو بدعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اول بدعت حسنہ، دوئم بدعت سیئہ۔ پھر بدعت حسنہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔

1 بدعت واجبہ   2 بدعت مستحبہ   3 بدعت مباحہ

پھر بدعت سیئہ کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا۔ 1 بدعت محرمہ   2 بدعت مکروہہ

پھر بلا ثبوت لکھتے ہیں کہ "بدعت حسنہ کی اصل سنت حسنہ ہے۔" (کتاب البدعۃ صفحہ ۳۵۴)

قادری صاحب کی اس ساری بحث کیلئے ملاحظہ فرمایئے۔(کتاب البدعۃ صفحہ ۳۲۷ تا ۳۵۴)

بدعت حسنہ اور بدعت سیۂ کار باطل ہے:-

بدعت کو حسنہ اور سیئہ (اچھی اور بری بدعات) میں تقسیم کرنا کار باطل ہے۔ کیونکہ اس پر کتاب وسنت نے کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ بلکہ ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے۔ اور ہر جھگڑے اور ہر اختلاف کا حل ''فردوہ الی اللہ ورسول'' بتایا ہے

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا'' (سورۃ الحشر ۷)

رسول اللہ ﷺ تم کو جو حکم دیں، اسے لے لو، اور جس سے منع فرمائیں ان سے باز رہو۔

جب رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اس میں تمام اقسام کی بدعات آگئیں۔ لہٰذا اب جو شخص حسنہ اور سیئہ جیسی تاویلیں کر کے بدعات کی راہیں ہموار کرنا چاہے وہ نہ صرف غلطی پر ہے بلکہ وہ مومن ہی نہیں اور سخت گمراہی میں بھٹک رہا ہے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی بن رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلمو تسلیما'' (سورۃ النساء ۴-۶۵) ''پس تیرے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کو ہر اس جھگڑے میں حاکم بنائیں جو ان کے درمیان ہو گیا اور اس فیصلہ سے اپنے نفسوں میں تنگی نہ پائیں جو آپ نے کیا اور دل وجان سے تسلیم کر لیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمادیا کہ ''وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار'' اب اگر قادری صاحب کو نبی ﷺ کا یہ فیصلہ تسلیم نہیں اور وہ اپنی طرف سے حسنہ اور سیئہ تاویلیں گھڑتے ہیں۔ تو رب کی قسم مومن نہیں، پھر حدیث رسول کی مخالفت کرنے والے اپنا انجام بھی

سن لیں۔

" ومن یعص اللہ و رسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین "(سورۃ النساء ۴-۱۴)"اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا اور اس کی حدود سے نکل جائے تو (اللہ) اس کو آگ میں ڈالے گا اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کیلئے ذلت کا عذاب ہوگا۔"

" فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم"

(النور۲۴-۶۳)

سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اس (رسول) کے حکم کی اس سے کہ آپڑے ان پر کچھ خرابی یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے لفظ "امرہ" فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات سب کو شامل ہے اب تاویلوں کے ذریعہ رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے اپنے انجام کو دیکھ سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تمام بدعات کو گمراہی قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، یہ ایک بہت ہی جامع ترین کلمہ ہے۔ جس سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی بدعت بھی خارج نہیں کی جاسکتی۔ یہ دین کا بہت ہی بنیادی قاعدہ ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے قول کے مطابق ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس فیہ فھو رد"(صحیح بخاری) جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی بات ایجاد کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو، وہ مردود ہے۔

"لہٰذا ہر نئی چیز جو دین کی طرف منسوب کی جائے گی اور دین میں اس کی کوئی اصل نہ ہوگی اس کے گمراہی و ضلالت ہونے میں کوئی شک نہیں اور دین اس سے بری الذمہ ہے۔ چاہے اس میں اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال" (جامع العلوم والحکم صفحہ ۲۳۳)

بدعات کی اس تقسیم سے بہت سے ایسے لوگ فریب میں مبتلا ہو گئے جو عالم سمجھے جاتے ہیں اور

بہت سے ایسے لوگ فریب دینا چاہتے ہیں جو کہ ''عبقری روزگار، نابغہ عصر اور مفکر اسلام'' ہونے کے زعم میں مبتلا ہیں۔ان کی مذکورہ تاویلوں سے مقلد فقہاء اور سیدھے سادھے عوام اس تقسیم کے سبب گمراہ ہو گئے۔آپ دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بعض بدعتوں کو عبادت کا نام دیتے ہیں اور ان کا بڑے ذوق سے اہتمام کرتے ہیں جو اللہ و رسول سے منقول نہیں اور ان کی کوئی بنیاد اسلام میں نہیں بلکہ ان کے ڈانڈے غیر مسلموں سے ملتے ہیں۔اگر انہیں کوئی عالم یا متعلم ان بدعات سے منع کرے تو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں یہ چیزیں بدعت ہیں تو یہ بدعت حسنہ ہیں۔مثلاً عید میلاد النبی، اذان سے پہلے یا درمیان میں اضافہ، من گھڑت درود و سلام، قبے اور مزار، پختہ قبریں، عرس میلے، قل، تیجے، تقلید آئمہ، رسول اللہ ﷺ کی شان میں انتہائی مبالغہ سے کام لیتے ہوئے شرکیہ اشعار وغیرہ۔درحقیقت دولت اور شہرت پرست، عیار و مکار اور بعض علم سے کورے، جاہل آدمی اور بدعات کو حسنہ اور سیئہ قرار دینے والے ناعاقبت اندیش جامد و مقلد اساتذہ سے پڑھے ہوئے نام نہاد علماء جن کے ذہنوں میں یہ جامد اور بدعتی اساتذہ بدعات کو اچھے قالب میں ڈھال کر بٹھا دیتے ہیں، وہ اپنی ناقص و ناکارہ عقل کے سبب ان بدعات کو حسنہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

مقصد یہ کہ نو ایجاد اچھا کام بدعت نہیں، ہم کہتے ہیں کہ اس کام کو اچھا یا نیک عمل کا نام بھی تو انہوں نے خود ہی دیا ہے، لہٰذا وہ انہیں اچھا اور نیک عمل سمجھتے ہیں۔پھر بزعم خود کہتے ہیں کہ نیک اور اچھا عمل اگرچہ بدعت ہے، مگر بدعت حسنہ ہے۔لہٰذا ہم حب نبوی کے باعث میلاد اور دیگر کام جو واجبات ایمان سے ہیں، کرتے ہیں پھر اس پر نکیر کیوں اس کا جواب تو عنقریب آئے گا اور فی الحال یہ جاننا ضروری ہے کہ بدعات کی ترویج و اشاعت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جن علماء کی نیت فاسد ہوتی ہے وہ دنیائے فانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ان بدعات کی ترویج و تحسین کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں شہرت پذیر ہو سکیں، اوباشوں اور عوام الناس سے مالی فائدہ حاصل کر سکیں۔ان علماء کے اولین مقاصد میں ان سادہ

لوح اور غفلت شعار لوگوں کی قیادت وسیادت ہے جو ہر سفید چیز کو چربی اور ہر سیاہ چیز کو کھجور سمجھ بیٹھتے ہیں۔

اہل بدعت میں سمجھنے کی صلاحیت نہیں:۔

اہل بدعت اپنے ہی ذہن سے سوچتے ہیں جیسا کہ وہ عید میلاد کو حب نبوی قرار دیتے ہیں حالانکہ مخالفت حب نبوی پر نہیں کیونکہ اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ مخالفت تو اس بات پر ہے کہ محبت کا جو طریقہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ چھوڑ کر نیا طریقہ کیوں اختیار کیا گیا ہے؟ کیونکہ محبت رسول کا ایک ہی تقاضا ہے کہ ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ''۔

اور پھر میلاد کا یہ طریقہ یہود ونصاریٰ کی طرح ہے اور انہی کی دیکھا دیکھی ہے مثلاً وہ بھی حضرت مسیح کا یوم میلاد مناتے ہیں اور انہوں نے عیسیٰؑ کی شان میں انتہائی غلو سے بھی کام لیا ہے۔ یہی ہمارے بدعتی حضرات کا طریقہ ہے۔ نصاریٰ بھی اپنے فعل کو محبت کا نام دیتے اور ہمارے بدعتی حضرات بھی اپنے من پسند طریقوں کو حب نبوی کا نام دیتے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں حدیث گزر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے کہ میری محبت میں غلو سے کام نہ لینا، جیسا کہ نصاریٰ نے مسیح ابن مریم کے سلسلہ میں انتہائی غلو سے کام لیا۔ ذرا غور فرمایئے۔

1 فرض کیجئے کہ ایک آدمی پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہے، مگر وہ نماز اپنے ہی طریقے سے پڑھتا ہے، نہ خوف خدا، نہ عبادت کا مقصد نہ طریقہ رسول کا پاس۔ تو اس کی نماز قابل قبول ہوگی؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اگر کسی کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کے طریقہ کے مطابق نہیں تو یہ رسول ﷺ کے طریقہ کی مخالفت بھی ہوگی۔ تو یقیناً ایسی نماز، ایسے نمازیوں کیلئے ہلاکت ہے۔ اگرچہ نماز ایک نیک عمل ہے بعض لوگ دکھاوے کی نماز پڑھتے ہیں، یہ لوگ مجرم ہیں اس لئے مجرم نہیں کہ انہوں نے نماز پڑھی، نماز تو نیک عمل ہے، انہیں مجرم بنایا، ان

کے اپنے طریقے اپنی مرضی اور دکھلاوے نے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "فویل للمصلین"۔

2 کوئی آدمی جانور ذبح کرتا ہے تو وہ بسم اللہ، اللہ اکبر کی بجائے تین بار درود شریف پڑھے تو کیا وہ ذبیحہ جائز ہوگا؟ ایسی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ نیک عمل بھی وہ ہے جسے اللہ یا اللہ کا رسول نیک کہے، پھر وہ نیک عمل اس صورت میں قبول ہوگا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کیا جائے۔ ورنہ تمام نیک عمل مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عمرہ، قربانی اور تمام نیک اعمال اگر قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں تو وہ عمل نیک ہونے کے باوجود انسان کی ہلاکت کے باعث ہونگے، اگرچہ یہ سب نیک عمل ہیں۔

نو ایجاد بظاہر نیک عمل بھی ہلاکت ہے:-

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں تین افراد عبادت نبوی کی بابت دریافت کرنے آئے، جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے عبادت نبوی کو کم سمجھا اور کہنے لگے کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ؟ آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا میں تو رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھتا رہوں گا، کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ عورتوں سے دور رہونگا، کبھی شادی نہیں کرونگا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، صادق القول ناطق وحی نے یہ باتیں سن کر فرمایا کہ "انتم الذین قلتم کذا و کذا؟ اما واللہ انی لا خشاکم للہ اتقاکم له لکنی وافطرو اصلی وارقدو واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی رواہ البخاری و سنن ابی داؤد عنه ﷺ فایاکم واما ابتدع فان ما ابتدع ضلالة"

کیا تم ہی لوگوں نے اس طرح کی باتیں کہی ہیں؟ سنو اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کا

خوف اور تقویٰ رکھتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔ نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں، عورتوں سے میں نے شادیاں بھی کر رکھی ہیں جو شخص میری سنت سے اعراض کریگا وہ مجھ سے نہیں (صحیح بخاری) اور سنن ابوداؤد نے آپ ﷺ کے یہ الفاظ اضافہ کئے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایجاد شدہ بدعت سے بچو کیونکہ ایجاد شدہ بدعت ضلالۃ ہے۔

بدعت حسنہ اور سیئہ کے متعلق قادری صاحب کے دلائل کا جائزہ:-

ایک صحیح حدیث سے قاضی صاحب کا بدعت کی تائید میں غلط استدلال۔

قاضی صاحب بدعت حسنہ کے ثبوت میں علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

1 ''من سن فی الاسلام سنۃ فعمل بھا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بھا ولا ینقص من اجورھم شئی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعمل بھا بعدہ کتب علیہ مثل وزر من عمل بھا ولا ینقص من اوزاھم شئی''

(صحیح مسلم)

جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا عمل بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے مسلمانوں پر کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائیگا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (کتاب البدعۃ صفحہ ۳۵۲)

قادری صاحب کا یہ اعتراض علمی خیانت پر مبنی ہے۔ اختصار کے پیش نظر اس اعتراض کے تین جواب پیش خدمت ہیں۔

اچھے طریقے سے مراد بدعت حسنہ وسیئہ نہیں مذکورہ اعتراض کا خصوصی جواب یہ ہے

کہ اس پوری حدیث میں بدعت کا لفظ سرے سے موجود ہی نہیں۔اس میں حسنہ وسنت سیۂ کا ذکر ہے۔ناعاقبت اندیش علماء بطور ثبوت سنت حسنہ وسیۂ پیش کرتے ہیں اور اس سے بدعت کے حسنہ اور سیۂ ہونے کی تاویلیں نکالتے ہیں، بھلا کبھی ضلالت بھی حسنہ ہوسکتی ہے؟

ایک صحیح حدیث سے قادری صاحب کا بدعت کی تائید میں غلط استدلال:-

قادری صاحب یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ''امام مسلم نے اس حدیث مبارکہ کا باب''من سنة حسنة او سيئة'' قائم کیا ہے۔یعنی جس نے اچھی سنت اور بری سنت کا طریقہ وضع کیا۔امام مسلم نے یہ باب قائم کرکے واضح کردیا ہے کہ یہاں پر لفظ سنت سے مراد سنت رسول ﷺ نہیں ہے،ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی لفظ سنت استعمال ہو وہاں اس سے مراد سنت رسول ﷺ،سنت صحابہ یا سنت خلفاء راشدین ہی ہوگا۔اگر ایسا ہوتا تو امام مسلمؒ کبھی بھی حضور ﷺ کی سنت کی نسبت ''سیۂ'' کا لفظ استعمال نہ کرتے کیونکہ جو معروف اور متداول معنی میں سنت ہے وہ کبھی سیۂ ہو ہی نہیں سکتی۔حضور ﷺ کی سنت کو سیۂ یا برا کہنے والا کافر ہے۔حضور ﷺ کی سنت عین دین ہے اور بدعت اس کی مخالفت یا ضد ہے(اب جہالت ملاحظہ فرمایئے) لہٰذا امام مسلم نے''سنۃ حسنۃ اور سنۃ سیۂ'' کی اصطلاح استعمال کرکے اپنا مذہب واضح کردیا کہ یہاں سنت سے مراد سنت رسول نہیں بلکہ بدعت حسنہ اور بدعت سیۂ ہے۔بات واضح ہوگئی کہ زیر بحث حدیث مبارکہ میں لفظ سنت اپنے شرعی معنی میں یعنی سنت یا سنت خلفائے راشدین کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی عمل حضور ﷺ کی سنت پر مبنی ہوتو وہ کبھی سیۂ ہو ہی نہیں سکتا اور جو عمل حضور ﷺ کی سنت نہیں بلکہ نیا عمل ہے تو وہ بدعت ہے کیونکہ بدعت کہتے ہی نئے کام کو ہیں،اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو صرف سنت ہی مراد ہے،بدعت مراد نہیں لی جاسکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ(معاذ اللہ) اگر اس سے مراد صرف''سنت'' ہی ہوتا تو کیا وہاں''حسنۃ'' کہنے کی ضرورت تھی؟کیا کوئی سنت غیر حسنہ بھی ہوسکتی ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ عمل کرنے کے حوالے سے ''من عمل'' تو کہہ سکتے ہیں۔ ''من سنۃ'' کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ جب سنت حضور ﷺ کی ہو تو پھر عام آدمی اس سے کیا ''راہ'' نکالے گا وہ تو صرف عمل اور اتباع کا پابند ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ''سن'' سے مراد نیا عمل اور بدعت ہے۔''
(کتاب البدعۃ صفحہ ۳۵۴-۳۵۲)

جواب:- قارئین محترم! قادری صاحب کی جہالت آپ نے دیکھی یہ اعتراض بھی ان کی جہالت کے سبب ہے، ورنہ وہ یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔ معمولی طالبعلم بھی جانتے ہیں کہ لفظ سنت کا اطلاق لغت میں عام طور پر طریقہ، اخلاق و کردار اور طبیعت و مزاج پر بھی ہوتا ہے۔ لفظ سنت سے مراد سنت رسول اللہ یا سنت خلفائے راشدین ہی مراد نہیں جیسا کہ امام مسلمؒ نے وضاحت فرمادی مثلاً سنت ابراہیمی، سنت ہاجرہ سے کون ناواقف ہے۔ سنت کا معنیٰ ہے طریقہ۔ اگر وہ ابراہیم کا طریقہ ہے تو وہ سنت ابراہیمی ہے، اگر وہ موسوی یا عیسوی طریقہ ہے تو وہ سنت موسیٰ یا عیسیٰ ہے۔ اگر وہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کا ہے تو وہ سنت رسول اللہ ہے۔ اسی طرح صحابہ کی سنت اور ہر شخص کا طریقہ اس کی سنت کہلائے گا۔ ظاہر ہے انبیاء، صحابہ اور اولیاء اللہ کی سنت حسنہ ہوگی جبکہ شیطان اور شیطان کے ولیوں کا طریقہ سنت سیئہ کہلائے گی۔ تو یہاں سنت حسنہ و سیئہ سے یہی مراد ہے کہ جو کوئی آدمی اچھی عادت، طبیعت و کردار، مزاج اور اچھا طریقہ نکالے وہ قابل تحسین ہے۔ اور یہ اس شخص کی سنت حسنہ ہوگی۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ کوئی آدمی اپنے وسائل اور ذاتی خرچ سے مسجد، مدرسہ وغیرہ تعمیر کروادے۔ نمازیوں کیلئے وضو کا انتظام کردے وغیرہ۔ یہ سنت حسنہ ہوگی اور کوئی آدمی برائی پھیلانے کی غرض سے کوئی بری چیز بناتا ہے جس سے گمراہی اور بے حیائی کو فروغ ملے تو یہ اس شخص کی سنت سیئہ ہوگی۔ اول الذکر آدمی کو سنت حسنہ پر ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا۔ اور دوسرے آدمی کو سنت سیئہ پر گناہ۔ یہاں بدعت حسنہ و بدعت سیئہ کا کوئی معاملہ و مسئلہ اس حدیث میں مذکور نہیں جو عمل لائق ثواب و قابل تحسین ہو اس کیلئے دلیل ہوتی ہے۔ لہٰذا بدعات کو حسنہ قرار

دینے والوں پر دلیل پیش کرنا لازم ہے کہ بدعات حسنہ اور قابل ثواب بھی ہیں؟ کوئی بھی "نابغہ عصر" نبی ﷺ کے کسی فرمان سے ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو کہ ایک بدعت حسنہ ہوتی ہے اور ایک بدعت سیئہ۔

کوئی بھی "نابغہ عصر" صحابہ کرام کا کوئی ایک قول پیش کرنے سے بھی عاجز ہے۔ کوئی بھی نابغہ عصر اپنے امام اعظم ابوحنیفہ اور پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ کا کوئی ایک قول بھی پیش کرنے سے عاجز ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک سیئہ۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ صرف وہی عمل حسن ہو سکتا ہے جس کے کرنے کا حکم شارع نے فرمایا ہو۔ یا خود کیا ہو یا اس پر تقریر فرمائی ہو، مگر اہل بدعت کہتے ہیں کہ ایسے امور بھی حسنہ ہو سکتے ہیں جن کا حکم شارع نے نہیں فرمایا۔ انہیں خود نہیں کیا یا ان پر تقریر نہیں فرمائی۔ دریں صورت اہل بدعت کا دعویٰ بلا دلیل ترجیح ہمارے موقف کے مقابلہ میں رائج نہیں ہو سکتا، اگر حدیث مذکور کا یہ معنی ہوتا ہے کہ ایجاد بدعت اچھی چیز ہے تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایجاد بدعت کی اجازت ہوتی، بلکہ اس کی تحسین کی جاتی حالانکہ یہ بات کوئی نہیں کہتا۔

اس حدیث مذکور کا ایک دوسرا سبب بھی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے وہ بدعت مراد نہیں جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے یا پھر جو کیل شرک و بدعت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ انتہائی تنگدستی اور فقر و فاقہ کی حالت میں تھے، ان کی یہ حالت تھی کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت ایک صحابی نے بڑھ چڑھ کر صدقہ دیا۔ اس صحابی کا یہ فعل آپ ﷺ کو بہت پسند آیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے کوئی اچھا راستہ نکالا............(ملاحظہ کیلئے مذکور حدیث)

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سنت حسنہ سے وہ عمل مراد ہے جس کو اس صدقہ دینے والے صحابی نے انجام دیا۔ جن احادیث میں ایجاد بدعات سے مطلقاً منع کیا گیا ہے وہ مذکورہ

بالا روایات کے بالمقابل زیادہ صریح، واضح اور تعداد میں بھی بڑھی ہوئی ہیں، اور کم از کم یہ بات تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ مذکورہ بالا جن روایات سے تاویلوں کے سہارے بدعات کو حسنہ قرار دینے والے استدلال کرتے ہیں وہ روایات ان صریح المعنی اور کثیر المعنی احادیث کے معارض ہیں، اور جن روایات مذکورہ سے بدعات کی تحسین کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں، اگر ان کا وہی مطلب و معنی ہوتا جو یہ اہل بدعت سمجھ رہے ہیں۔ تو سب سے پہلے ان احادیث و روایات کے ناقل و راوی صحابہ و تابعین وغیرہ، ان کی ایجاد کردہ اور حسنہ قرار دی ہوئی بدعات کو ایجاد کرتے، جنھوں نے اپنی جانیں اور اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربان کر دیئے جیسے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین لیکن ان حضرات میں سے کسی نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی جس سے ہم یقینی طور پر جان گئے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جو ان اہل بدعت نے سمجھ رکھا ہے۔ بھلا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ بدعت تو ہے ہی سیئہ اور ضلالت۔

اعتراض نمبر 2

قادری صاحب کا استدلال کہ اگر نیا کام بدعت ہے تو پھر جمع قرآن اور باجماعت نماز تراویح بھی بدعت ہے۔

قادری صاحب کے نزدیک یہ کام بھی بدعت ہیں، پھر صحابہ نے کیوں کئے مثلاً جمع قرآن، باجماعت نماز تراویح، قطع ید کی سزا کی معطلی، عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز سے روکنا، مانعین زکوٰۃ سے قتال، جرم لواطت پر جلانے کی سزا، کتابیہ عورت سے نکاح کی ممانعت، بیت المال سے وظیفہ، پختہ مساجد کی تعمیر وغیرہ۔ (کتاب البدعۃ باب ۵ فصل دوئم سوئم صفحہ ۱۷۵ تا ۲۱۳)

علاوہ ازیں یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی دور خلافت میں جمعہ کے روز ایک اذان کا اضافہ کر دیا اور یہ حدیث بھی وکیل شرک و بدعت کو بڑی پسند ہے۔ ''مسلمان جس بات کو اچھا

سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ٹھیک ہے۔"

جواب:- وکیل شرک و بدعت کی یہ دلیل کہ خلفائے راشدین کے بعض افعال جمع قرآن، تدوین حدیث، باجماعت نماز تراویح اور مذکورہ تمام کام وغیرہ اس سوال کے کئی مدلل جواب دیئے جاسکتے ہیں۔مگر بے جا طول ہمیں پسند نہیں، ہم گزشتہ صفحات میں وضاحت کر چکے ہیں کہ بدعتی بے عقل ہیں اور ان میں سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہے جیسا کہ مشرک چونکہ بدعتی عموماً مشرک بھی ہوتے ہیں لہٰذا کسی بات کو سمجھنا ان کے بس کا روگ نہیں مثلاً وکیل شرک و بدعت طاہر القادری صاحب نے یہ جو اعتراض کئے ہیں اگر انہیں اپنی کتاب میں موجود بعض روایات کی خبر ہوتی یا پھر وہ انہیں کسی استاد یا پیر سے سمجھ لیتے تو یقیناً یہ اعتراض نہ کرتے، ہم قادری صاحب کی کتاب سے ایسی ہی چند روایتوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے اس اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔مثلاً" فانه من یعش منکم بعد فسیری اختلافاً کثیر فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین "جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہا تو وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے۔" (کتاب البدعۃ صفحہ ۶۳،۶۴،۴۴،۴۳)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

......اس حدیث مبارکہ کے الفاظ" فعلیکم بما عرفتم من سنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین" سے واضح ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کی اطاعت بھی واجب ہے۔

(کتاب البدعۃ صفحہ ۶۵)

"میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو تھامے رکھنا اور خلفائے راشدین کے ساتھ خوب متمسک ہوجانا کہ ان کی سنت میری ہی سنت ہوگی اور وہ جو کہیں اسے مان لینا اور جو ان کے مخالف کہیں اسے چھوڑ دینا، یہی راہ ہدایت اور احداث و بدعات سے محفوظ و مامون طریقہ ہے۔"

(کتاب البدعۃ صفحہ ۵۵)

قادری صاحب کی کتاب سے ماخوذ مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اسی طرح صحابہ کی اطاعت وسنت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وسنت ہے۔ لہٰذا اگر حضرت عمرؓ نے با جماعت نماز تراویح کو بدعت کہہ دیا یا فرمایا "نعمت البدعة هذه" کیا ہی اچھی ہے یہ بدعت تو اس سے مراد لغوی معنی ہوگا۔ شرعی معنی نہیں۔ شرعی بدعت سے مراد جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو۔ جبکہ کے با جماعت نماز تراویح کی اصل شریعت میں ہے یعنی با جماعت نماز تراویح رسول اللہ نے شروع کی تھی۔

قادری صاحب کی کتاب صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۰ تک دیکھیئے۔ قادری صاحب نے مختلف علماء کے اقوال نقل کیئے ہیں، چند ایک پیش خدمت ہیں۔

"بدعت وہ نیا کام ہے جس کو صحابہ وتابعین نے نہ کیا ہو، اور نہ ہی وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔"

(کتاب البدعۃ صفحہ ۲۹)

"ارکان اسلام یا ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کر دے یا امور دین میں کسی چیز کا اضافہ کر دے تو یہ سارے فتنے احداث اور بدعت شمار ہونگے۔" (کتاب البدعۃ صفحہ ۶۳)

"بدعت اس فعل کو کہا جاتا ہے جو نبی کی سنت کے خلاف گھڑا جائے اور وہ عمل صحابہ وتابعین کے طریقہ کے بھی مخالف ہو۔"

پھر بذات خود قادری صاحب ان اقوال پر تبصرہ کرتے ہیں۔

"متذکرہ بالا تعریفات سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ ہر وہ نیا کام جس کی کوئی شرعی دلیل شرعی اصل مثال یا نظیر پہلے سے کتاب وسنت اور آثار صحابہ میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔"

(کتاب البدعۃ صفحہ ۳۰)

لہٰذا اب قادری صاحب میں ذرہ بھر بھی سمجھ بوجھ ہے تو مذکورہ تمام اعتراضات بطور دلیل پیش کرنے کا انہیں کوئی حق حاصل نہیں رہا کیونکہ خود ان کے نزدیک بھی خلفائے راشدین کی سنت نبی ﷺ کی ہی سنت ہے۔ اور خلفائے راشدین کی اطاعت کا حکم بذات خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اور ان کی سنت کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب خلفائے راشدین کا ہر عمل بھی سنت ہے تو پھر وہ بدعت کیلئے دلیل کیسی؟

اعتراض نمبر ۳:۔ قادری صاحب کا بدعت کی تائید میں ایک اور حدیث کا حوالہ

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ "اللہ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو قلب محمد ﷺ کو تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ لہٰذا اپنی ذات کیلئے منتخب فرمایا، پھر رسالت کے ساتھ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کے دل کے بعد پھر لوگوں کی طرف نظر کی تو صحابہؓ کے دلوں کو تمام بندوں سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی کا وزیر بنایا جو اس نبی کے دین کیلئے مقابلہ کرتے ہیں پس جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کام کو برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔" (کتاب البدعۃ صفحہ ۳۶۹)

جواب:۔ اگر یہ روایت صحیح ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہی ایسا فرمایا ہے تو اس قول کی روشنی میں "لولاك لما خلقت الافلاك" اور وسیلہ آدم والی روایت باطل ہے، جیسا کہ قادری صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بخشش کے سلسلہ میں نبی ﷺ کی ذات کے وسیلہ کو مرکزی دلیل قرار دیا ہے۔

اس روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ نبی ﷺ کے وزیر یعنی اصحاب پیغمبر جنہوں نے دین کی خاطر ہجرت کی اور جہاد کیا، اور اپنی جان و مال کو قربان کیا وہ جس کام کو اچھا جانیں وہ اچھا ہے اور جس کام کو برا جانیں وہ برا ہے۔ کیونکہ اس میں اصحاب پیغمبر کا ذکر ہے، عام مسلمین کا نہیں۔

ہماری طرف سے اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کا بھی مطالبہ ہے، مگر ہمیشہ سے حامیان بدعت اس کی صحت ثابت نہیں کر سکے اور نہ ہی آئندہ کر سکتے ہیں، لہٰذا یہ حجت نہیں بن سکتی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی سے موقوفاً مروی ہے، اس لئے بھی حجت نہیں۔

''فما رای المسلمون حسناً فهو عندالله حسنا ''

جس چیز کو مومنین اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور اختلاف کی صورت میں اس کے اچھا ہونے کا دعویٰ کس دلیل پر قائم ہے؟ کیونکہ قرآنی آیت'' ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات ''میں تمام مسلمان مرد و خواتین شامل ہیں، پھر اس روایت کے عموم میں بھی تمام مسلمان شامل ہونے چاہئیں۔ اسی طرح آیت قرآنی ''والکافرون هم الظالمون ''سے مراد تمام کافر ظالم ہیں ان میں نہ کوئی مستثنیٰ ہے نہ مخصوص۔

اسی طرح اکثریتی جماعت والی حدیث بھی قادری صاحب کو بڑی پسند ہے کہ ایک فرد سے دو بہتر ہیں اور دو سے چار، ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ دونوں روایات کی صحت ثابت نہیں کی جا سکتی۔ اور دوسری صورت میں بھی یہ روایتیں ہمارے حق میں ہیں اور اہل بدعت کے عقائد کی تردید میں ہیں؟ مثلاً بریلوی مذہب کی مشہور باتیں مزار اور قبے نذر غیر اللہ چادریں چڑھانا وغیرہ، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہلحدیث سب کے نزدیک شرک ہے اور بریلوی عقائد عید میلاد النبی، قل، تیجہ اور دیگر بدعات وغیرہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہلحدیث سب کے نزدیک مذموم اور ضلالت ہے، لہٰذا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو قادری کے عقائد باطل ہیں کیونکہ یہ اقلیتی اور جاہل لوگوں کے عقائد ہیں۔

اعتراض نمبر ۲ : قادری صاحب کا بدعت کی تائید میں عجیب استدلال:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''اگر آپ نے کوئی نیک عمل کیا کسی دوسرے شخص نے اس پر

اعتراض کیا اور کہا کہ یہ میلاد منانا، انگوٹھے چومنا، مزارات کی حاضری اور ایصال ثواب وغیرہ یہ سب اعمال بدعت سیئہ اور حرام ہیں تو آپ اس معترض سے کہیں کہ معروف حدیث البینۃ علی المدعی کے تحت وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس عمل کے حرام اور ناجائز ہونے پر گواہی لائے کیونکہ اصلاً کوئی چیز حرام نہیں بلکہ مباح ہوتی ہے۔ جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو حرام قرار نہ دے دیں۔ مزید یہ کہ متعدد آیات واحادیث مثلاً ''**واحل لکم ما ورآء ذالکم** اور **قد فصل لکم ما حرم علیکم** اور **وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ** سے **الاصل فی الاشیاء الا باحۃ** کی واضح طور پر تائید ہوتی ہے۔''

مذکورہ شخص نے چونکہ اس چیز کے ناجائز اور مکروہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ خلاف اصل ہے لہٰذا اسے دلیل لانا پڑیگی کہ یہ چیز حرام کس بنیاد پر ہے؟ اگر وہ کہے کہ اس کا کہیں قرآن وحدیث میں ذکر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس عمل کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو وہ حلال اور مباح ہوتا ہے یعنی جن اعمال کی حلت وحرمت کے بارے میں کتاب وسنت خاموش ہوں۔ وہ حلال اور مباح ہوتے ہیں اور عدم ذکر میں بھی اللہ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں بھی اس حکمت خداوندی کو وجہ نزاع نہیں بنانا چاہیئے۔ (کتاب البدعۃ صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۵)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں، پہلا جواب تو قادری صاحب کی علمی خیانت پر ہے اور دوسرا ان کی جہالت پر ہے۔ پھر ہم ان کی جہالت کا جواب ان کے اپنے ہی بیان سے دینگے۔

قادری صاحب نے پہلے تو یہ دھوکہ دیا کہ مخالفین عید میلاد، انگوٹھے چومنا اور دیگر ایسی چیزوں کو بدعت سیئہ اور حرام کہتے ہیں، حالانکہ ہم نے کبھی ان بدعات کو سیئہ کا نام نہیں دیا کیونکہ بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کار باطل ہے۔ پھر ہر بدعت ضلالۃ ہے اور ہر ضلالۃ جہنم میں لے جانی والی ہے، چاہے بدعتوں کے جتنے مرضی خوبصورت نام رکھ لئے جائیں آخر وہ بدعت ہی ہیں۔ اور ہم نے کبھی بدعات کو

حرام بھی نہیں کہا۔ البتہ ہم بدعت کو ضلالۃ یعنی گمراہی ضرور کہتے ہیں کیونکہ بدعت کو ضلالۃ کا نام خود نبی اکرم ﷺ نے دیا ہے۔ البتہ فقہ حنفی کی کتب میں مزاروں پر جانا، مزار بنانا، چڑھاوے چڑھانا، سجدہ کرنا حرام لکھا ہے اور اگر ہم میں سے کوئی فقہ حنفی کے حوالے سے اسے حرام کہے تو اس پر قادری صاحب کو چیں بہ چیں ہونے کی ضرورت نہیں یا وہ ان اعمال کو حرام سمجھیں یا حنفیت سے خارج ہو جائیں۔

قادری صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ مروجہ بدعات کا قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت نہیں البتہ ان کی علمی خیانت پر مبنی یہ دعویٰ کہ قرآن و حدیث سے ان کے حرام ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں، یہ ان کی اپنی جہالت ہے، ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے اس کا جواب ہم انہی کے بیان سے دیں گے، رہی ہماری بات تو ہم جس چیز کو شرک کہیں گے یا بدعت، انشاء اللہ اسے قرآن کریم اور حدیث رسول کی روشنی میں شرک یا بدعت ثابت کرینگے اور جسے حرام کہیں گے اسے قرآن و سنت کی روشنی میں حرام ثابت کرینگے۔

3۔ تضاد بیانی:۔

تضاد بیانی قادری صاحب کی فطرت ثانیہ ہے اور ان کے جھوٹے ہونے پر بھی دلالت ہے۔ قادری صاحب کے اس لمبے چوڑے بیان اور بزعم خود بہت بڑی دلیل کا رد ہم ان کے اپنے ہی دوسرے بیان سے ثابت کرتے ہیں جو اسی کتاب میں موجود ہے چنانچہ قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''جس طرح من دعا الی ھدی میں لفظ ہدایت عام ہے، اسی طرح من دعا الی ضلالۃ میں ضلالۃ کا کلمہ بھی عام ہے، لہٰذا اب کوئی بھی عمل جو گمراہی پر مبنی ہو وہ ضلالۃ ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف وہی اعمال جنہیں کتاب و سنت میں حرام کہا گیا ہے ضلالۃ شمار ہونگے اس کے علاوہ بے شمار وہ اعمال جو دین میں نقصان کا باعث ہیں جو اخلاق اور شرم و حیا کے خلاف ہیں جو عقائد و مذہب کے خلاف ہیں جو معاشرتی اقدار کے خلاف ہیں، ضلالۃ شمار نہیں ہونگے بلکہ اس کے برعکس وہ تمام اعمال جن کے حرام ہونیکا اگرچہ

کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو، لیکن وہ روح دین سے متناقض ومتخالف ہوں، ضلالت ہونگے۔"

(کتاب البدعۃ)

قادری صاحب کی تضاد بیانی:-

دروغ گورا حافظہ نہ باشد کی زندہ مثال ہے

اعتراض نمبر ۵ جہالت یا علمی خیانت؟

ایک صحیح حدیث سے قادری صاحب کا بدعت کے سلسلے میں غلط استدلال

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو رد" جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے، اس حدیث میں "لیس علیه امرنا" سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام (خواہ وہ نیک اور احسن ہی کیوں نہ ہو، مثلاً ایصال ثواب، میلاد اور دیگر سماجی وروحانی اور اخلاقی امور اگر ان پر قرآن وحدیث سے کوئی نص موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم سراسر غلط اور مبنی بر جہالت ہے، کیونکہ اگر یہ معنی لے لیا جائے کہ جس کام کے کرنے کا حکم قرآن وسنت میں موجود نہ ہو وہ حرام ہے تو پھر شریعت کے جملہ مباحات (permissible) کا کیا ہوگا کیونکہ مباح تو کہتے ہی اسے ہیں جس کے کرنے کا شریعت میں حکم نہ ہو۔ (کتاب البدعۃ صفحہ ۳۶)

جواب:- تضاد بیانی:-

علم الغیب کا مسئلہ آئے تو قادری صاحب لوح محفوظ کے متعلق آیات کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں اور علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں، ہر رطب اور یابس چیز کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور ہر چیز بیان کردی گئی ہے تو پھر نبی ﷺ ما کان وما یکون کے عالم کیوں نہ ہوئے؟ اب قادری صاحب لکھتے ہیں کہ مباح اسے کہتے ہیں جس کا حکم قرآن وسنت میں موجود نہ ہو، یہ تضاد بیانی قابل غور ہے۔ قادری صاحب کو یہ لکھتے ہوئے اپنی دوسری کتاب "عقیدہ علم الغیب" میں لکھی ہوئی باتیں کیوں بھول گئیں؟ ہم

اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں

؎ جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

معلوم ہوا کہ اگر کسی معاملہ کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت نہ ہو تو پھر اول تو وہ کوئی خاص اور دین کا اہم جزو نہیں ایک وقتی معاملہ ہے اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کی اجازت ہے اور یہ تقریری سنت بھی ہے اور تقلید اس کے برعکس ہے۔

اعتراض نمبر۶ ،نماز چاشت سے بدعت کی تائید میں غلط استدلال:

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ

دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة رضى الله عنها و اذا ناس يصلون فى المسجد صلاة الضحى قال فسالنا عن صلاتهم فقال بدعة ثم قال له لم اعتهر رسول الله قال اربع "

(بخاری کتاب العمرہ بحوالہ کتاب البدعۃ صفحہ ۱۵۹)

"میں اور عروہ بن زبیرؓ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حجرہ عائشہؓ کے پاس بیٹھے تھے اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم نے (ابن عمرؓ) سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق پوچھا تو فرمایا بدعت ہے، پھر ان سے گذارش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے؟ فرمایا چار۔"

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اسلوب بیانی سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک لفظ بدعت کا استعمال اس قبیح اور خراب معنی میں نہیں ہوتا تھا جتنا آج کل بعض خاص پس منظر رکھنے والے لوگوں نے بنادیا ہے۔ اس لئے جب آپ سے اس طرح مسجد میں نماز چاشت پڑھنے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے بغیر کسی تامل کے بے ساختہ فرمایا، بدعت

یعنی کوئی بات نہیں یہ بدعت (نیا طریقہ) ہے غور فرمائیں۔ اگر کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بدعت علی الاطلاق ضلالت ہوتی تو ابن عمرؓ اس طریقے سے اجتماعی نماز چاشت کی ادائیگی کو بند کروا کر انہیں فوراً مسجد سے نکلوا دیتے اور فرماتے کہ تم حرام کام کر رہے ہو، کیونکہ ابن عمرؓ جیسے عظیم صحابی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان کے سامنے کسی خلاف شریعت امر کا ارتکاب ہو رہا ہو اور وہ خاموش رہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت مجاہدؓ اور عروہ بن زبیرؓ بھی ابن عمرؓ سے یہ سن کر یہ بدعت ہے، پریشان نہیں ہوئے بلکہ خاموش رہے۔ (کتاب البدعۃ صفحہ ۱۶۰)

پہلا دھوکہ قادری صاحب نے یہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کو حدیث کہا تاکہ عوام الناس کے نزدیک اس بات کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جائے کچھ بعید نہیں کہ قادری صاحب کو حدیث اور قول صحابی کے فرق کا ہی علم نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کا دوسرا حصہ نقل نہیں کیا جس میں حضرت عائشہؓ نے اسی موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس وجہ سے غلطی پر کہا ہے۔ اگر وہ مکمل اس روایت کو نقل کرتے تو اس اعتراض کا جواب اسی روایت کے دوسرے حصے میں مل جاتا۔ مگر قادری صاحب کو تو دھوکا دینا مطلوب ہے اسلیے وہ اس علمی خیانت کے مرتکب ہوئے۔ ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجائے۔

نماز چاشت کو بدعت کہنے کی وجہ:-

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز چاشت کو غلط فہمی کی بناء پر بدعت سمجھتے تھے اسی طرح نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں کتنے عمرے کیے، اس پر بھی آپ غلط فہمی میں مبتلا تھے، جبکہ دوسرے صحابہ کرامؓ کے نزدیک نماز چاشت سنت تھی، وجہ اختلاف یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ نے کبھی نماز چاشت نہیں پڑھی اور اگر ایک دو مواقع ایسے ہیں تو وہ نماز ضحی تھی نہ کہ نماز چاشت۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بخاری شریف میں ہی یہ موقف واضح ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ یا حضرت ابوبکرؓ و

عمرؓ کو صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے نہیں دیکھا اور وہ خود بھی نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح حضرت عائشہؓ سے بھی روایت ہے۔

ما رایت رسول اللہ ﷺ سبحۃ الضحیٰ قط وانی لا سبحھا وان کان رسول اللہ لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم
(صحیح مسلم)

میں نے حضور ﷺ کو کبھی نماز چاشت پڑھتے نہیں دیکھا۔ نبی ﷺ بسا اوقات ایک عمل کو پسند کرتے مگر اس ڈر سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ بھی عمل کرنے لگ جائیں اور وہ ان پر فرض ہو جائے۔ مسلم شریف میں ہی موجود ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی ﷺ ضحیٰ کی نماز پڑھتے تھے تو سیدہ صدیقہؓ نے جواب دیا کہ **لا الا ان یجئی عن مغیبۃ**۔
(صحیح مسلم)

نہیں البتہ سفر سے واپس تشریف لاتے تو پڑھتے تھے، اس کے برعکس نماز چاشت کے اثبات میں بھی صحیح احادیث پائی جاتی ہیں، صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "**کان رسول اللہ ﷺ یصلی الضحیٰ اربعاً ویزید ماشاء**" (صحیح مسلم صفحہ ۲۴۹)

نبی ﷺ صلوٰۃ الضحیٰ چار رکعت پڑھتے تھے اور جی چاہتا تو زیادہ بھی پڑھ لیتے۔ صحیح مسلم میں ہی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ "**اوصانی خلیلی بثلاثۃ ایام من کل شھر ورکعتی الضحیٰ وان اوتر قبل ان انام**" (صحیح مسلم صفحہ ۲۴۹)

میرے حبیب ﷺ نے مجھے تین نصیحتیں فرمائیں، ہر ماہ تین روزے رکھوں، دو رکعت نماز چاشت پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔" اس صورتحال سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز چاشت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک بدعت ہے کیونکہ انہیں اس کا علم نہ تھا اور نہ ہی انہوں نے نبیؐ اور حضرت

ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی پڑھتے دیکھا تھا۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ ﷺ کا بھی ایک فرمان حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فرمان کے مطابق ہے کہ انہوں نے بھی کبھی آپ ﷺ کو نماز چاشت پڑھتے نہیں دیکھا، لہٰذا اس صورت حال میں اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نماز چاشت کو بدعت کہا تو ہر بدعت گمراہی ہے البتہ یہ الگ بات ہے کہ ایک چیز کی خبر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نہ ہو اور وہ اسے بدعت سمجھ لیں۔ ہمارے موقف کی مزید تائید اسی روایت کے حصے میں ہے کیونکہ قادری صاحب نے جو روایت بخاری شریف کے حوالے سے نقل کی ہے، وہ نامکمل نقل کی ہے جبکہ اس کے دوسرے حصے میں حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے وہی لوگ جنہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا تھا، نماز چاشت اور نبی ﷺ کے عمرہ کے متعلق ان کے نزدیک بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ غلطی پر تھے۔

”وقال وسمعنا استنان عائشة ام المومنين فى الحجرة فقال عروة يا اماه ام المومنين الا تسمعين ما يقول قال يقول ان رسول الله ﷺ اعتمر اربع عمرات احدهن فى رجب قالت يرحم الله ابا عبدالرحمن ما اعتمر ومرة الا وهو شاهده وما اعتمر فى رجب قط“ (صحیح بخاری پارہ ۷ ابواب العمرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

اتنے میں ہم نے حضرت عائشہؓ کے مسواک کرنے کی آواز حجرہ میں سنی، عروہ نے پکار کر کہا، مسلمانوں کی اماں کیا آپ سن رہی ہیں، ابوعبدالرحمٰنؓ کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہ نے کہا یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کئے تھے، ان پر ایک رجب کے مہینے میں کیا تھا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ابو عبدالرحمٰن پر اللہ رحم کرے (یعنی ان کے غلط موقف پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحم کی دعا مانگی) نبی ﷺ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں ابوعبدالرحمٰن موجود نہ ہوں اور رجب میں تو آپ ﷺ نے عمرہ کیا ہی نہیں۔“

اگر نماز چاشت کے متعلق حدیث صحیح ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نماز چاشت کو

بدعت کہنا ان کی غلطی اور اس سے لاعلمی تھی اس صورت میں تو یہ نئی چیز ہی نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی ﷺ کے رجب کے عمرہ کے متعلق بھی غلط فہمی تھی، لہٰذا اس دلیل سے بدعت یعنی ضلالت کے حسنہ ہونے پر جواز پیش کرنا صحیح نہیں۔

اعتراض نمبر ۷:

قادری صاحب کی یہ دلیل کہ لاؤڈ سپیکر، ہوائی جہاز بھی بدعت حسنہ ہے۔

قادری صاحب اپنی کتاب کے باب پنجم کی فصل سوئم میں اسلامی حکومت کے قیام کا مسئلہ، پختہ مساجد کی تعمیر، قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر، دینی علوم و فنون کی تنظیم و تدوین وغیرہ کا مسئلہ زیر بحث لائے ہیں اور پھر بزعم خود انہیں بدعت حسنہ کا نام دیا ہے، اور بعض اسی طبقہ کے افراد لاؤڈ سپیکر، وائرلیس، بجلی، گھڑی، ہوائی جہاز، موٹروں اور دیگر ایسے نفع بخش و عمدہ ایجادات پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور پھر خود ہی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ یا محمودہ ہیں۔ واہ سبحان اللہ!

؎ دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

جواب:۔ یہ اعتراضات مبنی بر جہالت ہیں، جہاں تک قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر اور اعراب کا تعلق ہے یہ قرآن کریم کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے ایک ضروری طریقہ کار ہے قرآن کریم چونکہ صرف عرب کیلئے باعث ہدایت و رحمت نہیں بلکہ ہر ملک، ہر خطے، حتیٰ کہ ذکر اللعالمین ہے لہٰذا اس کی تفہیم کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اسی طرح مساجد کا پختہ کرنا، وقت کی ضرورت، ذرائع کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی پتھر اور گارے سے تعمیر ہوتی تھی۔ لہٰذا پتھر سے پختہ ہونا تو ثابت ہوا، یہ ایجادات کے زمرہ میں آتا ہے۔

یہ چیزیں اور اس طرح کی دیگر ایجاوات مثلاً لاؤڈ سپیکر اور معاشی امور سے متعلق ہیں، اور دیگر ایسے نفع بخش و عمدہ ایجادات کا معاملہ ہے کہ ان کا استعمال جائز ہے کیونکہ یہ نہ تو ضرر رساں ہیں اور نہ

لوگوں کو کسی خرابی میں مبتلا کرتی ہیں اور نہ ہی ان کا استعمال کسی حرام کام کے ارتکاب پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فائدہ کیلئے اچھے کاموں کی اجازت دے رکھی ہے۔ یہ سب دنیاوی معاملات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز پر غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس غور وفکر کے نتیجہ میں نت نئی چیزیں ایجاد ہوتی رہتی ہیں۔ جو لوگوں کیلئے مفید ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بندوں پر یہ پابندی نہیں لگائی کہ وہ اپنے دنیاوی مصالح کیلئے کچھ ایجاد نہ کریں بلکہ اچھے کاموں کا حکم دیا گیا ہے۔ ''وافعلو الخیر لعلکم تفلحون'' تم اچھے کام کرتے رہو تا کہ کامیاب بن سکو۔ یہ آلہ جات موٹر کار، سواریاں وغیرہ امر دین نہیں آلات ہیں اور پھر معتبر بھی نہیں۔ جبکہ دین کو اللہ تعالیٰ نے نامکمل نہیں چھوڑا اور نہ محمد ﷺ نے اس کا کچھ حصہ بھلایا نہ چھپایا کہ جاہل دین میں اضافہ کرتے پھریں۔

دراصل قادری صاحب کے نزدیک جس طرح کوئی کلمہ گو مشرک نہیں اور کوئی مسلمان شرک کا ارتکاب نہیں کرتا اسی لئے کسی مسلمان کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہے۔ شرک کی آیات تو محض مشرکین مکہ اور بت پرستوں کے متعلق ہیں۔ اسی طرح موصوف کا خیال بدعت کے بارے میں ہے کہ کسی کام کو بدعت نہ کہو۔ حالانکہ بدعت کی جو تعریف خود موصوف نے کی ہے اس کی رو سے دسیوں اور بیسیوں کام ایسے ہیں جو قبر پرستوں میں عام ہیں وہ بدعات کے زمرہ میں آتے ہیں مگر موصوف انہیں من گھڑت اصطلاح بدعت حسنہ کا نام دے کر کار ثواب گردانتے ہیں۔ مثلاً عید میلاد النبی، عرس میلے، مزار، مردوں کیلئے تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور قل، قرآن خوانی دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اذان دینا، ہر جمعرات کو روحوں کی واپسی کا عقیدہ، رجب کے کونڈے، شب برات کی رسمیں، صلوٰۃ الرغائب، انگوٹھے چومنا، تقلید آئمہ اربعہ، اذان سے قبل صلاۃ وسلام کا اضافہ، محفل میلاد میں صلاۃ وسلام کے وقت دست بستہ قیام اور اسی طرح کی دیگر بدعات باوجود اس کے انہیں دین اور اجر عظیم کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے اور منع کرنے والوں کو بے ادب اور گستاخ کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام، تابعین آئمہ کرام سب نہ

صرف بدعتوں کو گناہ عظیم اور ضلالت سمجھتے بلکہ بدعتیوں سے قطع تعلق حتیٰ کہ ان کا جنازہ بھی نہ پڑھتے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کے حوالے سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

اعتراض نمبر ۸: امت کا سواد اعظم کبھی گمراہ نہیں ہوتا سے استدلال

قادری صاحب کو سواد اعظم والی حدیث سے بڑا پیار ہے اور ان کا تذکرہ ہم نے ان کی اکثر کتابوں میں پایا، اس کی حقیقت بھی قارئین پر واضح ہونی چاہئے۔ قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کی اکثریت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔ یہ امت مصطفوی کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے عقائد اخلاق اور اعمال میں جزوی بگاڑ واقع ہو سکتا ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی اکثریت برائی اور گمراہی پر متفق اور مجتمع ہو جائے وہ بے دینی پر مجتمع ہو ہی نہیں سکتی۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ علیکم بالجماعۃ، تم جماعت کو لازم پکڑو۔ و ید اللہ علی الجماعۃ۔ اور جماعت پر اللہ (کی حفاظت) کا ہاتھ ہے۔ اسی حدیث پر مزید ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ سواد اعظم کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (ترجمہ) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہیں ہوگی جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو......''

(ترجمہ) حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسئلہ پر دو افراد کا ایک کے مقابلے میں جمع ہونا محفوظ تر ہے اور اسی طرح چار تین کے مقابلے میں بہتر ہیں۔ پس تم پر اکثریتی جماعت کی پیروی لازم ہے کیونکہ اللہ رب العزت میری امت کو سوائے ہدایت کے کسی غلط بات پر جمع نہیں ہونے دیگا۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے صفحہ ۹۰ تا ۹۲)

اول تو یہ اکثریت والی روایت بے اصل ہے، جس کی صحت ثابت کرنے سے وکیل شرک و

بدعت عاجز ہیں اور دوسری صورت میں بھی غیر مقلدین یعنی اہل حدیث اور تمام مقلدین (حنفی، (دیوبندی) شافعی، مالکی، حنبلی) ان سب کے عقائد ونظریات بریلویت کے عقائد ونظریات سے ایسے ہی مخالف ہیں جیسے دن اور رات۔ لہٰذا اس صورت میں بھی قادری صاحب کا فرقہ اور اس فرقہ کے عقائد ونظریات گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لئے اہلحدیث اور مقلدین حضرات کے تمام فرقے اس فرقہ ضالہ کے ہر عقیدے اور ہر بدعت کے سخت مخالف ہیں۔

لہٰذا یہ ان کی پیش کردہ حدیث خود ان کے مذہب کے خلاف ہے۔ اور پھر حدیث نمبر ا اور پھر علیکم بالجماعۃ۔ یہ احادیث تو امت کے اجتہاد کے متعلق ہیں اور ایسے کام جس پر سب کا اتفاق ہوا۔ مثلاً صحابہ کا جمع قرآن کا عمل، یا پھر امت کا قرآن کریم کا چھپوانا اور دیگر زبانوں میں تراجم کرنا وغیرہ سے متعلق ہیں، نہ کہ جاہل قادری کے باطل مذہب کی بدعات کے متعلق۔ لہٰذا اس اعتراض کی بھی کوئی وقعت اور اہمیت نہ رہی۔ اور پھر سواد اعظم یعنی بڑی جماعت وہ نہیں جو زیادہ افراد رکھتی ہے۔ بلکہ سواد اعظم کا مطلب تو یہ کہ جو جماعت حق پر قائم ہو۔ اگر چہ وہ تعداد میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں، وہی سواد اعظم ہیں اور حق صرف قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ:

نبی اکرم ﷺ کے پیدائش کے دن کو منانے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں جیسا کہ لوگ اسے عید کے طور پر مناتے ہیں۔ عید میلاد النبی کا اہتمام کرنا اور یہ دن منانا بدعت ہے اور عید میلاد النبی دین میں نو ایجاد اضافہ ہے۔ قادری صاحب نے اس موضوع پر ضخیم کتاب "میلاد النبی" کے نام سے تالیف کی ہے۔ یہ کتاب آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں دلائل و براہین کے علاوہ سب کچھ ہے اور مزیداری کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کے بعض باب اور قادری صاحب کے قلم سے نکلنے والے بعض جملے جشن میلاد النبی کے رد میں کافی ہیں۔ ان کا ذکر ان شاءاللہ آئندہ صفحات میں کیا جائیگا۔

انبیاء علیہ السلام نے کسی کا میلاد نہیں منایا:۔

قرآن کریم میں متعدد انبیاء کا ذکر موجود ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی ولادت، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کے بیٹے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔گذشتہ انبیاء نے نہ تو بذات خود اپنی ولادت کا دن منایا اور نہ اپنی اولاد کی ولادت کی خوشی میں ایسا کوئی دن متعین کیا اور خاتم النبین ﷺ نے بھی کسی نبی کی ولادت کا دن نہیں منایا۔ اگر یہ دن منانا جائز ہوتا یا اس کی کوئی گنجائش ہوتی تو بیت اللہ شریف کے معمار حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا یوم ولادت، نبی ﷺ ضرور مناتے۔آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، مگر کبھی ان کی ولادت کی خوشی میں یہ دن نہیں منایا۔

خاتم النبین ﷺ نے اپنی ولادت کا دن نہیں منایا:۔

رسول مکرم علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔نہ کبھی نبوت سے قبل آپ نے اپنی ولادت کی خوشی میں یہ دن منایا اور پھر نبوت کے بعد ۲۳ مرتبہ نبی ﷺ کی زندگی میں یہ دن آیا۔مگر نبی ﷺ نے ایک مرتبہ بھی یہ دن نہ خود منایا اور نہ اصحاب پیغمبر نے اس کا اہتمام کیا۔البتہ عیسائی جس طرح آج کرسمس ڈے مناتے ہیں اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عید میلاد یسوع مناتے تھے اور آج بھی ہم سب کے سامنے ہے۔مگر نبی اکرم ﷺ نے امت مسلمہ کو سختی سے منع فرمادیا۔"**لا تطرونی کما طرت النصاری ابن مریم** "میری عزت اور توقیر میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا۔

لفظ اطراء کا معنی ہے کہ مدح وتعریف میں غلو کرنا جشن وجلوس اور میلاد کے اہتمام وغیرہ میں انتہائی غلو سے کام لیا جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اس محفل میں شریک ہوتے ہیں اور لوگ آپ ﷺ کے استقبال کو کھڑے بھی ہوتے ہیں اور نعرہ بھی لگایا جاتا ہے کہ

؎ دم بدم پڑھو درود، حضرت بھی ہیں یہاں موجود۔

یہاں تک کہ ایک مولوی صاحب نے میلاد میں قیام کو فرض قرار دیا ہے۔ مولوی عبدالسمیع بریلوی لکھتے ہیں کہ "میلاد شریف کے ذکر کے وقت قیام فرض ہے۔"

(الانوار الساطعہ از عبدالسمیع بریلوی صفحہ ۲۵۰)

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف نصاریٰ کی طرح غلو سے منع فرمایا بلکہ فرمایا کہ "تم ضرور پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلو گے۔" آج ہر کوئی بریلوی حضرات کے اعتقاد اور مسائل کا عیسائیت سے تقابل کر کے دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح ان کے نقش قدم کی پیروی کی جا رہی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا، نرینہ اولاد بھی عطا کی۔ اگرچہ وہ بچپن میں وفات پا گئے۔ مگر آپ ﷺ نے کبھی ان کی پیدائش کی خوشی میں دن نہیں منایا۔ نہ ان کی وفات کے سوگ میں دن مخصوص کیا۔ پھر ذرا غور کیجئے کہ نبوت کا سلسلہ اسحاق کی اولاد سے ہے۔ بنی اسرائیل سے نبی خاتم نہیں آیا۔ بلکہ نبوت کی آخری اینٹ جس سے محل مکمل ہوا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے حضور صادق المصدوق خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ امییین میں سے ایک اُمّی کو نبوت عطا کی اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی تھی مگر آپ ﷺ نے آپ ﷺ کے اصحابؓ نے اس خوشی کا اہتمام کیا نہ کوئی اس خوشی کیلئے دن مخصوص کیا۔ قبلہ کی تبدیلی نبی ﷺ کی بہت بڑی خواہش تھی۔ مگر آپ مجبور تھے، حکم الٰہی کے بغیر آپ قبلہ تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا اور انہیں نبی ﷺ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف موڑ دیا۔ اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی تھی مگر کبھی اس خوشی کا اہتمام نہیں فرمایا۔

فتوحات نے نبی ﷺ اور اصحاب نبی کے آگے بڑھ کر قدم چومے۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب فرمایا اور قیامت تک کیلئے غالب فرمایا۔ کیا یہ خوشی کم تھی، دین کی اکملیت کا اعلان فرمایا مگر کبھی کسی نے اس خوشی کا اہتمام بھی کیا کوئی دن مخصوص کیا؟ جیسا کہ آج کل بدعتیوں میں رواج ہے البتہ نبی

ﷺ کو جب کوئی خوشی ملتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے اور کوئی غم اور افسوس ہوتا تو "انا للہ وانا علیہ راجعون" پڑھتے۔ صادق المصدوق ناطق وحی کا یہ فرمان گرامی یقیناً تم بھی اپنے سے پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلو گے۔ (ترمذی)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ تم بھی اپنے سے پہلی امتوں کے راستوں پر چلو گے اور ہو بہو اسی طرح جیسے تیر کے دونوں سرے برابر ہوتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی سانڈے (ضب) کے بل میں گھسا تو تم بھی ضرور گھسو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! قوموں سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر اور کون"۔ مستدرک علی الصحیحین میں ہے کہ "اگر ان میں سے کسی نے سر عام اپنی بیوی سے جماع کیا تو تم بھی کرو گے۔" اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان میں کسی (خبیث) نے اپنی ماں سے بدکاری کی تو تم میں سے کوئی ایسا (بدبخت) ہوگا جو ایسا کریگا۔

چنانچہ آج ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ حضور صادق المصدوق ﷺ کی یہ پیش گوئی بھی آپ کی دیگر پیش گوئیوں کی طرح پوری ہو رہی ہے۔

عیسائی حضرات کی طرح یوم عید میلاد یسوع کی طرز پر یوم عید میلاد النبی منانا۔

یہود و نصاریٰ کا کتاب اللہ کو چھوڑ کر اپنے انبیاء کی تعلیمات سے منہ موڑ کر اپنے احبار و رہبان کی پیروی کرنا، ہمارے ہاں قرآن وسنت کر چھوڑ کر اپنے آئمہ کی تقلید اور فقہ پر عمل پیرا ہونا۔

عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود نے عزیر علیہ السلام کو الوہیت کے مقام پر پہنچایا اور نور من نور اللہ کا عقیدہ وضع کیا۔ اللہ کا بیٹا کہنے لگے بعینہ ہمارے نام نہاد مسلمانوں نے نہ صرف نبی اکرم ﷺ کو بلکہ اولیاء اللہ کو حتیٰ کہ بعض ایسے افراد جو اسفل السافلین کی زندہ مثال ہیں، انہیں بھی الوہیت کے مقام پر جا پہنچایا۔

یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبان کے مزار بنائے، پھر چڑھاوے چڑھانے لگے، ہمارے نام نہاد مسلمان بھی اس معاملہ میں ان کے شانہ بشانہ ہیں۔

آج آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام کیلئے باعث ننگ مسلمان یورپی عیسائیوں اور یہودیوں کی دیکھا دیکھی اپنی نوجوان بیویوں بلکہ بہو بیٹیوں کو انٹرنیشنل مقامات پر اور پر ہجوم بازاروں میں نیم عریاں کر کے سیر سپاٹے کرا رہے ہیں اور سر عام میل ملاپ سے بھی نہیں شرماتے۔ اگر آپ قادری صاحب کی غیر محرم عورتوں کے ساتھ تصویریں دیکھیں اور عورتوں کے ساتھ میل جول حتیٰ کہ بے حیا فنکاروں سے راہ ورسم یہ سب کیا ہے؟ یہود ونصاریٰ کی نقل ہی تو ہے۔

جس طرح یورپ کے عیسائی ویلنٹائن ڈے کے نام پر یوم بے حیائی مناتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی ان کے ایسے قائد مل گئے، جنہوں نے ایسی خرافات کی حوصلہ افزائی کی اور آج نام نہاد مسلمانوں نے بھی ویلنٹائن ڈے منانا شروع کر دیا ہے۔

جس طرح ہندو حضرات بسنت مناتے ہیں، آج ہمارے بسنت منانے والے حضرات ہندوؤں پر بھی بازی لے گئے ہیں۔

جس طرح عیسائی حضرات خاص کر سکھ اور ہندو حضرات میلے اور عرس مناتے ہیں، اس معاملہ میں بھی ہم ان کے شانہ بشانہ ہیں۔ اور جس طرح یہود ونصاریٰ اپنی سالگرہ، برتھ ڈے یا پھر اپنا میلاد مناتے ہیں اسی طرح نام نہاد مسلمان بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے میلاد کی خوشی مناتے ہیں۔ اور جناب طاہر القادری صاحب کی سالگرہ تو ہر سال بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ شاید یہ ابتدائی تعلیم کے اثرات ہیں۔

اصحاب پیغمبر ﷺ نے عید میلاد النبی کا دن نہیں منایا:۔

اصحاب پیغمبرؓ کی نبی اکرم ﷺ سے محبت کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے ہر عمل، قول حتیٰ کہ ہر حرکت پسند اور ناپسند کی بھی اتباع کرتے، نماز پڑھتے، اگر نبی ﷺ نے قبلے کا رخ بدل لیا تو صحابہ کرام نے بھی بدل لیا۔ اگر کبھی نماز میں آپ ﷺ نے اپنے نعلین کسی وجہ سے اتارے تو صحابہ

نے بھی اتار دیئے۔ اور وہ تو وہ لوگ تھے جو نبی ﷺ کے جسم کو چھونے والے پانی کے قطرے بھی زمین پر نہ گرنے دیتے۔ آپ کا تھوک مبارک بھی نہ گرنے دیتے۔ اور کبھی حجامت کروائی تو بال تک محفوظ کر لیتے اور آپ ﷺ کا پسینہ مبارک شیشیوں میں بھر کر بطور عطر استعمال کرتے۔

تن من دھن کون سی چیز ہے جو صحابہ نے آپ ﷺ پر قربان نہ کی؟ ان کی نبی اکرم سے محبت کی مثال دنیا بھر سے کہیں نہیں ملتی، مگر کبھی کسی نے نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشی کا دن منایا؟ اور نہ ہی آپ کی وفات پر ماتم کا اہتمام کیا۔

۱۰ھ کو رسول عالم نے وفات پائی تو ۱۳ھ تک حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رہے۔ دو مرتبہ ان کی زندگی میں یہ دن آیا، ۱۳ھ سے ۲۴ھ تک حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں ۱۰ مرتبہ یہ دن آیا۔ ۲۴ھ سے ۳۵ھ تک حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں گیارہ مرتبہ یہ دن آیا۔ ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک پانچ مرتبہ یہ دن حضرت علیؓ کی خلافت میں آیا۔ حضرت حسنؓ کی خلافت میں ایک مرتبہ یہ دن آیا۔ صحابہ کرام میں سے آخری صحابی ۱۱۰ھ کو فوت ہوئے، اس وقت تک نہ تو کسی صحابی نے یہ دن منایا، گویا جو لوگ کائنات میں نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے، انہوں نے کبھی آپ کی زندگی میں یا زندگی کے بعد یہ دن نہیں منایا۔

تابعین اور تبع تابعین نے یہ دن نہیں منایا:-

صحابہ کرام کے بعد تابعین کو دیکھیئے تو آخری تابعی ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت تک میلاد کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تابعین کے بعد تبع تابعین کا دور آیا جو ۲۲۰ھ میں ختم ہوا۔ اس وقت بھی میلاد منانے والا کوئی نہ تھا۔ بالفرض صحابہ و تابعین کے دور کو ہم چھوڑ دیں کہ مقلد امام کی تقلید کو ضروری سمجھتا ہے۔ تو کیا بھلا آئمہ دین نے اس دن کو منایا؟ آیئے دیکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے، ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۱ میں وفات پائی۔

لیکن ۲۴۱ھ تک عید میلاد النبی کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ معلوم ہوا کہ اس دن کو نہ تو نبی ﷺ نے بذات خود منایا اور اصحاب پیغمبر، تابعین وتبعہ تابعین نے اور نہ ہی تقلیدی مذاہب کے آئمہ اربعہ نے۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے عید میلاد کا دن نہیں منایا:-

قادری صاحب کو پیر عبدالقادری جیلانیؒ کا حوالہ دینا بڑا معقول اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور بریلوی حضرات نے جس قدر غلو پیر صاحب کی شان میں مچایا ہے شاید اس قدر غلو نبی ﷺ کی شان میں بھی نہ کیا گیا ہو۔ پیر صاحب عالم الغیب، مختار کل، حاضر ناظر اور نہ جانے کیا کیا کچھ۔ مگر ہم ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ ساری دنیائے قادریت مل کر بھی یہ ثابت کرنے سے عاجز ہے کہ پیر عبدالقادر جیلانیؒ نے عید میلاد النبی کا دن منایا ہو؟ پیر صاحب ۴۷۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۹۱-سال زندگی پائی۔ آخر کار ۵۶۱ھ میں موت کا جام پیا مگر ۹۱ سال میں ایک مرتبہ بھی یہ دن نہیں منایا۔ منانا تو در کنار اس وقت تک کوئی آدمی خواہ کسی بھی عقیدے کا ہو، وہ اس بدعت وضلالۃ سے ناواقف تھا پھر قادری کہلوانے والوں کو سوچنا چاہئے اور میلاد منانا چھوڑ دیں یا پھر پیر صاحب کی طرف اپنی نسبت کرنا چھوڑ دیں۔ پیر صاحب نے تو بدعتیوں سے کلام کرنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ اور پھر پیر صاحب کی "غنیۃ الطالبین" میں لکھا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی پیدائش یوم عاشورہ کو ہوئی۔ یعنی آپ ﷺ ۱۲-ربیع الاول کو نہیں بلکہ دس محرم کو پیدا ہوئے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۲۹ مترجم شمس بریلوی)

قادری صاحب کو چاہئے کہ وہ محرم کے دن میلاد منائیں، ادھر سے اونٹنی نکلے اور ادھر سے

گھوڑا۔اور دونوں کا قرورہ مل جائے۔بذات خود قادری صاحب نے نبی ﷺ کی پیدائش یوم عاشورہ کے دن تسلیم کی ہے اور بطور ثبوت لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اس لیے انہیں چاہیے کہ بارہ ربیع الاول کی بجائے یوم عاشورہ کو میلاد منائیں۔

عید میلاد النبی کی تاریخی حیثیت:۔

حضرت عبدالقادر جیلانی ؒ نے ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔اس وقت تک کسی نے اس عید یا جشن کا نام تک نہ سنا تھا۔یعنی چھٹی صدی ہجری کے آخر تک اس بدعت کا وجود نہ تھا۔البتہ ساتویں صدی ہجری کی ابتداء میں ہی امت سباء کو امت مسلمہ میں تفرقہ ڈالنے کی ایک نئی ترکیب سوجھی اور عید میلاد النبی کا آغاز میلاد کے دن کی بجائے وفات کے دن ۱۲- ربیع الاول کو ہوا۔ایسا کیوں ہوا؟ درحقیقت عید میلاد فاطمی شیعوں کی ایجاد ہے اور پھر ۹ ربیع الاول جو پیدائش کا دن ہے، چھوڑ کر وفات کے دن یہ خوشی منائی کیونکہ انہیں نبی ﷺ کی وفات کی انتہائی خوشی تھی جو کوئی شیعہ حضرات کی تاریخ سے واقف ہے۔وہ جانتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کو زہر دے کر مارنا چاہا۔یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کو شہید کیا۔جمل وصفین کی ہولناکیوں کے پس پردہ بھی لوگ تھے، حضرت حسنؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، حضرت حسینؓ کو شہید کیا۔ان کا مقصد صرف امت مسلمہ میں تفرقہ ڈالنا اور دین اسلام کو ختم کرنا تھا، لہٰذا محبت علی کا نعرہ لگایا اور اسلام کی جڑیں اکھیڑنے لگے۔اسلام دشمنوں کیلئے نبیؐ کی وفات کا دن انتہائی خوش کا دن تھا کیونکہ ان کے نزدیک محمد ﷺ کو نبوت بھی فرشتہ کی غلطی سے ملی جو حضرت علیؓ کی بجائے حضرت محمد ﷺ پر وحی لیکر نازل ہوا۔لہٰذا ان ظالموں نے نبی ﷺ کی وفات کے دن پر خوشی کا اہتمام کیا اور تقیہ کی آڑ میں نام میلاد کی خوشی کا دیا۔جس طرح یہ لوگ حضرت عمرؓ کی وفات پر بھی خوشی کا اہتمام کرتے ہیں اور میٹھی چیزیں پکا کر تقسیم کرتے ہیں اور تقیہ کی آڑ میں اس کا نام رکھا ''رجب کے کونڈے۔'' چنانچہ انہی لوگوں میں سے عراق کے شہر اربل کے گورنر ملک المعظم مظفر الدین

کوکبوری نے ۶۰۴ھ میں اس محفل کا آغاز کیا۔ اور بلاآخر اسی حکمران نے اس کے کئی مفاسد دیکھ کر اسے بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ علماء سوء کی ہر دور میں کوئی کمی نہیں رہی۔ جو عوام الناس اور حکمرانوں کو چکمہ دیکر اپنی جیبیں بھرتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت کے ایک ایسے ہی مولوی ابوالخطاب عمر بن دحیہ جو بادشاہوں کو لوٹنے میں مشہور تھا، اس نے اس بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے عید میلا دالنبی کے جشن کے متعلق ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر'' نامی کتاب لکھی اور بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ بادشاہ نے خوش ہوکر ایک ہزار اشرفی بطور انعام اسے دی۔

(حسن المقصد فی عمل المولد از جلال الدین سیوطی)

امام ابن حجرؒ نے اس درباری ملاں کے بارے میں لکھا ہے کہ ''یہ بہت جھوٹا شخص تھا، احادیث خود وضع کر کے انہیں نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ سلف صالحین کے خلاف بدزبانی کیا کرتا تھا''۔ ابوالعلاء اصبہانی نے اس کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ '' وہ ایک دن میرے والد کے پاس آیا اس کے ہاتھ میں ایک مصلیٰ تھا۔ اس نے اسے چوما اور آنکھوں کو لگایا اور کہا یہ مصلیٰ بہت بابرکت ہے میں نے اس پر کئی ہزار نوافل ادا کیے ہیں اور بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر اس مصلیٰ پر کئی مرتبہ قرآن شریف ختم کیا ہے۔ لہٰذا یہ بہت بابرکت ہے'' اور اس کی منہ مانگی رقم وصول کی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اسی روز ایک تاجر میرے والد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ '' آپ کے مہمان نے آج مجھ سے بہت مہنگا مصلیٰ خریدا ہے''۔ میرے والد نے جو مہمان عمر بن دحیہ کے پاس تھا، اسے دکھلایا تو تاجر نے کہا کہ ''یہی وہ جائے نماز ہے جو اس نے مجھ سے آج خریدا ہے''۔ اس پر میرے والد نے اسے بہت شرمندہ کیا اور گھر سے نکال دیا۔

(لسان المیزان از امام ابن حجر ۴-۲۹۶)

جلال الدین سیوطی جو بڑے کھلے ذہن اور دماغ کے مالک تھے، اور اہل شرک و بدعت کیلئے آج بھی سیوطی پسندیدہ شخصیت ہیں، وہ اپنے فتاویٰ حاوی میں اس جشن کا حامی بھی ہے اور اپنی کتاب

حاوی میں لکھتا ہے کہ "ان الملک المظفر مبتدع بدعة المولد الیٰ اخرہ" کہ جشن میلاد کی بدعت کو رائج کرنے والے بدعتی حکمران مظفر نے ایک جشن میلاد میں دستر خوان بچھایا جس پر پانچ ہزار بکریاں روسٹ کیں، دس ہزار مرغیاں، سو گھوڑے، ایک لاکھ ٹکنیں، تیس لاکھ پلیٹیں حلوے کی رکھیں اور صوفیوں کو بلا کر ظہر سے لیکر اگلے دن کی فجر تک محفل سماع منعقد کی۔

"خلق الله للحروب رجالا ورجالا للقصعة وثرید" چنانچہ وہ خود بھی ان کے ساتھ بھنگڑا ڈالتا اور ناچتا تھا۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ شاہ اربل مجلس مولود کو ہر سال نہایت شان و شوکت سے مناتا تھا۔ جب اربل شہر کے گردونواح والوں کو خبر ہوئی کہ شاہ اربل نے ایک مجلس قائم کی ہے جس کو وہ بڑی عقیدت اور شان وشوکت سے انجام دیتا ہے تو بغداد، موصل، جزیرہ سجاوند اور دیگر بلاد عجم سے گویے، شاعر اور واعظ بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے ناچ گانے کے آلات لیکر محرم ہی سے شہر اربل میں آنا شروع ہو جاتے۔ قلعہ کے نزدیک ہی ایک ناچ گھر تیار کیا گیا تھا جس میں کثرت سے قبے تھے، اور خیمے بنائے گئے تھے۔ شاہ اربل ان خیموں میں آتا، گانا سنتا اور کبھی کبھی مست ہو کر ان گویوں کے ساتھ خود بھی رقص کرتا تھا۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

غور فرمایئے کہ نبی اکرم ﷺ نے ۱۲- ربیع الاول کو وفات پائی اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں، پھر وفات کا غم، پیدائش کی خوشی سے زیادہ ہوتا ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان میں اس دن کو میلاد النبی کی بجائے ۱۲- ربیع الاول وفات کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ چونکہ وفات کا نام ایسا تھا کہ اس دن ہلڑ بازی، تماش بینی کی محفلوں اور میلے کا سامان ممکن نہ تھا اس لئے آہستہ آہستہ اسے عید میلاد النبی کے نام سے بریلوی حلقہ میں بھی تعبیر کیا جانے لگا۔ میلادی طبقہ کی مشہور کتاب "سیرت رسول عربی" مصنفہ علامہ نور بخش توکلی، اس کتاب کے ابتدائی صفحات پر علامہ نور بخش کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ "بارہ ربیع الاول کو عام طور پر بارہ وفات کہا جاتا تھا۔ یہ حضرت علامہ توکلی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ گورنمنٹ کے

گزٹ میں اسے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے منظور کروادیا۔"

گھر کی گواہیاں:۔

بریلوی حضرات کے معتبر عالم دین دیدار علی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "میلاد شریف کا سلف صالحین سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ بعد میں ایجاد ہوئی ہے۔"

(رسول الکلام فی بیان المولد والقیام صفحہ ۱۵)

قادری صاحب کی اپنی گواہی:۔

قادری صاحب کی کتاب "میلاد النبی" کا باب ہفتم پورا ہی اس بحث پہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جشن میلاد کیوں نہیں منایا؟ قادری صاحب کی کتاب کے صفحہ ۴۵۳ سے ۴۹۸ تک یہی بحث ہے۔ مگر قادری صاحب نے علمی خیانت اور محض دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ صحابہ کرام کو آپ کے وصال کا انتہائی غم تھا اس لئے نہیں منایا۔ (واہ سبحان اللہ)

"ذالک مثلھم کمثل العنکبوت"

عید میلاد النبی میں شرکت نہ کرنے والا گنہگار نہیں:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ محافل میلاد، محافل عرس وغیرہ جنہیں عام مسلمان ثواب کی غرض سے منعقد کرتے ہیں، ان میں شرکت نہ کرنے والا گنہگار نہیں۔ (کتاب البدعۃ صفحہ ۴۴۹)

عید میلاد النبی ثقافت ہے، دین نہیں:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر یوم پاکستان منانا ثقافتی نقطہ نظر سے درست ہے تو حضور نبی کریم ﷺ میلاد کا دن جو انسانی تاریخ کا اہم ترین دن ہے کیوں نہ منایا جائے؟ اگر یوم آزادی پر توپوں کی سلامی دی جاتی ہے تو میلاد کے دن کیوں نہ دی جائے؟ اسی طرح اور موقعوں پر چراغاں ہوتا ہے تو یوم میلاد پر چراغاں کیوں نہ کیا جائے؟ اگر قومی تہوار پر قوم اپنی عزت و افتخار کو نمایاں کرتی ہے تو حضور رحمت

عالم ﷺ کی ولادت کے دن وہ بطور امت اپنا جذبہ افتخار کیوں نمایاں نہ کرے؟ جس طرح ان ثقافتی مظاہر پر کسی استدلال کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح میلاد النبی کے جلوس کے جواز پر بھی کسی استدلال کی ضرورت نہیں۔ خوشی اور احتجاج دونوں موقعوں پر جلوس نکالنا بھی ہمارے کلچر کا حصہ بن گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد پر اگر ہم جلسہ وجلوس اور صلوٰۃ والسلام کا اہتمام کرتے ہیں تو اس کا شرعی جواز دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

(میلاد النبی صفحہ ۷۰۴-۷۰۵)

محفل میلاد میں کھڑے ہونا ثقافت ہے:۔

''محفل میلاد میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا ثقافت کا حصہ ہے۔'' (میلاد النبی صفحہ ۷۵)

یہ قادری صاحب کی جہالت اور علمی خیانت ہے جبکہ ہم گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں کہ بریلوی حضرات کے نزدیک محفل میلاد میں کھڑا ہونا فرض ہے اور یہ عقیدہ ہے کہ حضور یہاں حاضر ہوتے ہیں اس لئے درود پڑھو، اور کھڑے ہو کر استقبال کرو۔ قادری صاحب کا اسے ثقافت قرار دینا تقیہ بازی ہے اور رہی یہ بات کہ میلاد النبی دین نہیں ثقافت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قادری صاحب کے اس اپنے ہی بیان سے ثابت ہوا کہ عید میلاد النبی کا کوئی شرعی جواز نہیں اور اس کا اہتمام اور اس میں شرکت نہ کرنے والا گنہگار بھی نہیں۔ رہی بات پاکستانی ثقافت اور یوم آزادی کی خرافات تو یہ ہندوؤں اور یہود ونصاریٰ سے مستعار ہیں اور نبی ﷺ نے ان کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ثقافتی رسوم اور یوم آزادی، پتنگ بازی، ویلنٹائن ڈے وغیرہ جیسی خرافات قادری صاحب جیسے نام نہاد مولویوں کیلئے کار ثواب تو ہو سکتا ہے۔ اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام میں ایسے کئی دن آئے مثلاً فتح بدر کی خوشی، فتح مکہ کی خوشی، اکملیت دین کی خوشی۔ مگر کیا آپ ﷺ نے ایسی خوشیاں منائیں؟ خلفائے راشدین کا زمانہ فتوحات کا زمانہ تھا کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں دکھائی جا سکتی۔ البتہ قادری صاحب جیسے درباری ملاں جن کے فتوے

نواز شریف دور میں الگ اور بے نظیر دور میں الگ ہوتے ہیں جو شخص پیسوں کی خاطر عورت کی دیت جیسے تسلیم شدہ مسئلہ پر الگ فتویٰ دے سکتے ہیں، ان کیلئے ثقافتی خرافات بڑی اہمیت کی حامل اور کار ثواب ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہمارے حکمران تو کٹھ پتلی ہیں جن کی ڈور یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہے، ورنہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں انگریز کے قانون کی بجائے قرآن و سنت کا نفاذ ہوتا، پھر ایسی خرافات کا تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔

قادری صاحب کے بدعت کی تائید میں چند دیگر دلائل کا جائزہ:۔

۱۔ جملہ مناسک حج انبیاء کی یادگار ہیں۔

۲۔ نماز پنجگانہ انبیاء کی یادگار ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں انبیاء کے میلاد کا تذکرہ۔

۴۔ نبی ﷺ اپنی ولادت یوم عاشورہ کو روزہ رکھ کر مناتے اور ہر پیر کا روزہ رکھتے۔

۵۔ قل بفضل اللہ و برحمتہ

۶۔ عقیقہ نبوی سے میلاد کا جواز حضور ﷺ نے اپنا میلاد بکرے ذبح کر کے منایا۔

۷۔ ابولہب کے واقعہ سے استدلال

جواب:۔ جملہ مناسک حج انبیاء کی یادگار ہیں۔

جملہ مناسک حج اور نماز پنجگانہ انبیاء کی یادگار ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس کا عید میلاد النبی سے کیا تعلق؟ یہ تو وہی بات ہوئی، سوال گندم جواب چنا۔ مناسک حج اور نماز پنجگانہ سے قادری صاحب نے یہ تاویل نکالی کہ مناسک حج گذشتہ انبیاء کی یادگار ہے مثلاً نماز فجر، سیدنا آدم علیہ السلام، ظہر سیدنا ابراہیم علیہ السلام، عصر سیدنا عزیر علیہ السلام، مغرب سیدنا داؤد علیہ السلام اور عشاء تاجدار کائنات کی یادگار ہے۔ لہٰذا اس یادگار کی وجہ سے مناسک حج اور نماز آج تک بطور یادگار منائی جاتی ہے تو پھر عید میلاد

النبی ﷺ بھی تو ایک یادگار ہے یہ کیوں نہ منائی جائے۔

۲۔ نماز پنجگانہ انبیاء کی یادگار ہے۔

قادری صاحب کے ایسے بچگانہ استدلات پر ہنسی بھی آتی ہے اور ان کی جہالت پر افسوس بھی ہوتا ہے۔ اس پر مفصل لکھا جائے تو اس کے کئی جواب ہیں۔ مگر اختصار کے پیش نظر بالفرض ہم قادری صاحب کی بات کو تسلیم کر بھی لیں تو سوال یہ ہے کہ کیا کبھی کسی نے نماز اس لئے پڑھی ہے کہ یہ گذشتہ انبیاء کی یادگار ہیں؟ حالانکہ نماز فرض ہے اسی طرح حج بھی صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ نماز نہ پڑھنے والا گنہگار ہے اور بغیر کسی شرعی عذر کے حج نہ کرنے والا بھی گنہگار ہے۔ پھر نماز اور حج کا منکر کافر ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ نماز اور حج کا حکم موجود ہے۔ حدیث شریف میں ان کی تفصیل موجود ہے، اگر قادری صاحب نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ یہ گذشتہ انبیاء کی یادگار ہے اور حج بھی تو یہ عقیدہ قادری صاحب کو مبارک! ہم تو اس لئے یہ فرض ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فرض قرار دیا ہے اور نبی ﷺ نے مومن اور کافر کے درمیان نماز کا فرق بتایا ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ نماز فجر آدم علیہ اسلام کی یادگار ہے لہٰذا محض اسے یاد رکھنے کیلئے نماز فجر پڑھو، اسی طرح دیگر نمازیں بھی قادری صاحب کا یہ استدلال جو ایک لمبے چوڑے باب پر مشتمل ہے، بڑا ہی عجیب ہے، حالانکہ قادری صاحب کے نزدیک بھی نماز نہ پڑھنے والا گنہگار اور جہنمی ہے۔ مگر قادری صاحب کا میلاد کے بارے میں اپنا ہی بیان ہے کہ اس محفل میں شرکت نہ کرنے والا گنہگار نہیں۔ ایسی عجیب وغریب باتیں اور استدلال قادری صاحب کا ہی شیوہ ہے جو ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ کا مصداق ہے۔

3۔ قرآن کریم میں انبیاء کے میلاد کا تذکرہ:-

قادری صاحب کی سب سے بڑی علمی خیانت تو یہ ہے کہ قادری صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا "میلاد النبی" اور پھر ثابت کرنا چاہا عید میلاد اور جشن میلاد۔ قادری

صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ کتاب کا عنوان عید میلاد النبی یا جشن میلاد النبی وغیرہ رکھتے، میلاد (پیدائش) کا کون منکر ہے اور میلاد (پیدائش) کے واقعات کو کون بدنصیب نہیں سننا یا پڑھنا چاہتا، میلاد (پیدائش) تو وجہ نزاع ہی نہیں نزاعی مسئلہ تو عید میلاد النبی ہے۔ حالانکہ محمد ﷺ کے پیدا ہونے کے عیسائی اور یہودی بھی منکر نہیں۔ مگر قادری صاحب کی علمی خیانت اور دھوکہ دیکھئے، مقصد ہے عید میلاد النبی ثابت کرنا اور حوالہ دیتے ہیں میلاد النبی اور میلاد انبیاء کا، یہ کتنی عجیب ہے مگر جب قادری صاحب ایسی حرکت کریں تو بالکل بھی عجیب نہیں، دیکھئے کیسا صریح دھوکہ ہے، عنوان یہ رکھا جاتا ہے کہ قرآن تذکرہ میلاد انبیاء اور استدلال عید میلاد النبی پر کیا جا رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔ سکھ، ہندو، عیسائی، یہود بھی انبیاء کی ولادت کے منکر نہیں۔ اور نبی ﷺ کی ولادت کے واقعات سننے سنانے کا بھی کوئی انکار نہیں۔ ہمارے خطبات اکثر نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے واقعات پر ہوتے ہیں۔ یہ تو تسلیم شدہ باتیں ہیں، اختلاف عید میلاد النبی پر ہے۔ اگر قرآن کریم میں عید میلاد النبی منانے کا کوئی حکم ہے تو پیش کریں، مگر۔

۔ آتی ہے صدا تا کہ جرس لیلیٰ
صد حیف کہ مجنوں کے قدم اب اٹھ نہیں سکتے

قادری صاحب قرآن حکیم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

4۔ "**قل بفضل اللہ وبرحمۃ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون**" (یونس ۱۰-۵۸) فرما دیجئے کہ (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی کے ذریعہ تم پر ہوا ہے پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں) یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں لہٰذا آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ مسلمان یوم ولادت رسول اکرم کو عید میلاد النبی کے طور پر منائیں۔" (میلاد النبی)

قادری صاحب کی معنوی تحریف اور علمی خیانت ملاحظہ فرمایئے اول تو یہ آیت مبارکہ قرآن کریم کے متعلق ہے، جسے قادری صاحب نے علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے نبی ﷺ کے متعلق بتایا پھر اپنی طرف سے بریکٹ لگا کر اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنا چاہا۔شاید یہ تفسیر کشمیری فرشتے کی عنایت ہے، ہم پوری آیات نقل کرتے ہیں تا کہ آپ قادری صاحب کے دھوکہ سے باخبر ہوسکیں۔

''یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفآء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین قل بفضل اللہ وبرحمۃ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ''

(یونس۱۰-۵۶،۵۷)

اے لوگو! یہ (کتاب) نصیحت آ چکی ہے یہ دلوں کے امراض (شرک و بدعت) کی شفاء اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔آپ کہئے کہ (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل کردہ ہے) لہٰذا انہیں اس پر خوش ہونا چاہئے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کررہے ہیں۔''

مطلب یہ کہ قرآن کریم کے احکامات کو خوش دلی سے قبول کریں اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ان کے دل تنگ نہ ہوں۔ بلکہ انہیں خوش ہونا چاہئے کہ قرآن انہیں صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔خوشی اس کیفیت کا نام ہے کہ خوش دلی سے اس کے حلال کو حلال اور حرام کر حرام جانیں اور ان کے دلوں میں فرحت اور اطمینان کی کیفیت ہونی چاہئے۔یہ مفہوم ہے ان آیات کا مگر افسوس قادری صاحب کی قرآن فہمی پر۔اول تو یہ آیات قرآن کریم کے متعلق ہیں۔دوسرا خوشی کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے اظہار کیلئے با قاعدہ ایک دن متعین کیا جائے، پھر اسے عید میلاد النبی کا نام دیا جائے اور جشن و چراغاں کرتے پھرو۔اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر یہ آیات عید میلاد النبی کے متعلق ہیں تو پھر عید میلاد النبی منانے کا حکم تو قرآن کریم میں ہے اور یہ فرض ہوا پھر اس فرض کو نبی اکرم ﷺ نے کیوں ادا نہ کیا؟ اور ہر سال ۱۲-ربیع الاول کو عید میلاد النبی کو کیوں نہ منایا گیا اور پھر صحابہ نے اس فرض پر عمل کیوں نہ کیا؟ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا

کہ ان کے نزدیک قرآن کریم کی مذکورہ آیات کا مطلب یہ نہ تھا جو ''نابغہ عصر، عبقری روزگار اور چودہویں صدی کے مقلد و مجتہد'' اور اپنی نوعیت کے واحد ''مفسر قرآن'' نے اخذ کیا ہے۔

جشن میلاد النبی ﷺ کا احادیث سے استدلال:-

قادری صاحب نے اپنی کتاب کے باب پنجم کا یہ عنوان رکھا ہے، مگر موصوف جس طرح قرآن کریم کی ایک آیت بھی عید میلاد النبی ﷺ کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے اسی طرح ایک بھی صحیح حدیث نہ پیش کر سکے ہیں، نہ قیامت تک کر سکتے ہیں، اول تو یہ قادری صاحب کی انتہائی جہالت ہے جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ عید میلاد دین نہیں، ثقافت ہے پھر قرآن وحدیث سے عید میلاد النبی کا جواز پیش کرنا اسے کیا کہا جائے۔ نابغہ عصر کا مراق یا نابغہ عصر کی تضاد بیانی یا ضعف حافظہ؟ اب اس سلسلے میں قادری صاحب کی چند علمی خیانتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان کے نزدیک کافی وشافی ثبوت ہیں۔

۵۔ یوم عاشورہ سے جشن میلاد کا استدلال:-

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''نبی ﷺ اپنی ولادت کا جشن روزہ رکھ کر مناتے، سند صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاشورا کا روزہ رکھا اور اپنی امت کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ نیک دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو نجات عطا فرمائی تھی۔'' (میلاد النبی ﷺ)

اس سے جواز پکڑنے کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے شکر الٰہی کے طور پر خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا کیونکہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو نجات دی تھی۔ تو پھر ہمارے لئے بھی جائز ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت منائیں۔ کیونکہ اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی ہے اور نبی ﷺ سوموار کا روزہ رکھتے اور یہ ولادت ہی کی خوشی تھی کیونکہ اسی دن آپ پیدا ہوئے۔

(کتاب البدعۃ)

قادری صاحب کی الٹی سمجھ:۔

عیاذ باللہ کیا الٹی سمجھ ہے۔ اللہ ایسی سمجھ کسی کو عطا نہ کرے اور کیسی بڑی علمی خیانت اور عجیب و غریب استدلال ہے۔ بالفرض اگر یہ صحیح ہے کہ نبی ﷺ یوم عاشورہ کو اپنی پیدائش کے سبب روزہ رکھتے اور امت کو بھی اس کا حکم دیا تو پھر اس صورت میں ہم پر فرض ہے کہ نبی ﷺ کے حکم کے مطابق یوم ولادت کے دن یعنی سال میں صرف ایک بار نہیں بلکہ نبی ﷺ کی طرح ہر سوموار کو روزہ رکھیں، نہ کہ ڈھول اور طبلے کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالیں اور پھر پیٹ بھرنے بیٹھ جائیں۔ اور خرافات میں سارا دن گزاریں۔ بھلا یہ بھی کوئی شکر الٰہی کا طریقہ ہے کہ گلیوں اور بازاروں میں بے پناہ ہجوم میں اپنی ماؤں بہنوں کو میلا دیوں کی آرٹ دکھانے کے لئے لے جائیں اور پھر رقص و سرور کی محفلیں منعقد کریں اور پھر خوب کھانے پینے کا اہتمام کریں؟ کیا نبی ﷺ یوم عاشور کا دن ایسے مناتے کیا آپ سوموار کا دن ایسے گزارتے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ پھر ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ ہم خود ہی اپنے اوپر روزہ یا کوئی چیز فرض کر دیں۔ بلکہ ہم پر نبی اکرم ﷺ کی پیروی لازم ہے۔ آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور یہ سنت ہے اور اپنے یوم ولادت پر کسی قسم کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے اور آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی پیروی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم عیسائیوں کی طرح یوم ولادت منانے کی بجائے نبی کریم ﷺ کے حکم پر عمل کریں اور نبی ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو ہم بھی عاشورہ کا روزہ رکھیں۔" نبی کریم ﷺ نے ہر سوموار کا روزہ رکھا تو ہم بھی ہر سوموار کا روزہ رکھیں۔ پھر قادری صاحب کو میلاد کی خوشی بھی یوم عاشورہ کے دن منانی چاہئے اور اس کا صحیح طریقہ روزہ ہے۔ مگر وہ دن تو موصوف اپنے شیعہ بھائیوں کے ساتھ یوم سیاہ کے طور پر ماتم کرتے ہوئے مناتے ہیں۔

سوموار کا روزہ:۔

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "نبی ﷺ جمعرات اور سوموار کا روزہ رکھتے اور آپ نے اس کی

علت یہ بیان فرمائی کہ اس روز میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھے نبوت ملی اور جمعرات کا اس لئے اس روز اعمال اللہ کے ہاں پیش ہوتے ہیں۔" (میلاد النبی ﷺ)

اس کا جواب بعینہ ہے اگر جشن ولادت کیلئے یہ ثبوت ہے تو پھر اس کا معقول اور منقول طریقہ یہ ہے کہ یہ شکر بھی نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے بہتر طریقہ کس کا ہوسکتا ہے؟ اس طرح ہمیں چاہئے کہ ہم بھی

یوں ہی روزہ رکھیں جیسے آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور جب ہم سے پوچھا جائے تو ہم کہیں کہ اس روز نبی اکرم ﷺ پیدا ہوئے تھے اس خوشی میں آپ روزہ رکھتے تھے، اسی لئے ہم بھی روزہ رکھ کر اپنے نبی کی سنت پر عمل کر رہے ہیں جس سے خوشی کا اظہار اور اللہ کا شکریہ ادا کرنا مقصود ہے۔ اور پھر ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھیں اور میلاد کی خوشی اور شکریہ کا اظہار کریں، نہ کہ سال میں ایک بار جشن میلاد اور کھانے پینے کا اہتمام۔ میلادی طبقہ کو سب جانتے ہیں کہ وہ اس دن روزہ کے قریب بھی نہیں بھٹکتے کیونکہ روزہ رکھنے کی صورت میں نفس کو کھانے پینے کی لذت سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ جبکہ میلاد منعقد کرنے سے ان کا مقصد ہی عیش، کھانا پینا، اور وقت گزاری ہوتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ حلوہ اور زردہ پلاؤ کے بغیر محفل میلاد کامیاب ہی نہیں ہوتی، حلوہ اور زردہ کی امید پر عاشق آدھی رات تک بیٹھے رہتے ہیں۔

ب: ہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے یوم ولادت جو میلادی طبقہ کے نزدیک ۱۲۔ ربیع الاول ہے، کے دن کا روزہ نہیں رکھا بلکہ ہر سوموار کو روزہ رکھتے تھے جو ہر مہینے میں چار یا پانچ مرتبہ آتا ہے۔ اس بناء پر ہر ہفتہ میں آنے والے سوموار کو نظر انداز کر کے سال میں ایک بار بارہ ربیع الاول کی تخصیص کرنا بھی اپنے طور پر نبی ﷺ کے حکم پر اضافہ ہوا اگر مقصد عیاذاً باللہ یہی ہوا تو کتنا برا اور قبیح فعل ہوا۔

حضور ﷺ نے اپنا میلاد بکرے ذبح کر کے منایا:-

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حضور ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کئے اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ (بیہقی ۳۸۴-۴۵۸)

حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "ان النبی ؐ عق عن نفسه بعد النبوة" حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ (میلاد النبی صفحہ ۳۸۳)

"عقیقہ فی نفسہ ولادت پر اظہار تشکر و امتنان ہے اسے ولادت کی خوشی میں تقریب کہہ لیں یا تقریب میلاد، مفہوم ایک ہی ہے کہ ولادت کے موقع پر خوشی منائی جاتی ہے۔" (میلاد النبی ۴۸۵)

مزید لکھتے ہیں کہ "نبی نے اپنی امت کیلئے عقیقہ مشروع کرنے کے بعد اپنا عقیقہ بھی کیا حالانکہ آپ کے دادا نے آپ کا عقیقہ کیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا، تو یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نعمت ولادت پر اللہ کا شکر کرتے ہوئے ایسا کیا۔" (میلاد النبی)

اس کتاب کے پہلے حصے سے آپ بخوبی جان چکے کہ دھوکہ دینا قادری صاحب کی فطرت ثانیہ ہے۔ غور فرمائیے کہ بھلا اس بے اصل روایت جسے بیہقی اور عبدالرزاق نے عبداللہ المحرر کی وجہ سے منکر قرار دیا ہے اور قادری صاحب کا اس وضاحت کے بغیر یہ حدیث نقل کرنا علمی خیانت ہی تو ہے اور پھر اس منکر روایت کو بنیاد بنا کر میلاد کی بدعت ایجاد کرنا اور اس کیلئے یہ جواز مہیا کرنا دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ دلیل بلکہ مغالطہ تو پہلے مغالطوں سے بھی کمزور ہے اور اس میں محض احتمال ہی ہے کہ آپ ﷺ نے شکریہ کی خاطر ایسا کیا اور احتمال ظن سے بھی کمزور ہوتا ہے اور پھر ظن سے شرع ثابت بھی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ان بعض الظن اثم" کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

حضور صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا کہ "ایاکم الظن فان الظن اکذب الحدیث" کہ خبردار گمان (بے سروپا بات) سے بچنا کیونکہ گمان جھوٹی بات ہوتی ہے۔

ب) اور دوسری چیز یہ ہے کہ کیا یہ ثابت ہے کہ اہل جاہلیت کے اعمال کا اسلام میں اعتبار ہے؟ کہ ہم کہہ سکیں کہ حضرت رسول مکرم ﷺ نے سنت عقیقہ پر عمل کرنے کی بجائے اپنے میلاد کی خوشی منائی؟

ج) اور بالفرض یہ من گھڑت روایت تسلیم کر لی جائے اور اس سے جو قادری صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں، پھر بھی یہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ اگر واقعی یہ میلاد کی خوشی کا جشن تھا تو پھر آپ ﷺ نے زندگی میں صرف ایک بار ایسا کیا، ہر سال عید میلاد منانے کا کیا تک ہے؟ اور خود حضور ﷺ نے یہ دن منانے کا حکم صحابہ کو کیوں نہ دیا؟ انہیں کیوں نہ بتایا کہ اس سلسلے میں ان پر ایسے ایسے اعمال واقوال واجب ہیں تم لوگ بھی میری پیدائش کے دن عید منایا کرو۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق بیان کیا ہے۔ عیاذاً باللہ کیا آپ بھول گئے یا چھپا گئے؟ حالانکہ آپ ﷺ تبلیغ رسالت کے پابند تھے۔ اے اللہ تو پاک ہے تیرے پیارے رسول نے نہ اسے چھپایا نہ اسے بھلایا۔ لیکن یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں، کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے یا ان کے دل پر قفل پڑا ہوا ہے یا محض دھوکہ دہی اور علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے بدعت کی وکالت کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں یاد رکھیں ان علماء سوء پر قیامت کے دن گمراہ ہونے والوں کا بھی بار ہوگا۔

د۔ اور پھر سب سے خاص اور اہم بات یہ ہے کہ فقہ حنفی میں عقیقہ سرے سے سنت ہے ہی نہیں بلکہ عقیقہ مکروہ ہے۔ ”عقیقہ جائز نہیں مکروہ ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری ۴-۱۳۲)

لہٰذا اس فتویٰ کی روشنی میں قادری صاحب کا اس حدیث سے جواز پکڑنا صحیح نہیں، کیونکہ مقلد کیلئے حجت قول امام ہے نہ کہ حدیث نبوی۔ (جاء الحق صفحہ 9 جلد 2)

آمدِ مصطفیٰ پر اظہارِ مسرت پر کافر (ابولہب) کے عذاب میں تخفیف:۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں "ابولہب جب حالت کفر میں مر گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے اسے خواب میں دیکھا، آپ نے اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تجھ پر کیا گذر رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں دن رات سخت عذاب میں جلتا ہوں لیکن جب پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور میری انگلیوں سے پانی جاری ہو جاتا ہے جسے پی کر مجھے سکون ملتا ہے۔ اس تخفیف کا باعث یہ ہے کہ میں نے پیر کے دن اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی ولادت کی خوش خبری سن کر اپنی خادمہ ثوبیہ کو ان انگلیوں کا اشارہ کرتے ہوئے آزاد کر دیا تھا۔ (میلاد النبی صفحہ ۲۹۱-۲۹۲)

جواب:۔ اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء کرام کے علاوہ کسی انسان کے منامات (خواب) سے شرع ثابت نہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی متقی اور صاحب علم دایمان ہوں۔ البتہ انبیاء کے منامات وحی ہوتے ہیں اور وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا، احادیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے اپنے متعدد خواب بیان فرمائے۔

سرے سے یہ روایت ہی صحیح نہیں اس خواب کے دیکھنے والے حضرت عباس بن مطلب ہیں اور یہ روایت مرسل ہے کیونکہ روایت کرنے والا بالواسطہ روایت کرتا ہے یعنی اس کی حضرت عباسؓ سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ اور مرسل سے نہ تو حجت پکڑی جاتی ہے اور نہ ہی اس سے عقیدہ یا عمل ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اس بات کا احتمال بھی ہے کہ انہوں نے یہ خواب اپنی حالت کفر میں دیکھا اور عام انسان کا خواب تو ویسے بھی حجت نہیں اور پھر حالت کفر کا خواب بالاجماع بالکل ہی حجت نہیں۔ مرسل روایت کی وضاحت نہ کرنا علمی خیانت ہے۔ یہ خواب اگر ثابت بھی ہو تو جناب عباس نے بدر کے ایک سال بعد دیکھا تھا اس وقت عباس مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس روایت کو عباسؓ سے عروہ نے روایت کیا ہے اور عروہ کی جناب

عباس سے ملاقات ثابت نہیں۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کافر اپنے کفر پر اس دنیا کو چھوڑے تو اسے اس کے اعمال صالحہ کا اجر نہیں ملتا۔ اس پر قادری صاحب کا بھی اتفاق ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "قرآن وحدیث کا مسلمہ اصول اور اجماع امت ہے کہ کافر کی کوئی نیکی اسے آخرت میں فائدہ نہیں پہنچائے گی، اس کے امور خیر کے صلہ میں اسے جنت دی جائے گی، نہ اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی بلکہ اس کے اچھے اعمال کا صلہ میں اسے دنیا میں ہی کشادگی عطا کر دی جاتی ہے۔" (میلاد النبی صفحہ ۲۸۸)

اور یہ حق بات قرآن کریم کے متعدد مقامات سے ثابت ہے، حضور صادق المصدوق ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عبداللہ بن جدعان کے متعلق پوچھا جو ہر موسم حج پر ہزار اونٹ ذبح کرتا اور ہزار سوٹ پہناتا اور گھر گھر حلف الفضول کا معاہدہ کرایا، کیا اسے یہ سب کچھ نفع دیگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس نے ایک دن بھی یوں نہ کہا کہ رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین لہٰذا یہ شبہ بھی زائل ہوگیا اور اسے تسلیم کرنے کے باوجود اس روایت کا سہارا لینا ڈوبتے کو تنکے کے مترادف ہے۔

ابولہب کو اپنے بھتیجے کی پیدائش پر جو خوشی ہوئی تھی وہ طبعی تھی، شرعی یا ایمانی نہ تھی کیونکہ ہر انسان اپنے بھائی اور رشتہ دار کے گھر بچہ پیدا ہونے پر مسرت کا اظہار کرتا ہے اور مکہ کے چودھریوں میں ایسے خوشی کے موقعہ پر سخاوت تو عام بات تھی، لہٰذا یہ کوئی اس بات کی خوشی نہ تھی کہ رسول خاتم پیدا ہوئے ہیں بلکہ بھتیجے کی خوشی تھی اور اگر کوئی خوشی اللہ کی خاطر نہ ہو تو اس خوشی منانے والے کو اس کا ثواب نہیں ملتا۔

ابولہب کی خوشی تو محض اس بناء پر تھی کہ عرب معاشرہ میں لڑکی کا پیدا ہونا معیوب سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا اور لڑکا پیدا ہونے کی خوشی منائی جاتی، اور پھر نبی ﷺ کی پیدائش سے بھی قبل آپ کے والد محترم عبداللہ وفات پا چکے تھے لہٰذا عبداللہ کے بیٹے یعنی اپنے بھائی کی نشانی کی خوشی ہوئی جو بیٹے کی صورت میں تھی۔ اس وجہ سے بھی اظہار مسرت والی روایت کمزور اور باطل ہوگئی۔

ابولہب کافر تھا اور حالت کفر میں ہی مرا اور یہ وہی لعین ہے جسے" تبت یدا ابی لھب " کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل ہے اور کافر کے کسی عمل کو دین نہیں بنایا جا سکتا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ بریلویت مذاہب باطلہ کا معجون مرکب ہے جس میں دور جہالت کے عقائد یہود و نصاریٰ کے عقائد ہندو اور سکھ ازم وغیرہ سب کے نظریات یکجا ہیں۔ یہ تھے قادری صاحب کے حدیث مبارکہ سے دلائل اور یہ تھی قادری صاحب کی حدیث فہمی۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جشن میلاد کیوں نہ منایا:۔

قادری صاحب اپنی کتاب "میلاد النبی" کے پہلے پانچ باب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا، صحابہ کرامؓ نے آپ کا میلاد منایا۔ پھر چھٹے باب میں ۴۹۷ھ سے لیکر ۱۳۴۱ھ تک کے مسلمانوں کا تواتر سے میلاد منانا ثابت کرتے ہیں اور طول کلامی کا حال یہ ہے کہ چند صفحات کے دلائل ربڑ کی طرح کھینچ کھینچ کر آٹھ سو صفحات تک لے جاتے ہیں۔ قادری صاحب کی تصنیفات میں ایک خاص وصف ہم نے یہ دیکھا ہے کہ موصوف طول کلامی میں لاثانی ہیں۔ یہ طول کلامی دیکھ کر مرزا غالب کی یاد آتی ہے۔

ملے تو حشر میں لے لوں زباں ناصح کی

عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

مگر قادری صاحب کی طول کلامی مرزا غالب کی خواہش سے بھی بڑھ کر ملال خاطر کی حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس طول کلامی کے نتیجہ میں قادری صاحب اپنی گذشتہ بحث بھول جاتے ہیں اور خود اپنے ہی دلائل کی نفی کرنا شروع کر دیتے ہیں یہاں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ قادری صاحب پہلے سے چھٹے باب تک تو قرآن و حدیث آئمہ و محدثین کا میلاد منانے کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور پھر باب ہفتم کا عنوان رکھتے ہیں۔

"قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جشن میلاد کیوں نہیں منایا"۔ قادری صاحب کام کے آدمی تھے، ضعف نے نکما کر دیا تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں بقول شاعر

تقسیم جز لا یتجزی کی ہوگئی

سہو اُخن جوان کے دہن سے نکل گیا

قادری صاحب کا اپنی کتاب میں یہ باب قائم کرنا، پھر یہ تسلیم بھی کرنا کہ عید میلاد النبی دین نہیں ثقافت ہے پھر قرآن و سنت اور آئمہ محدثین سے عید میلاد النبی کا ثبوت پیش کرنا چہ معنی دارد؟

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی

ارے لوگو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

اس باب میں بھی قادری صاحب نے علمی خیانتوں اور دھوکہ دہی سے وفا کا حق ادا کر دیا ہے۔ ہم اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں اور قادری صاحب کا یہ عذر کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے حضور ﷺ کے وصال کے غم کی شدت سے عید میلاد النبی کا جشن نہیں منایا۔ ہم اس عذر پر حیران نہ ہوتے اگر قادری صاحب یہ نہ لکھتے۔

"مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہوا کہ جشن میلاد النبی ﷺ منانا اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے۔ اس لئے محدثین و آئمہ کرام اور بزرگان دین نے کثیر تعداد میں اس کے فضائل برکات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔" (میلاد النبی صفحہ ۲۸۸)

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

پھر یہ عذر بھی معقول نہیں کیونکہ اس فرقہ کے نزدیک نبی ﷺ آج بھی زندہ ہیں اور دوسری صورت میں بھی سوگ صرف تین دن کا ہے اب خیانتیں ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن تیمیہؒ پر افتراء:-

قادری صاحب امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''اور اسی طرح ان امور پر (ثواب دیا جاتا ہے) جو بعض لوگ ایجاد کر لیتے ہیں، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ سے مشابہت کیلئے یا حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور تعظیم کیلئے اللہ تعالیٰ انہیں اس محبت اور اجتہاد پر ثواب عطا فرماتا ہے۔ نہ کہ بدعت پر ان لوگوں کو جنہوں نے اس دن کو یوم میلاد النبی کے بطور اپنایا ہے۔'' (میلاد النبی صفحہ ۳۲۲)

اس عبارت میں بریکٹ قادری صاحب کا اضافہ ہے، اس کے علاوہ صاف ظاہر ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے عید میلاد کو نصاریٰ کی مشابہت اور بدعت قرار دیا ہے اور اجتہاد اور محبت رسول کو باعث ثواب گردانا ہے مگر قادری صاحب کی عیاری دیکھئے کہ جو بات ان کے خلاف ہے، اسے بطور ثبوت پیش کر رہے ہیں اور دوسرا حوالہ امام ابن تیمیہؒ کے متعلق یہ دیا۔ ''میلاد شریف کی تعظیم اور اسے شعار بنالینا بعض لوگوں کا عمل ہے اور اس میں اس کیلئے اجر عظیم بھی ہے کیونکہ اس کی نیت نیک ہے اور رسول اکرم ﷺ کی تعظیم بھی ہے جیسا کہ بعض لوگوں کے نزدیک ایک امر اچھا ہوتا ہے اور بعض مومن اسے قبیح کہتے ہیں۔''

(میلاد النبی صفحہ ۳۲۲)

اس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو قادری صاحب کی تائید میں ہو، یہاں عید میلاد النبی کا سرے سے ذکر ہی نہیں جہاں عید میلاد النبی کا ذکر تھا، وہاں آپ نے اس بدعت کو نصاریٰ کی مشابہت قرار دیا۔ یہاں نبی ﷺ کی پیدائش کے واقعات سننے، سنانے اور آپ سے محبت و تعظیم کا ذکر ہے اور اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں۔ بس قادری صاحب کو چکر لگانے اور علمی خیانتوں اور دھوکہ دہی کی عادت ہے۔ سو

جناب عادت سے مجبور ہیں۔اور پڑی عادت چھٹتی۔۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

نواب صدیق حسن خان پر افتراء:-

غیر مقلدین کے نامور عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی میلاد شریف منانے کی بابت لکھتے ہیں۔"اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع (ہفتہ) یا ہر ماہ میں التزام کریں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت وسمت ودل وہدی وولادت ووفات آنحضرت کا کریں۔ پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں۔اور ان روایات واخبار وآثار کو پڑھیں، پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں۔" (میلاد النبی صفحہ ۳۸۴)

"جس کو حضرت ﷺ کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو،اور شکر خدا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔" ان دونوں عبارتوں میں عید میلاد النبی کا نام اور ذکر تک نہیں بلکہ نبی ﷺ کی سیرت اور پیدائش اور وفات کے واقعات کو سنانے کیلئے جلسہ وغیرہ کے اہتمام کا ذکر ہے مگر قادری صاحب کی علمی خیانت ملاحظہ فرمائیں۔ان عبارتوں کو عید میلاد النبی کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں۔

علماء دیوبند پر افتراء:-

قادری صاحب لکھتے ہیں کہ "حرمین شریفین کے علماء کرام نے علمائے دیوبند سے اختلافی و اعتقادی نوعیت کے (۲۶) مختلف سوالات پوچھے تو ۱۳۲۵ھ میں مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے ان سوالات کا تحریری جواب "المھند علی المفند" نامی کتاب کی شکل میں شائع ہوا ان جوابات کی تصدیق چوبیس نامور علمائے دیوبند نے اپنے قلم سے کی...... کتاب مذکور میں اکیسواں سوال میلاد شریف منانے کے متعلق ہے،اسکی عبارت ہے۔

(ترجمہ) کیا تم اس کے قائل ہو کہ حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر شرعاً قبیح سیئہ حرام ہے یا اور کچھ؟ علمائے دیوبند نے اس کا متفقہ جواب یوں دیا۔

ترجمہ:۔ حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے نعلین اور آپ ﷺ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کے تذکرہ کو بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جنہیں رسول اکرم ﷺ سے ذرا سی بھی نسبت ہے۔ ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریف کا ہو یا آپ ﷺ کے بول و براز کا نشست و برخواست اور بے داری و خواب کا تذکرہ ہو جیسا کہ ہمارے رسالے ''براہین قاطعہ'' میں متعدد جگہ بالصراحت مذکور ہے۔''

(میلاد النبی صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱)

ایمانداری سے بتایئے اس سوال اور پھر جواب میں عید میلاد النبی کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ نہ ہی یہ سوال عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق ہے بلکہ آپ کے ولادت (پیدائش) کے واقعات کے بیان کے متعلق سوال ہے اور اس کا صحیح جواب یہی ہے جو علمائے دیوبند نے دیا ہے۔ مگر قادری صاحب کی علمی خیانت ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں کہ ''کتاب مذکور میں اکیسواں سوال میلاد شریف منانے کے متعلق'' ہے۔ قادری صاحب نے یہاں لفظی تحریف سے کام لیا اور ''سنانے'' کی جگہ ''منانے'' لکھ کر لفظی تحریف کا جرم کیا اور پھر اپنے موقف کیلیے اس فتویٰ کو پیش کیا مگر اس سوال اور جواب نے قادری صاحب کی دھوکہ دہی کو واضح کر دیا۔

ایک مذہبی اور سیاسی شخصیت کے گمراہ کن
عقائد اور نظریات پر مشتمل

ماڈرن ابوجہل

اب

انشاء اللہ بہت جلد مارکیٹ میں دستیاب ہوگا

اپنے ہاکر یا قریبی بک سٹال پر ایڈوانس آرڈر بک کرا دیں

ڈاکٹر طاہر القادری
کی
علمی خیانتیں